25/-

جشن صد سالہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی مبارک

September-2018 ستمبر ۲۰۱۸ء ISSN 2395 - 1494

اہلِ سنت کا ترجمان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

تاج الشریعہ نمبر

آئندہ ہفتے

خصوصی شمارہ

مفتی محمد ابراہیم رضا خاں بریلوی مفسر اعظم ہند

تاج الشریعہ۔ ولادت سے وصال تک

تاج الشریعہ علمائے عرب و عجم کی نظر میں

جشن صد سالہ 100

امام احمد رضا کو یادگار بنائیں

امین شریعت مفتی عبدالواجد قادری۔ حیات و کارنامے

ہمارے دور کے ابن بطوطہ صوفی عبدالواجد

تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

مفتی محمود احمد رفاقتی مظفرپوری

ایڈیٹر

محمد قمر الدین رضوی

FAIZANE TAJUSHSHARIAH JARI RAHEGA

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

557735
107/065
18279

مجلسِ مشاورت

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (دہلی)
سید وجاہت رسول قادری (کراچی)
مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ)
مولانا محمد عبد المبین نعمانی (مبارک پور)
علامہ بدر القادری (ہالینڈ)
مولانا محمد قمر الحسن قادری (امریکہ)
سید شاہ شمیم الدین منعمی (پٹنہ)
مولانا محمد فروغ القادری (برطانیہ)
سید امین اشرف اشرفی کچھوچھوی (انگلینڈ)

سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے مشاہیر علمائے ہند

(۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی	(۱۰) علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی
(۲) مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی	(۱۱) سید شاہ آل رسول احمد مارہروی
(۳) علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	(۱۲) مفتی ارشاد حسین مجددی رامپوری
(۴) علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی	(۱۳) مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
(۵) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	(۱۴) علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
(۶) شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی	(۱۵) امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
(۷) شاہ احمد سعید مجددی رامپوری	(۱۶) سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
(۸) علامہ فضل حق چشتی خیرآبادی	(۱۷) شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ
(۹) علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی	فاروقی حیدرآبادی

کے مسلکِ حق و صداقت کا نقیب و ترجمان

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد حنیف خاں رضوی (بریلی شریف)
ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی (حیدرآباد)
مولانا قاضی فضل احمد مصباحی (بنارس)
مولانا محمد معین الحق علیمی (ممبئی)
مولانا مقبول احمد مصباحی (دہلی)
الحاج محمد سعید نوری (ممبئی)
انجینئر سید محمد فضل الرحمٰن چشتی (دہلی)
قاضی عبد الرحیم مصباحی (رتناگیری)
مفتی مجاہد حسین حبیبی (کولکاتا)

بفیضِ حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ

کنز الایمان

دہلی

ستمبر ۲۰۱۸ء
ذی الحجہ / محرم الحرام ۱۴۳۹/۱۴۴۰ھ
جلد ۲۱ — شمارہ ۹

مجلسِ ادارت

مدیر مسئول	محمد ظفر الدین برکاتی
منیجنگ ایڈیٹر	محمد عیسیٰ انصاری
سرکولیشن منیجر	مطیع الرحمٰن اعظمی
معاون منیجر	محمد سعید انصاری
اشتہار منیجر	امام الدین قیصر
تزئین کار	محمد نظام الدین انصاری
آپریٹر	محمد کامل نعیمی

مشیرِ اعلیٰ

علامہ یٰسین اختر مصباحی

ایڈیٹر

محمد قمر الدین رضوی

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر حافظ محمد قمر الدین رضوی نے ایم۔ایس پرنٹرس دہلی ۶ سے چھپوا کر آفس ماہنامہ کنز الایمان دہلی ۴۲۳ مٹیا محل دہلی سے شائع کیا۔

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۵ روپے
سالانہ	۳۰۰ روپے
اعزازی	۵۰۰/
تاحیات	۱۰۰۰۰/
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

ماہنامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ ان کریں
www.razvikitabghar.com

نوٹ: رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

دراز — KANZUL IMAN MONTHLY — کے کالم سے بنوائیں

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ یوپی
DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY AZAMGARH

آئینۂ کنز الایمان

نمبر شمار	نشان منزل	شرکائے سفر	منزلیں	صفحہ نمبر
۱	اداریہ	محمد ظفر الدین برکاتی	جشن صد سالہ امام احمد رضا کو یادگار بنائیں	۵
۲	انوار قرآن	محمد ہاشم قادری مصباحی	تاج الشریعہ کا تقویٰ اور تصلب فی الدین	۱۴
۳	انوار حدیث	ازہار احمد امجدی ازہری	تاج الشریعہ کی مقبولیت کا راز	۱۹
۴	شرعی احکام	محمد ولی اللہ قادری	تاج الشریعہ کا رسالہ تین طلاقوں کا شرعی حکم	۲۱
۵	فقہی مسائل	محمد رضا مرکزی	آنکھوں دیکھا، کانوں سنا، مشاہدہ نامہ	۲۵
۶	عقیدہ ونظریہ	محمد حسن رضا مصباحی	مرشد کامل کی روحانی ضرورت وافادیت	۲۹
۷	شخصیات اسلام	وصی مکرانی واجدی	مفتی محمد ابراہیم رضا خاں بریلوی	۳۲
۸	نقوش رفتگاں	پروفیسر فاروق احمد صدیقی	تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا	۳۴
۹	اسلاف شناسی	فیضان الرحمٰن سبحانی	امین شریعت مفتی عبدالواجد قادری۔ حیات وکارنامے	۳۶
۱۰	شخصیت شناسی	عطاء الرحمٰن نوری	تاج الشریعہ۔ ولادت سے وصال تک	۴۶
۱۱	دیوان عام	محمد عبدالمبین نعمانی قادری	امین شریعت مفتی عبدالواجد قادری بھی نہ رہے	۵۲
۱۲	اظہار واعتراف	احمد جاوید (صحافی)	ہمارے دور کے ابن بطوطہ صوفی عبدالواجد	۵۴
۱۳	اصلاح معاشرہ	محمد مجاہد حسین حبیبی	تاج الشریعہ اور معاشرتی اصلاح	۵۸
۱۴	منظر نامہ	محمد افروز قادری چریاکوٹی	کائنات آرزو۔ سفرنامے کا مطالعہ	۶۲
۱۵	یاد رفتگاں	علی اشرف چاپ دانوی	تاج الشریعہ کار آمد مذہبی شخصیت	۷۱
۱۶	پس منظر	کمال الدین اشرفی مصباحی	تاج الشریعہ کی دینی فقاہت	۷۶
۱۷	اعتراف نامے	طارق مصطفےٰ رضوی	تاج الشریعہ علمائے عرب وعجم کی نظر میں	۸۱
۱۸	نقوش راہ	محمد ابوہریرہ رضوی	حضرت تاج الشریعہ اور فروغ تعلیم	۸۴
۱۹	تحقیق وتطبیق	فیضان سرور مصباحی	حضرت ابراہیم کے والد کے بارے میں ازہری تحقیق	۸۷
۲۰	بزم ادب	محمد آفتاب عالم	حضرت تاج الشریعہ کی ترجمہ نگاری	۹۰

اِس شمارے کی قیمت ہے — 50/- روپے — صفحات: 100

تاج الشریعہ نمبر عرس چہلم کے موقع پر منظر عام پر آرہا ہے۔ قیمت -/100

اداریہ

منصوبہ بندی

جشن صد سالہ امام احمد رضا کو یادگار بنائیں

محمد ظفر الدین برکاتی*

بروز جمعہ ۲۰ / جولائی کو نمازِ مغرب کے بعد خانوادۂ اعلیٰ حضرت کا علمی چشم وچراغ بجھ گیا، کہ حضرت تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا قادری اختر بریلوی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے بزرگ کہتے ہیں کہ کسی بھی چیز کی قیمت اسی وقت واضح ہو پاتی ہے، جب وہ چیز دست رس سے باہر ہو جائے حالاں کہ اس کی ضرورت ہو۔ اس تناظر میں دیکھیں تو تاج الشریعہ کی علمی، تحقیقی اور تصنیفی وفلاحی خدمات اس عوامی مقولے کو سچ ثابت کر رہی ہیں کہ واقعی اُن کی ہمارے سماج کو ضرورت تھی۔ دراصل حضرت تاج الشریعہ کو تین طرح کی نسبتیں اور خوبیاں حاصل تھیں:

(۱) خود عظیم عالم دین تھے۔ وجیہ تھے۔ مفتی وقاضی، فقیہ اور عظیم شاعر تھے۔ (۲) اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم ہند کے دینی مذہبی مقام ومنصب کے حامل وجانشین تھے۔ (۳) سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے شیخ طریقت تھے اور بے شمار مریدوں والے پیر۔ اس لئے آپ کی شہرت ومقبولیت فطری اور قدرتی ہوتی گئی۔

آپ کے وصال کے بعد ہم نے سوچا کہ یادِ تاج الشریعہ میں ”جشن صد سالہ امام احمد رضا“ کے منصوبے ہلکے نہ پڑ جائیں، اس لئے جشن صد سالہ امام احمد رضا میں بشمول دیگر اداروں اور تنظیموں کے رضا اکیڈمی ممبئی کے عملی منصوبے اور تجاویز ومشوروں کو دیکھنے کے بعد ہم نے طے کیا کہ اپنی معلومات آپ کے حوالے کر دیں۔

○ فتاویٰ رضویہ مترجم: رضا فاؤنڈیشن لاہور (32 جلد والی) کی طباعت واشاعت اور خصوصی رعایت کے ساتھ فراہمی۔

○ کنز الایمان ترجمۂ قرآن کو بڑی تعداد میں اور کم ہدیے میں عوام مسلم تک تین زبانوں میں پہنچانے کا منصوبہ ہے۔

○ وزیر خارجہ، وزیر ریل سے ملاقات کر کے منظوری لینا ہے کہ سو پاکستانی علما ومشائخ کو ویزہ دیں اور بریلی کے لیے اعلیٰ حضرت اسپیشل ٹرین بڑے شہروں سے عرس کے دوران چلائیں۔

○ مرکزی حکومت سے اعلیٰ حضرت شتابدی ڈاک ٹکٹ جاری کرنے کے لئے بھی متعلقہ مرکزی وزیر سے ملاقات کرنا ہے جیسے 1995 میں بھی ڈاک ٹکٹ جاری ہوا تھا۔

○ اب تک جتنے اکابر واصاغر علما ودانشوروں نے رضویات پر کام کیا ہے، انھیں اعلیٰ حضرت ایوارڈ دینے کا اہتمام کرنا ہے، ان سبھی منصوبوں کے لیے اقدامی کارروائی شروع ہو چکی ہے۔

○ اعلیٰ حضرت کے شہر بریلی شریف میں فوجی ہوائی اڈہ کی توسیع و تزئین ہو رہی ہے، اس کا نام ”اعلیٰ حضرت ایئر پورٹ“ رکھنے کی صوبائی حکومت سے باضابطہ اپیل کرنا ہے۔

بروز جمعرات 26 جولائی 2018ء سے سو دن باقی تھے جشن صد سالہ امام احمد رضا یعنی اعلیٰ حضرت کے سواں سالانہ عرس کے، اسی دن سے رضا اکیڈمی نے اعلیٰ حضرت کے پیر خانہ مارہرہ شریف کے بزرگوں اور اعلیٰ حضرت کے ممدوح حضرت تاج الفحول کی بارگاہ میں پھول اور چادر پیش کر کے تیاری شروع کر دی۔

رضا اکیڈمی جیسی تنظیموں کا یہ بھی ارادہ ہے کہ ہندوستان میں جتنی زبانوں میں اخبارات شائع ہوتے ہیں، سواں عرس اعلیٰ حضرت کے پہلے دن سبھی اخبارات میں اعلیٰ حضرت کی علمی، فقہی، اصلاحی، فلاحی اور تجدیدی خدمات اور تعلیمات شائع کیے جائیں۔ شخصی اور نظریاتی تعارف وتشہیر کے حوالے سے یہ عظیم کارنامہ ہوگا، اگر عمل ہو جاتا ہے۔ مقامی تحریکیں ضرور تعاون کریں اور جشن صد سالہ میں شریک ہوں۔

اس کی بھی ہمیں بھنک لگ رہی ہے کہ عرس کے تین دن پہلے سے اسلامیہ انٹر کالج کے ایک حصے میں ”رضا نمائش مرکز“ عوامی زیارت کے لئے تیار کیا جائے گا جس میں رضوی تصانیف، نوادرات، مخطوطات اور تبرکات کی زمانی اور موضوعاتی نمائش ہوگی۔ یہ بھی اپنے آپ میں مثالی قدم ہوگا۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اسی نمائشی مرکز میں اعلیٰ حضرت، رضویات اور تعلیمات رضا سے متعلق جتنی ویب سائٹس ہیں، وہ اپنے

آپ کو اپڈیٹ کریں اور پھر سب کی رونمائی اسی مرکز میں ہو۔

اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ اور کسی بھی دینی مذہبی شخصیت پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنے کا مشورہ بھی خوب دیا جارہا ہے لیکن افکار اعلیٰ حضرت پر پی ایچ ڈی کے لئے منظوری ملنا آج مشکل نہیں بلکہ بروقت صحیح رہنمائی اور محقق کو مواد کی فراہمی پر عملی توجہ نہیں ہوتی، یہ سب سے بڑی مشکل ہے۔ بے شمار سی شخصیات پر آج پی ایچ ڈی ہو رہی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ محققین مواد کے لیے پریشان رہتے ہیں، ان کی علمی مدد کی جائے، یہ سب سے بڑی خدمت ہوگی۔

جماعت رضائے مصطفےٰ اور منظر اسلام، اعلیٰ حضرت و مفتی اعظم ہند اور تاج الشریعہ کی تعلیمی تدریسی اور فلاحی یادگار ہیں، ان کو عملی طور پر متحرک و فعال بنانے کی منصوبہ بندی کی جائے (بطور خاص جماعت رضائے مصطفےٰ کو) گزشتہ دو سالوں میں ہم نے ان حوالے سے اتنے مشورے پڑھے کہ حیرت ہوئی۔ اب مشورہ نہیں، اقدام اور عمل کی ضرورت ہے۔

حدیث پاک کہ ''اخیر زمانے میں دین کا کام بھی درہم و دینار سے ہوگا'' کو خاص پس منظر میں ہم کب تک دیکھتے اور پیش کرتے رہیں گے؟ وہ کام جس کو مکمل ہونے سے پہلے، کرنے کے نام پر اور مکمل ہونے کے بعد، ہوجانے کے نام پر عقیدت مندوں سے تعاون ملتا ہے، اس میں سے کام کرنے والوں کو بطور مختانہ، دینے کی منصوبہ بندی کیوں نہیں ہوتی؟

جماعت کے بے شمار مخلص اور کارآمد علمائے کرام نالاں ہیں کہ ہم دن رات مطالعہ کر کے، کتابیں خرید کر، ذاتی خرچ پر سفر کر کے تحریر و تقریر میں جان ڈالتے ہیں تو بھی ہم صرف اتنی سی نذر و نیاز کے مستحق قرار پاتے ہیں کہ ''ماشاء اللہ! آپ دین کی خدمت کر رہے ہیں، کرتے رہیں'' لیکن اسی کام اور اسی موضوع پر قصے کہانیوں اور نعرے بازیوں کے ساتھ کوئی تقریر کر لیتا ہے تو سفر سے پہلے زادِ سفر مل جاتا ہے، پہنچنے پر آؤ! بھگت ہوتی ہے اور پھر رخصت ہوتے وقت بھی نذر، آنے بند نہیں ہوتے۔ یہ دوہرا غیر متوازن معیار نہایت غلط ہے جس کی وجہ سے بہت سے کام کے علمائے کرام نے اپنی راہ بدل لی ہے اور اپنی دنیا دوسری بنالی ہے۔ اعلیٰ حضرت کے دس نکاتی فارمولے پر لکھتے اور مذاکرہ و مباحثہ کرتے ہوئے اس پہلو پر غور کرلیا جائے تو جشن صد سالہ کے اثرات، اگلی پوری صدی پر پوری طرح سایہ کیے رہیں گے۔

اس سلسلے کا دوسرا پہلو، یہ ہے کہ جماعتی گروہ بندیوں، علاقائی حد بندیوں اور مشربی ترجیحات کے مرگھٹ پر کارآمد علمائے کرام کی سماجی اور فلاحی خدمات کو قربان نہ کیا جائے، آپ کی اپنی ترجیحی حد بندی اپنی جگہ لیکن ان کی حوصلہ افزائی میں کنجوسی اور تنگ نظری کا مظاہرہ نہ کریں۔

دہلی شریف کے ایک تازہ ترین رسالہ ماہ نامہ ''پیغام شریعت'' نے بیسویں صدی کے عظیم مصنف اعلیٰ حضرت کے جشن صد سالہ پر ''مصنف اعظم نمبر'' کے لیے جو منصوبہ بندی کی ہے، اس کا علمی اور عملی تعاون کیا جائے، اس کی اہمیت و افادیت سے آپ کو آگاہ کرنے کے لئے ہم ان کا ''منصوبہ نامہ'' پیش کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے موضوعات دیکھ لیں پھر افادیت بتاتے ہیں اور طریقہ کار بھی۔

موضوعات:

(۱) علم تفسیر قرآن (۲) علم حدیث (۳) علم اصول حدیث (۴) علم الجرح و التعدیل (۵) علم اسماء الرجال (۶) علم الفقہ و الفتاویٰ (۷) علم اصول الفقہ (۸) علم الفرائض (۹) علم العقائد والکلام (۱۰) علم نحو و علم صرف (۱۱) علم البلاغۃ (معانی، بیان، بدیع)

(۱۲) علم منطق (۱۳) علم حکمت و فلسفہ (۱۴) علم مناظرہ (۱۵) علم جغرافیہ (۱۶) علم التجوید والقراءۃ (۱۷) علم التصوف والسلوک (۱۸) علم السیرۃ والشمائل النبویۃ (۱۹) علم التواریخ (۲۰) مناقب (۲۱) علم اللغۃ العربیۃ (نظم ونثر) (۲۲) علم اللغۃ الھندیۃ (نظم ونثر) (۲۳) علم اللغۃ الاردویۃ (نظم ونثر) (۲۴) علم اللغۃ الفارسیۃ (نظم ونثر) (۲۵) علم الطب والادویۃ (۲۶) علم العلاج الروحانی (۲۷) تشریح الاعضاء (۲۸) علم حساب (۲۹) علم جبر و مقابلہ (۳۰) ارثماطیقی و علم العدد (۳۱) علم الاعداد (۳۲) لوغارثمات

(۳۳) علم الھندسہ (جیومیٹری) (۳۴) علم الاوزان والمقادیر (۳۵) علم ہیئت (۳۶) زیجات (۳۷) علم التوقیت (۳۹) علم المناظر والمرایا (۴۰) علم تکسیر (۴۱) علم جفر (۴۲) علم الرمل (۴۳) علم زائچہ (۴۴) ارضیات (۴۵) طبعیات (۴۶) علم الحیاۃ Biology۔ (۴۷) کیمیا (۴۸) علم النباتات (۴۹) علم سیاسیات (۵۰) معاشیات (۵۱) علم صوتیات

پیغام شریعت دہلی کے اس خصوصی شمارے کے مضامین کی نوعیت، طریقہ کار، ترتیب اور عناصر اس طرح ہیں:

مقالہ دو حصوں پر مشتمل ہوگا (۱) فن کا تعارف (۲) فن سے متعلق اعلیٰ حضرت کے افکار اور خدمات۔

عناصر: فن کی تاریخ: (۱) فن کی تعریف، موضوع اور غرض وغایت اور اہمیت (۲) فن کی تاریخ: آغاز اور فروغ (۳) فن کے ماہرین کا اجمالی تذکرہ (۴) فن کی اہم کتابوں کا اجمالی تذکرہ

فن سے متعلق امام احمد رضا قدس سرہ کے افکار و کارنامے:

(۱) اُس فن میں اعلیٰ حضرت کی مہارت (۲) اس فن میں خدمات: مستقل تصنیفات ہوں تو اُن کا تذکرہ، مستقل فتاویٰ ہوں تو اُن کا تذکرہ، یا کسی تصنیف میں ضمناً بحث فرمائی ہو تو اُس کا خلاصہ۔ ماہرین فن کی ابحاث پر بحث ونقد کا خلاصہ، فن سے متعلق آپ کی بخشیں جو آپ کی تحقیقات سے ہیں اُن کا خلاصہ۔ فن سے متعلق کوئی تذکرہ آپ کے ملفوظ میں ہو یا حدائق بخشش کے اشعار میں ضمناً ذکر ہو تو انھیں بھی ذکر کیا جائے۔

اپنے مضامین کو معیاری بنانے کے لئے مضمون نگاروں سے درخواست بھی کی گئی ہے کہ پورا مضمون اردو زبان میں ہوگا، جس میں عربی انگلش کسی دوسری زبان کی آمیزش محض بقدر ضرورت ہو۔ دوسری زبانوں کے اقتباسات بھی مختصر ہوں تا کہ زبان کی سلاست باقی رہے۔ اگر طویل اقتباس لینے کی ضرورت ہو اُس کے اردو ترجمہ پر اکتفا کیا جائے اور ساتھ میں ماتوجماً لکھ کر حوالہ دے دیا جائے۔ غیر متعلقہ تفصیلات سے اجتناب کرتے ہوئے پورے مضمون میں موضوع پر ہی بحث کو مرکوز رکھا جائے۔ ہر بات باحوالہ ہونی چاہیے، اور حوالہ میں جلد باب صفحہ نمبر کے ساتھ مصنف کا نام اور مطبع کا ذکر ہو، موضوع سے متعلق اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کے استیعاب کی کوشش کی جائے، مضمون سیر حاصل ہو، اس کے لیے صفحات کی کوئی قید نہیں، پچیس تیس صفحات تک بھی لکھے جاسکتے ہیں۔

مزید تفصیل اور مواد کے لئے رابطہ کریں

Faizanulmustafa@yahoo.com

وانس اپ پر میسیج یا فون کریں: 18326067598

مجمع اسلامی ملت نگر مبارک پور کے نگراں اور بانی رکن مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب نے ''تجاویز بابت جشن صد سالہ امام احمد رضا (۱۴۳۹ھ)'' کے عنوان سے کئی مشورے دیے ہیں اُن کا یہ مشورہ بعینہٖ آپ کے حوالے ہے، پھر آگے بات کرتے ہیں:

''حیات اعلیٰ حضرت از فتاویٰ رضویہ والملفوظ (یعنی ان دو اہم مصادر سے حیات اعلیٰ حضرت کے گوشوں کو تلاش کر کے مرتب کرنا)

فتاویٰ رضویہ، قدیم کی مکمل تصحیح کے بعد اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ حدائق بخشش اول، دوم کی فرہنگ سازی اور اشاریہ اعلام کی ترتیب۔ رسائل امام احمد رضا (عربی) کی یکجا طباعت واشاعت۔

○ مقالات رضا بابت شعروشاعری

○ مقالات رضا بابت فقہی بصیرت

○ مقالات رضا دیگر موضوعات پر

جو شائع شدہ رسائل وکتب میں موجود ہیں۔

امام احمد رضا کے بارے میں ارباب علم و دانش کی آرا کی موضوعات ترتیب اور اشاعت کا اہتمام۔

خلفائے اعلیٰ حضرت کی مفصل ترتیب وتدوین واشاعت۔

قلمی فتاویٰ رضویہ کی حفاظت اور فوٹو کاپی کا انتظام۔

اعلیٰ حضرت کی قلمی کتابوں کی حفاظت، قلمی **مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید**، کلکتہ میں جناب الحاج مقبول انصاری کے پاس موجود ہے اور قلمی حاشیہ **علیٰ زیج الایلخانی** مولانا مفتی جہاں گیر خاں فتح پوری علیہ الرحمہ (تال نرجا ضلع مئو، یوپی) کے پاس تھا جسے **المجمع الاسلامی** مبارک پور والوں نے ان سے لے کر فوٹو کاپی کے بعد اصل انھیں واپس کر دی۔ اس کا پتا لگا کر محفوظ کرنا بھی ایک اہم کام ہے۔

ملک کی سرکاری اور غیر سرکاری بڑی لائبریریوں میں فتاویٰ رضویہ وحیات اعلیٰ حضرت اور کنز الایمان کی ترسیل وتحفظ پر توجہ دی جائے۔ یہ بھی ایک اہم کام ہے۔ انگریزی، ہندی میں سوانح اعلیٰ حضرت (متوسط انداز کی) نہایت ضروری ہے۔

دائرۃ المعارف امام احمد رضا (خاکہ) از پروفیسر مسعود احمد نقشبندی کی اشاعت بھی ہونی چاہیے، تا کہ حیات اعلیٰ حضرت کی جہتیں اور اہم گوشے ہماری نگاہوں کے سامنے ہوں اور اس کی روشنی میں ہم آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

مرآۃ التصانیف (علمائے اہلِ سنت کی تصانیف ایک نظر میں) از مولانا حافظ عبد الستار سعیدی کی اشاعت بھی ایک اہم کام ہے، تاکہ کتابی دنیا میں ہمارے علما کی کوششیں ہمارے علم میں آسکیں، ہمیں ان سے عبرت ہو اور ان کی اشاعت کی فکر بھی۔ واضح ہو کہ مذکورہ کتاب میں پاک و ہند کے اکثر علما کی تصانیف کا اختصار کے ساتھ ذکر ہے بلکہ کوشش کی جائے تو یہ فہرست اور طویل و ضخیم بھی ہو سکتی ہے۔

ماہر رضویات، ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد نقشبندی علیہ الرحمہ کے جو مضامین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے متعلق دست یاب ہوں، انھیں یکجا ایک یا کئی جلدوں میں شائع کیا جائے۔ انھوں نے اپنی حیات ہی میں یہ سلسلہ جاری کیا تھا "آئینہ رضویات" کے نام سے غالباً چار قسطیں شائع بھی کرا دی تھیں۔ اس سلسلے کی تجدید اور اس میں اضافے کا کام اہمیت کا حامل ہے۔ کسی ادارے کو اُس کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

مختلف عنوانات کے تحت مضامین رضویات کی اشاعت ہو (غالباً یہ کام فاضل جلیل مولانا محمد حنیف خاں بریلوی کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس میں انھیں کامیابی عطا فرمائے۔ (آمین)

خانوادہ اعلیٰ حضرت کی اہم شخصیات پر بھی سوانحی مضامین اور خدمات کا تعارف مرتب ہو کر شائع ہونا چاہیے۔

دانشوران ہند و بیرون ہند کو اعلیٰ حضرت پر کتابیں فراہم کر کے ان سے تاثرات لینا۔ تفصیلی اشاریہ فتاویٰ رضویہ کی اشاعت۔ اشاریہ مقالات امام احمد رضا کی اشاعت۔" (مولانا) محمد عبد المبین نعمانی

رضا اکیڈمی کے روح رواں الحاج محمد سعید نوری سے خط و کتابت میں ایک دوسرے کو جو مشورے ہماری طرف سے دیے ہیں، اسے بھی جشن صد سالہ کے حوالے سے محفوظ کر لیں:

ارباب اہل سنت و جماعت: آج 26 جولائی 2018 سے جشن صد سالہ امام احمد رضا کے ٹھیک 100 دن باقی رہ گئے ہیں، یاد رہے۔ اپنی تیاریوں کا جائزہ لیں اور منصوبہ بندی کے تحت یادگار بنانے کی کوشش کریں۔ حکمت عملی کے تحت تقسیم کار پر عمل درآمد کی ضرورت ہے۔ سواد اعظم اہل سنت بریلوی جماعت، مسلک اعلیٰ حضرت کی سو سالہ تاریخ کا علمی، ادبی، مذہبی اور فقہی خدمات کے اعتراف و اظہار کے ساتھ رفاہی، فلاحی، اقتصادی، سماجی اور سیاسی قیادت و اقدامات کا خلاصہ بھی پیش کریں اور اگلی صدیوں کو نقیب و نگہبان بنانے کے لئے مطبوعہ تاریخ کو ہندوستان کی مرکزی لائبریریوں، کتب خانوں اور مراکز میں دستیاب کرائیں، یہ سب سے بڑی خدمت ہوگی۔

جلسے جلوس تو ہم کرتے ہی ہیں اور عرس بھی ہم ہی مناتے ہیں اور مناتے رہیں گے لیکن آج سے طے کریں کہ تحریر و تقریر اور خطاب میں سیمینار، سمپوزیم اور کانفرنس میں پیغام اعلیٰ حضرت کو صدیوں کی ضرورت بنا کر دلیلوں سے پیش کریں گے۔

عقیدت ہماری شناخت ہے، یہ پونجی ہاتھ سے نہیں جانے والی، عقیدتوں کے ہجوم میں ہماری حقیقت گم نہ ہو جائے، خیال رکھیں!

روحانی نسبتیں ہماری حرارت وحمیت کے ایمانی ڈور ہیں، وہ نہیں ٹوٹنے والی، اس لئے روحانی نسبتوں کے علمی و عملی ڈور کو ٹوٹنے نہ دیں، بہت کچھ ٹوٹ پھوٹ چکا ہے، تسلیم والی بات کریں، تردید کو مسترد کر دیں اور تردید اپنوں کی نہ کریں لیکن جنہوں نے اسلامی تعلیمات اور ترجیحات کی تردید کی ہے اُن کی تردید نہ کرنا بہت بڑی بھول ہوگی۔

دین اسلام جغرافیائی روایات کو تسلیم کرتا ہے لیکن یہ سماجی روایتوں کا دین و مذہب نہیں، آسمانی مذہب ہے۔

دین اسلام انسانی زندگی کی ضرورتوں اور حاجتوں کو تسلیم کرتا ہے لیکن غیر اسلامی ضرورتوں اور حاجتوں کی تائید نہیں کرتا بلکہ دین فطری ہے اور انسانوں کی فطری ضرورت و حاجت کی تشریحی و تحلیلی وکالت کرتا ہے۔ اب اگر انسان کا دماغ اسلام کی اس نظریاتی روح کو تسلیم نہ کرے تو دین قصوروار نہیں، انسان قصوروار ہے۔

اعلیٰ حضرت اور تمام علمائے دین، مجدد دین اسلام اسی فطری دین و مذہب کے عالم و فقیہ و مفتی تھے، قاضی اور معلم تھے۔ انہوں نے اپنے عالم دین ہونے کی ذمے داری پوری کی۔ اب ممکن ہے کہ اپنی ضرورتوں کے اختلاف کے سبب اُن کے فتاوی اور تصریحات سے کسی کو اختلاف ہو۔ یاد رہے کہ اختلاف کرنے والے اور اختلاف کی راہ تلاش کرنے والے "جشن صد سالہ امام احمد رضا" کا موضوع نہ بن جائیں۔ ہمیں یہاں اعلیٰ حضرت کے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے انسانی مزاج کی زمینی تفہیم پر چلنا چاہیے کہ چھوٹی لکیر کے سامنے بڑی لکیر کھینچ دیں تو چھوٹی لکیر کا وجود ہماری نظروں میں نہیں رہ

جاتا۔ اسی صوفیانہ اصول کے تحت ہم کام کریں اور تعارف و تشہیر، اظہار و اعتراف اور تبلیغ و ترسیل پر توجہ دیں۔ اس طرح سے اعلیٰ حضرت کی عالمانہ خدمات، فقیہانہ کارنامے اور مجددانہ اقدامات کے تلے اختلافات اور مخالفین کے سبھی دستاویز دفن ہو جائیں گے، بس شرط ہے صبر واستقامت کے ساتھ اثبات واستقلال کی۔

فتاویٰ رضویہ (مرتبہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی) اور کنز الایمان ترجمہ قرآن کے تین سو عدد کے خریدار بھی تیار کریں جو ہندوستان کی 47 سینٹرل، 367 صوبائی، 123 ڈیمڈ یعنی خود مختار نیم سرکاری اور 282 پرائیویٹ یونیورسٹیوں کی لائبریریوں میں جمع کرا سکیں، یہ جشن صد سالہ کی بہت بڑی کامیابی ہوگی، مشورہ کرلیں۔

جشن صد سالہ کی بریلی شریف میں ہونے والی سبھی تقریبات کی منصوبہ بندی بھی کر لی جائے کہ کس وقت کس اجلاس میں کس موضوع پر کون خطاب کرے گا، کہاں اور کب کس کے ہاتھوں سے ایوارڈ دیا جائے گا (وغیرہ) صد سالہ عرس کا مرکزی میڈیا انچارج اردو، ہندی، انگریزی، عربی اور فارسی کون کون ہوگا، طے کر لیا جائے۔

ایک برکاتی مشورہ کہ جشن صد سالہ میں بذات خود شرکت کے تمنائی تو سبھی ہوں گے لیکن ہندو پاک بنگلہ دیش کے سو منتخب علمائے کرام اور مشائخ طریقت کو خانقاہ رضویہ کی طرف سے باضابطہ دعوت دی جائے، یہ وہ علماء ہوں جنہوں نے سو، الگ الگ موضوعات پر اپنی ذاتی دلچسپی کی بنیاد پر کام کیا ہے چاہے انہوں نے اپنے خاندانی علماء ومشائخ کی دینی سماجی اور فلاحی خدمات پر ہی کیوں نہ کام کیا ہو۔ اس سے رضویات پر کام کرنے والوں کا تعلق نہیں ہوگا۔ یہ کام یہ اعلان کرتے ہوئے کیا جانا چاہئے کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے دس نکاتی فارمولے کو زندہ کیا ہے اور اس پر خاموشی سے کام کیا ہے۔

دوسرا مشورہ کہ ہندوستان کی سو تنظیموں اور تحریکوں (انجمن اکیڈمی کمیٹی وغیرہ) کو منتخب کریں اور علاقائی اور تنظیمی دائرۂ کار کے مطابق سو کام طے کیا جائے اور سب میں ایک ایک تقسیم کر دیا جائے جیسے اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب "تدبیر فلاح وبہبود" والی، تمہید ایمان یا مزارات پر عورتوں کی حاضری (مثلاً) کی اردو فلاں تنظیم، ہندی فلاں تنظیم اور انگریزی فلاں تنظیم چھپوائے گی، اس طرح سے پوری جماعت اہل سنت جشن صد سالہ امام احمد رضا کی تقریبات میں عملی طور پر باضابطہ شریک ہو جائے گی اور کام ایسا ہوگا کہ "صدی یادگار" ہو جائے گی۔

یہ مشورہ ہم براہ راست بھی دے سکتے اور ماہ نامہ کنز الایمان میں عام بھی کر سکتے ہیں لیکن رضا اکیڈمی جیسی بڑی تحریک وتنظیم اور حاجی محمد سعید نوری و مفتی محمد حنیف بریلوی جیسے حضرات کہتے اور کرتے ہیں تو دم دار ہو جائے گی اور کامیابی ممکن ہو جاتی ہے۔

من کی بات نہیں، دل کی بات کی ہے ہم نے

علمائے اہل سنت کی تصانیف کا تعارفی تفصیلی اشاریہ "مرآت تصانیف" کے مصنف مولانا عبدالستار سعیدی پاکستان کو "اعلیٰ حضرت ایوارڈ" سے نوازیں، جیسے وہ "حافظ ملت ایوارڈ" سے نوازتی ہے۔ پروفیسر مسعود احمد نقشبندی نے "جہان امام ربانی" کے طرز پر "جہان امام احمد رضا" لکھنے کا جو خاکہ بنایا تھا، اس کے لئے ابھی سے عملی مجلس بنا دی جائے اور کام کی نوعیت کے مطابق مالی تعاون کا انتظام کر دیا جائے۔ پروفیسر مسعود صاحب کی ایک کام کی تکمیل حضرت مولانا محمد حنیف بریلوی صاحب کر رہے ہیں، ان کا عملی تعاون کیا جانا چاہئے۔

ایک بات جو ہم نے تین چار بڑے حضرات سے کہی ہے اور آپ سے اس لئے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے سمندر میں اعلیٰ حضرت کا عرس منایا ہے اور ہیلی کاپٹر سے پھولوں کا نذرانہ پیش کیا ہے یا پھر کرایا ہے تو آپ کے لئے بآسانی ممکن ہے کہ بریلی شریف میں گلیوں سے باہر جیسے اسلامیہ کالج وغیرہ میں "اعلیٰ حضرت لٹریچر گیلری" بننا چاہیے جس میں اعلیٰ حضرت کی کتابوں اور فتاویٰ کے قلمی نسخے اور شہ پارے، نشانیاں اور سبھی کتابوں کے اولین نسخے سلیقے سے رکھے ہوں اور ہاتھ لگائے بغیر بغور دیکھنے اور زیارت کرنے میں آسانی ہو۔

یہ کام امام احمد رضا اکیڈمی جیسے اداروں کے لئے مشکل نہیں جنہوں نے المجتلی العروس سے بوسیدہ کرم خوردہ قلمی نسخے خوب صورت انداز میں طبع کرائے ہیں۔ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید اور فتاویٰ رضویہ کی اصل کی حفاظت کرنے اور کارآمد بنا کر منظر عام پر لانے والے اشرفی دار الاشاعت اور مجمع اسلامی مبارک پور جیسے اداروں کے لئے اس سلسلے میں تعاون کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔

تاج الشریعہ نمبر میں "جشن صد سالہ اعلیٰ حضرت" کو یادگار بنانے کی طرف ہم نے دانستہ اس لئے توجہ دلائی ہے کہ اگر جشن صد

سالہ کی منصوبہ بندی میں مابعد اعلیٰ کی فہرست میں حضرت تاج الشریعہ اور معاصر بریلوی علمائے اہل سنت کی خدمات کا تعارف کرانا بھی شامل ہے تو عرس چہلم کے موقع پر ہونے والے کام کو ''مابعد اعلیٰ حضرت'' کا باب سمجھ لیا جائے اور پھر باقی ابواب پر کام کیا جائے۔

ساتھ ہی اعلیٰ حضرت اور تاج الشریعہ کے نام پر ہونے والی محفلوں پر نظر رکھی جائے کہ بدزبانی، بدلفاظی اور بدمزگی کا دانستہ مظاہرہ نہ کیا جائے اور پھر بھونڈے جملوں پر سبحان اللہ، الحمدللہ اور نعرۂ تکبیر ورسالت کی پاکیزگی کو نثار نہ کیا جائے۔ یہ غیرت نہیں، بے غیرتی ہوگی کہ ہم بد زبانی اور بدلفاظی کریں اور سبحان اور یارسول اللہ کی آواز بلند کرائیں۔

ایک تازہ ترین واقعہ ہے کہ کسی رحمت عالم کانفرنس میں ایک صاحب نے بدتمیزی اور بدزبانی کا جو مظاہرہ کیا ہے، اسے آپ غیرت کا نمونہ کہیں گے؟ بستی بستی قریہ قریہ، علم کا سورج فیض کا دریا

نجدی کے لئے لوہے کا سریہ...... آپ نے بھی سنا ہے؟

آیا بلاوا مکہ ہے۔ نجدی ہکا بکا ہے۔ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے سیاست اور حکومت کی داخلی اور خارجی پالیسی کی ہوا بھی نہیں لگی ہے۔ جس حکومت نے کبھی تاج الشریعہ کو گرفتار کیا پھر واپس ہندوستان بھیج دیا، وہی اگر غسل کعبہ کی دعوت دیتی ہے تو کیا سمجھتے ہیں کہ اس نے توبہ کرلیا ہے؟ یہ خارجی سیاست ہے اور پھر لفاظی کا مطلب یہ نہیں کہ رحمت عالم کانفرنس کی توہین کی جائے جیسے یہاں کی گئی ہے۔

ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب ہماری عوام اور ملک وملت کے لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ فلاں بزرگ کون تھے، کہاں کے تھے اور کیوں لوگ انھیں مانتے ہیں تو پھر اُن کے مخالفین پر پوری رات کی کانفرنس کیوں قربان کردی جاتی ہے؟

ہر جگہ ہم نے ایک ہی روش اور خود ساختہ سنت پر عمل کیا ہے، سیرت کی محفل میں بھی ہم اپنے نبی کی روشن حیات پر بات نہیں کرتے بلکہ اس سے زیادہ گستاخان رسول پر دم لگادیتے ہیں اور بہت اہتمام سے ابوجہل کے مذہب ومسلک پر گھنٹوں خطاب کرتے ہیں حالاں کہ ایک دو سال سے سیرت النبی پر خطیبوں اور شاعری کی دعوت اور تاریخ لینے کی تیاری اور کانفرنس کی وصولی ہورہی ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسجد کی رقم، مدرسے میں نہیں لگائی جاسکتی، زکوٰۃ کی رقم مدرسے کی بجائے اسکول کی تعمیر میں نہیں لگائی جاسکتی تو پھر رحمت عالم اور سیرت رسول کانفرنس کی رقم ابوجہل اور گستاخ نبی کے لئے کیوں برباد کی جائے گی؟

حضرت تاج الشریعہ کے تاج پر ایک سطحی خطیب کی لفاظی پر ہمیں یہ خیال آیا کہ لفظوں کی عقیدت مندانہ جذباتی جنت میں رہنے والے حضرات کی معلومات میں اضافہ کردیا جائے۔

۲۵ ویں شب ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۷ راگست ۲۰۱۸ء کو منعقد ''محفل مناقب تاج الشریعہ'' کے لئے جاری ایک اسٹیکر سے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ تاج الشریعہ کا تاج کب سے وجود میں آیا۔

تاج تاج الشریعہ کی تاریخ: ۱۱ر دسمبر ۲۰۱۱ء کو الحاج محمد اویس رضوی ہیرا کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ حضرت تاج الشریعہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۷ ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ) کے لقب ''تاج الشریعہ'' کی مناسبت سے کوئی ایسا تاج بنایا جائے جسے دیکھ کر ہی سمجھ میں آجائے کہ حضرت تاج الشریعہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا تذکرہ ہے۔ انھوں نے اپنے بھائی الحاج محمد سہیل رضوی روکاڑیا کے پاس اپنا خیال پیش کیا جس پر انھوں نے کہا کہ صرف تاج نہیں بلکہ اس میں حضرت کے القابات بھی ہوں پھر یہ دونوں حضرات رضا آفسیٹ ممبئی پہنچے اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ وہاں الحاج محمد سعید نوری، الحاج محمد صدیق رضوی اور مولانا محمد اسلم رضا مصباحی کے ساتھ میٹنگ ہوئی، القابات لکھے گئے اور الحاج محمد عارف رضوی نے ایک نئے انداز کے تاج کی ڈیزائننگ کروائی جسے جناب محمود شیخ کاتب صاحب نے اپنے حسن کتابت اور تزئین کاری سے مزین کیا پھر سید شاہ نواز برکاتی نے خوب خوب محنت کرکے تاج کو پیارا سے پیارا بنایا۔ تاج کا پہلا اسٹیکر بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) کی تعداد میں چھپ کر عرس رضوی ۲۵ صفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰ جنوری ۲۰۱۲ء کو منظر عام پر آیا پھر اس کے بعد جو یہ تاج کا سلسلہ چلا تو چلتا ہی رہا ہے اور آج گھر گھر یہ تاج مقبول ومشتہر ہوگیا ہے۔''

(تفصیلات موصولہ بذریعہ واٹس ایپ الحاج محمد سعید نوری)

اُس تاج کے اوپر ایک شعر لکھا ہے کہ

تاج دارِ دو عالم کا صدقہ ہے یہ
ازہری تاج گھر گھر جو مقبول ہے

اس کے بعد بارہ القاب وخطاب ''مفتی محقق، مفسر، محدث، مدبر، مفکر، شیخ طریقت، مرشد کامل، افقہ الفقہاء، قاضی القضاۃ، سلطان الفقہاء، زبدۃ المتقین'' اور دو مقام ومناصب وارث علوم اعلیٰ حضرت،

جانشین حضرت مفتی اعظم ہند" لکھے ہوئے ہیں پھر نام لکھا ہوا ہے۔ حضرت علامہ محمد اختر رضا قادری ازہری پھر" فیضان تاج الشریعہ زندہ باد" لکھا ہوا ہے۔ یہ منظر ہم نے اس لئے پیش کردیا ہے تاکہ تاج کو صرف تاج والی ٹوپی سمجھنے والے حضرات کو معلوم ہوجائے کہ یہ محض تاج نہیں بلکہ تاج والے عالم دین کا پورا تعارف بھی ہے جو بے شماروں کے سروں کے تاج رہے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ کے وصال پر مثبت و منفی منظر نامے کو تفصیل سے لکھنا ضروری نہیں سمجھتے لیکن ہندوستان کے ایک قومی (اردو) اخبار کے مدیر نے اپنا جو، اداریہ لکھا ہے، اسے پڑھ لیں ہمارا موقف واضح ہوجائے گا جس کی سرخی ہے: ایک عالم دین کی موت پر مسلکی بدتمیزیاں؟

"پانچ دن قبل خاندان اعلیٰ حضرت کے چشم و چراغ حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری عرف ازہری میاں (جن کو اُن کے معتقدین "تاج الشریعہ" کے نام سے مخاطب کرتے ہیں) کا انتقال ہوگیا۔ عام طور پر ہوتا ہے کہ کسی بھی عالم دین کی موت پر بیشتر لوگ مسلک اور مکتب سے اوپر اٹھ کر اظہار تعزیت کرتے ہیں اور جو لوگ تعزیت نہیں بھی کرتے، وہ خاموش رہنے کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن مجھے یہ دیکھ کر نہایت افسوس ہوا کہ اتنے بڑے عالم دین کی موت پر رنج و غم کا اظہار کرنے کے بجائے کچھ لوگوں نے سوشل میڈیا پر مسلکی کبڈی کھیلنا شروع کردی۔ مسلکی بغض میں مبتلا کئی لوگ اتنے اندھے ہوگئے کہ انھوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اس عظیم انسان نے مصر کی الازہر یونی ورسٹی سے تعلیم حاصل کی تھی اور "ازہری میاں" کہلائے جانے والے اس عالم دین کو ازہر یونیورسٹی نے نہ صرف یہ کہ گولڈ میڈل دیا بلکہ "فخر ازہر" کا خطاب بھی دیا۔

اتنے جید عالم دین کی وفات حسرت آیات پر کیا تمام مسلمانوں کا یہ فرض نہیں تھا کہ اُس وقت وہ مسلک کے مباحثوں سے اوپر اٹھ کر اُن کے عقیدت مندوں اور چاہنے والوں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتے؟ کیا اپنے مسلکی تعصب کی روٹیاں سینکنے کا یہی وقت تھا؟ اس سے پہلے میں نے نہ تو اس قسم کے مباحثے کسی عالم کی موت کے وقت دیکھے، نہ سنے تھے۔ کیا ہم سب کسی موقع پر بھی مسلک اور مکتب سے اوپر اٹھ کر نہیں سوچ سکتے؟

مجھے تو حیرانی اس بات پر ہوئی کہ سوشل میڈیا پر کچھ فتنہ پرور عناصر نے تاج الشریعہ کے بارے میں اتنی تکلیف دہ باتیں لکھیں کہ بریلی (شہر) میں نقض امن کا خطرہ پیدا ہوگیا، پولیس کو دو ایسے لوگوں کو گرفتار کرنا پڑا جنھوں نے توہین آمیز پوسٹ ڈالی تھیں۔

ادھر خود کو ازہری میاں کا عقیدت مند کہنے والے کچھ لوگ نماز جنازہ کی تصاویر کے ساتھ جو جملے لکھ رہے تھے، ان کو پڑھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ لوگ بھی نماز جنازہ میں آ ٹرنے والے اس انبوہ کثیر کو مسلکی نفرتیں پھیلانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

ذرا سوچئے ایک طرف تو گئو رکھشک بے گناہ مسلمانوں کو تہہ تیغ کرنے میں لگے ہیں، لو جہاد کے نام پر نفرتیں پھیلائی جارہی ہیں، تو اقلیتی فرقے کے لوگوں کو دھمکیاں دی جارہی ہیں، مسلسل یہ کوشش کی جارہی ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دور کیا جائے، فرقہ پرست ٹولیاں ملک کا شیرازہ درہم برہم کرنے میں لگی ہیں۔

دوسری طرف ہم اُن تمام حالات سے بے پروا اپنی صفوں کو منتشر کرنے میں لگے ہیں۔ ہم مسلکی بحث شروع کرنے کے لیے ہر دن نیا بہانہ ڈھونڈ رہے ہیں؟ ایک طرف تین طلاق اور حلالہ کے معاملات آئے دن اٹھ رہے ہیں، خواتین پر مظالم کے نام پر اسلام کو بدنام کرنے کی سوچی سمجھی مہم چل رہی ہے اور دوسری طرف ہم ان سب معاملات سے بے نیاز اپنے اندر چھپے مسلکی بغض کو نکال نکال کر "سوشل میڈیا کے کوڑے دان کو عطر دان" سمجھ کر اُس میں سمو رہے ہیں۔

ہم سب جانتے ہیں کہ شیعہ سنی کے نام پر تفرقہ ڈالنے کے لیے کتنے لوگوں کو مسلمانوں کے درمیان مامور کیا گیا ہے۔ کتنے لوگوں کو صرف اس کام پر لگایا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں میں تفرقہ پھیلا کر اُن کو کمزور کریں مگر ہماری عقلوں پر نہ جانے کون سا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے کہ ہم کو نظر ہی نہیں آتا کہ پردے کے اُس پار کیا ہے۔ اس وقت عالم یہ ہے کہ کوئی بھی نیوز چینل کھول کر دیکھیے وہ مسلمانوں کی اصلاح کرنے کے نام پر مسلمانوں کے دامن کو داغدار کرنے میں لگا ملے گا، ہر دن کوئی نیا معاملہ ہماری صفوں سے نکال کر میڈیا والے لے آتے ہیں اور ہم نہ جانے کس پتھر کے بنے ہیں کہ اُس پر گرنے والے کسی لوہے کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا، ہم تو میدان میں اسی وقت اترتے ہیں جب ہمارے مسلک پر آنچ آتی ہے۔"

ooo

z.barkati@gmail.com

55735
107/063
18279

یادگار بنے چودھویں صدی کے مجدد کا جشن صد سالہ

(مولانا) محمد عبدالمبین نعمانی*

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی علمی جلالت اور دینی خدمات کا ڈنکا آج چہار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ آپ نے دین حق کی پاسبانی کا عظیم فریضہ انجام دے کر اسلامیان ہند کے ایمان و عقیدے کو تحفظ فراہم کیا۔ ورنہ بدعقیدگی کا طوفان معلوم نہیں امت مسلمہ کو ضلالت و گمراہی کے کس گڑھے میں جا گراتا۔ متعدد گمراہ جماعتیں اور الحاد پیشہ افراد ہر چہار جانب سے مسلمانوں کو اپنے دامن تزویر میں پھانس رہے تھے۔ مشکل یہ تھی کہ ہر ایک اسلام ہی کا نام لیتا اور اصلاح و ہدایت ہی کا دعویٰ کرتا تھا، ایسے نازک وقت میں برصغیر (ہندو پاک، بنگلہ دیش) میں دین کے احیا اور تجدید کا کام کر کے امام احمد رضا ہی نے بروقت مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچایا۔ انھیں اسلاف و بزرگانِ دین کے مسلکِ حق پر قائم رہنے کی تلقین کی اور نئے نئے فتنوں سے بچایا۔ صدیوں سے چلے آرہے مراسم و معمولات اہل سنت کو شرک و بدعت سے تعبیر کرنے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، جائز مراسم کی پشت پر دلائل کا انبار لگا دیا، اور واقعی جو رسمیں غلط اور ناجائز تھیں ان کے خلاف کھل کر قلم اٹھایا اور ان کا رد بلیغ کیا۔

حق کو حق اور باطل کو باطل بتایا، اور اس راہ میں کسی لومت لائم (کسی ملامت کرنے والے کی ملامت) کی ہرگز پروا نہیں کی۔ اپنوں کا بھی کچھ لحاظ نہیں کیا کہ الدین النصح لکل مسلم کا تقاضا ہی یہی تھا، کہ اپنوں کو بھی غلط راستے سے بچا کر ہدایت کا راستہ دکھایا جائے۔ ایسے موقعوں پر اپنوں کا لحاظ و خیال کرنا، انھیں ان کی گمراہی پر چھوڑ دینا اور اپنے کو ملامت سے بچانا کچھ خیر خواہی نہیں، آپ نے اپنے اس عمل سے اپنوں کی بھی رہنمائی فرمائی اور معاندین اہل سنت کو بھی ان کے گھر تک پہنچایا۔ اس لیے علمائے عرب و عجم نے آپ کو "چودھویں صدی کا مجدد" قرار دیا۔

مجدد اسی کو کہتے ہیں جو دین کو اپنے عہد میں تحفظ فراہم کرے اور باطل افکار و نظریات کا قلع قمع کرے اور اس راہ میں اپنے اندر کوئی کمی اور کمزوری نہ محسوس کرے۔ آج ہم اسلامیان ہند ہی نہیں پوری دنیا کے خوش عقیدہ مسلمان امام موصوف کے فضل و کمال اور ان کی دینی خدمات کے معترف ہیں اور ممنون احسان بھی۔

آج بریلی شریف میں تو اعلیٰ حضرت کا یوم وصال منایا ہی جاتا ہے۔ ہند و پاک کے مختلف شہروں میں جشن رضا کی دھوم مچتی ہے بلکہ اب تو یورپ و امریکہ اور دنیا کے مختلف براعظموں میں بھی یاد رضا منائی جارہی ہے جو امام عشق و محبت کے مقبول بارگاہ رسالت ہونے کی بین دلیل ہے کیوں کہ آپ نے پوری دنیا کو زندگی بھر سرکار مدینہ سرور قلب و سینہ ﷺ کے عشق و محبت کا جام پلایا۔ مخلوق خدا کو غلامی مصطفیٰ کا درس دیا، اس لیے آپ کے کلام نثر و نظم میں ایسا لگتا ہے کہ عشق رسول کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ہر عاشق رسول کے لیے عشق رسالت ہی سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس قیمتی سرمایے کو خوب خوب بانٹا جس سے سارا عالم سرمست و سرشار ہو اٹھا۔ بس یہی وجہ ہے کہ ہر طرف ؏

کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ اسی لیے امام عشق و محبت اپنے ایمان افروز کلام میں فرماتے ہیں:

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

اب ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کے فکر و فن اور ان کے فضل و کمال کو مزید عالم آشکارا کیا جائے۔ آپ کی تصانیف اور آپ کی حیات و خدمات پر مشتمل کتابوں کو عربی، انگریزی اور دنیا کی مختلف زبانوں میں طبع کرایا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ عصر حاضر میں اس محسن اہل سنت و مجدد دین و ملت کی بارگاہ میں یہ سب سے بہترین

خراج عقیدت ہے تاکہ جو، اب تک نہیں جان سکے ہیں وہ جانیں اور جو کسی غلط فہمی کے شکار ہیں وہ حقائق سے آگاہ ہوں اور معاندین کے پھیلائے ہوئے غلط پروپیگنڈوں کا ازالہ بھی ہو۔

اس سلسلے میں دردمندان اہل سنت سے گزارش ہے کہ

ارشادات اعلیٰ حضرت (از: راقم سطور نعمانی)

تعلیمات اعلیٰ حضرت (از: مولانا میکائیل ضیائی)

امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات (از: مولانا یٰسین اختر مصباحی)

فاضل بریلوی اور امور بدعت (از: سید محمد فاروق القادری)

امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات (از: نعمانی)

فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، رہبر و رہنما، اجالا، محدث بریلوی (از: پروفیسر محمد مسعود احمد نقشبندی)

اور ان جیسی دوسری تصانیف کو عام کیا جائے۔

ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ بدعقیدہ اور گمراہ جماعتوں نے جو گمراہ کن نظریات پھیلائے ہیں ان کی خوب تشہیر کی جائے تاکہ اہل سنت کے بھولے بھالے افراد جو اُن کی ظاہری دین داری دیکھ کر اُن سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس کا ازالہ کیا جا سکے، اس کے لیے ان چند کتابوں کی خوب اشاعت کی جائے:

(۱) المصباح الجدید (عقائد علمائے دیوبند، از: حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان) (۲) الحق المبین (از: غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہا الرحمہ) (۳) خون کے آنسو (از: پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ)

ان تین کتابوں کو کثیر تعداد میں چھپوا کر فروخت کیا جائے اور ہدیۃً بھی تقسیم کیا جائے اور ان میں سب سے اہم جو کتاب ہے ''تمہید ایمان بآیات قرآن'' جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ایمان و عقیدے کے اندر پختگی پیدا کرنے کے لیے قرآنی آیات کو سامنے رکھتے ہوئے تصنیف فرمایا ہے۔ افسوس کہ اس کتاب جیسی کچھ اشاعت ہونی چاہیے، اب تک نہ ہوئی۔

میری عقیدت مندان اعلیٰ حضرت سے اور امام رضا کے نام پر قائم ہونے والی اکیڈمیوں، تنظیموں اور اداروں سے گزارش ہے کہ اس ایمان افروز کتاب کو اردو، ہندی، گجراتی، بنگلہ اور انگریزی زبان میں ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں تقسیم کریں۔ آج نہ عقیدت کی کمی ہے اور نہ مال و دولت کی، بس صحیح سمت توجہ دینے کی کمی ہے۔ اگر اہل ثروت اور اہل عقیدت حضرات نے اس گزارش پر کان دھرا، کچھ کر گزرے تو میں سمجھتا ہوں کہ امام اہل سنت کی بارگاہ میں یہ سب سے بڑا خراج عقیدت اور سب سے بھاری فاتحہ ہوگا۔

اللہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں
فیضان محبت عام تو ہے، عرفان محبت عام نہیں

○○○

☆ بانی رکن و نگراں المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

محترم قارئین

یہ ماہانہ عام شمارہ ہے جس کی قیمت -/50 روپے ہے۔ اس میں مفسر اعظم ہند حضرت علامہ محمد ابراہیم رضا خاں بریلوی، حضرت تاج الشریعہ، امین شریعت حضرت مفتی عبدالواجد قادری اور محمود ملت حضرت مفتی محمود احمد رفاقتی پر مضامین اور تعزیتی تاثرات دیے گئے ہیں۔

تاج الشریعہ نمبر اس کے بعد منظر عام پر آ رہا ہے، اس کی قیمت -/100 روپے ہوگی اور صفحات 204 ہوں گے۔

رضوی کتاب گھر دہلی سے حاصل کریں

حیات تاج الشریعہ (قیمت -/140) کرامات تاج الشریعہ (قیمت -/120)

مؤلف: مولانا محمد شہاب الدین رضوی بریلوی

انوار قرآن

تاج الشریعہ کا تقویٰ اور تصلب فی الدین

محمد ہاشم قادری مصباحی*

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ (سورہ آل عمران 3، آیت 31)

ترجمہ: تم میرے فرمابردار بن جاؤ اللہ تمھیں دوست رکھے گا۔ اس آیت کریمہ نے فیصلہ کر دیا کہ جو شخص اللہ سے محبت کا دعویٰ کرے تو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے۔ اس کے اعمال، افعال، عقائد، فرمان نبوی ﷺ کے مطابق نہ ہوں، طریقہ نبوی پر کاربند نہ ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں" جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو، وہ مردود ہے" اسی لئے ارشاد نبوی ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھنے کے دعوے میں سچے ہو تو میری سنتوں پر عمل کرو، اس وقت تمہاری چاہت سے زیادہ اللہ تمھیں دے گا یعنی وہ خود تمھارا چاہنے والا ہو جائے گا۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں، لطف (مزہ) اس وقت ہے کہ اللہ تجھے چاہنے لگ جائے۔

شہزادہ مفسر اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خان عرف جیلانی علیہ الرحمہ و جانشین حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان عرف مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ علامہ مفتی ازہری میاں معروف بتاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ کی نماز جنازہ میں بے شمار لوگ حاضر ہوئے، بیرونِ ملک و عالم اسلام کی عبقری (کارہائے نمایہ سرانجام دینے والا) شخصیتیں تشریف لائیں اور ہندوستان کی ہر خانقاہ کے بزرگ، جید علماء، مبلغ، مفکر، سجادہ نشین حضرات بھی شریک ہوئے۔

صدق دل سے سوچیں تو یہ آپ کی کرامت بھی مانی جاسکتی ہے کہ آپ نے اپنے وصال پر سبھی کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ اللہ والوں کو منجانب اللہ مقبولیت ملتی ہے اور یہ مقبولیت ان کی محبوبیت کی دلیل ہے۔

حضرت تاج الشریعہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (اور پیر و مرشد) مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں کے علوم کے وارث و امین اور ان کے جانشین تھے۔ آپ صحیح معنوں میں نائب رسول اور وارث انبیاء تھے۔ علم قرآن، علم حدیث، علم فقہ، اور دیگر علوم و فنون میں تبحر اور کئی زبانوں کے ماہر تھے، عربی، فارسی، اور انگریزی زبان لکھنے اور بولنے میں دسترس رکھتے تھے۔ وہ علم شریعت اور علم طریقت کے سنگم تھے۔ اسی لئے شریعت پر چلنے والے بھی آپ کے شیدائی اور طریقت کو اپنانے والے بھی آپ کے فدائی ہیں۔ اس کی واضح دلیل ہے کہ پوری دنیا میں آپ کے مریدین کی تعداد لگ بھگ کروڑوں تک ہے۔ بریلی شریف میں آپ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے لاکھوں لاکھ مسلمانوں کا اکٹھا ہونا اور پوری دنیا میں آپ کے ایصال ثواب کے لیے، مجالسِ دعا منعقد ہونا، آپ کے پیر طریقت، رہبر شریعت، ولی کامل اور قطب عالم ہونے کی دلیل ہے۔

آپ کی رحلت بلاشبہ عالم اسلام کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے (بہر حال موت تو برحق ہے) آپ کی وفات سے (ناچیز راقم) اور پورا عالم اسلام سوگ وار ورنج وغم میں ہے۔ ایسے ہی موقع کے لیے فرمایا گیا ہے: مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ عالم کی موت ایک عالم (دنیا) کی موت ہے۔ یہ زبردست خلا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ خلا کیسے اور کب پر ہوگا۔

تفقہ فی الدین: تاج الشریعہ کی جولانیاں ونکات دیکھنا ہو تو آپ کے فتاویٰ کو ملاحظہ فرمائیں، آپ کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں (۱) ٹائی کا مسئلہ (۲) آثار قیامت، (۳) تین طلاقوں کا شرعی حکم مسئلہ (وغیرہ) بلاشبہ اللہ رب العزت کی عطا سے ہی یہ دولت آپ کو ملی تھی۔ تفقہ فی الدین ایک ایسا اثاثہ ہے کہ اس جوہر کو ہر دل کی تجوری میں مقفل نہیں کیا جاتا، نہ ہی اس کا رشتہ کسب وحصول کے تانے بانے سے جڑا ہے۔ تفقہ فی الدین کا تعلق مشیت ایزدی سے وابستہ ہے۔ مَنْ یُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر احسان اور بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے تفقہ فی الدین کے گوہر

سے مالا مال فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث 71، مسلم 1037)

آپ کی کتاب ''حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر'' اور ثنائی کا مسئلہ، اہل علم ضرور مطالعہ فرمائیں آپ کے فقہی اور علمی استدلال آپ کو عش عش کرنے پر مجبور کر دیں گے، مقالہ میں ساری باتیں لکھنا مشکل ہے اس کے لیے کتاب کی ضرورت ہے، اہل علم اس پر توجہ دیں اور کاوش فرمائیں، اکابر کی بارگاہ میں خراج پیش فرمائیں۔

تاج الشریعہ اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو سب سے پہلے 1979 میں دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، وہیں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا، اس کے بعد متعدد بار ملاقات کا شرف ملتا رہا۔ تقریباً ہر جگہ تاج الشریعہ سے بھی ملاقات ہوتی رہی۔ دوران طالب علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں دو ملاقاتیں ہوئیں پھر بریلی شریف میں کئی بار پھر شہر آہن جمشید پور میں تین ملاقاتیں تاریخی کانفرنس کنز الایمان کانفرنس میں ہوئیں۔ کنز الایمان کانفرنس حضرت مولانا مبین الھدیٰ مصباحی نے کرائی تھی، ناچیز راقم بھی اس میں پیش پیش تھا۔ تاج الشریعہ سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع میسر ہوا۔ تقریباً ہر سال ایک یا دو بار بریلی شریف کی حاضری ہوتی رہی ہے اور ہمیشہ تاج الشریعہ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل رہا۔ کئی واقعات قلم بند کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاج الشریعہ کے تفقہ فی الدین کا ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

راقم کا آبائی وطن قصبہ مورانواں، ضلع اناؤ، یوپی ہے جہاں قدیم تاریخی مدرسہ ضیاء الاسلام و یتیم خانہ قائم ہے جو کہ تقریباً 90 سالوں سے چل رہا ہے مدرسہ و یتیم خانہ، ضلع اناؤ تو کیا یوپی کے نامی گرامی بلکہ ہندوستان کے پرانے مدرسوں و یتیم خانوں میں سے ایک ہے۔ الحمد للہ! آج بھی شان و شوکت سے چل رہا ہے جس کی بنیاد حاجی عبد الوحید رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی، چلایا پھر آپ کے بعد ان کے قریبی رشتے دار کوتوال صاحب نے چلایا۔ ان کے بعد، آج ملک کے مشہور عالم دین و مفتی کانپور اور مدرس احسن المدارس کانپور محمد حنیف برکاتی کے نانا حضرت مولوی دلاور حسین صاحب نے تقریباً 30 سال چلایا۔ انتہائی نیک شریف پابند صوم و صلاۃ، بہت ایمان دار، چہرہ نورانی چمکتا دمکتا ہوا بہترین مشفق استاد پیار سے پڑھاتے۔ ناچیز کا املا درست کرانے میں آپ کی محبت بھری کاوش شامل ہے 45 سال گزر جانے کے بعد بھی ان کے میٹھے بول، مشفقانہ تنبیہ اور پاکیزہ تعلیم و تربیت کی یادیں بالکل تازہ ہیں۔ پابندی نماز کا اثر انھیں کی محبت بھری نصیحت و کاوش کا نتیجہ ہے۔ اب ایسے نیک اور طالب علم کے خیر خواہ استاد کہاں، دور دور تک دھندلا دکھائی دیتا ہے الا ماشاء اللہ۔

حضرت مولانا بدر عالم مصباحی علامہ بدر القادری (حال مقیم ایمسٹرڈم ہالینڈ جو دار العلوم ضیاء الاسلام و یتیم خانہ میں مدرس رہ چکے ہیں)، نے ماہ نامہ اشرفیہ کے ایک شمارے میں لکھا ہے کہ مولوی دلاور حسین کے جنازہ میں اتنی بھیڑ تھی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اطراف کے سارے گاؤں کے لوگ جنازہ میں شامل ہوئے تھے (جبکہ وہ موبائل کا زمانہ نہیں تھا) یہ ان کی مقبولیت کی دلیل تھی، قرآن کریم میں ہے: وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا۔ ان کا باپ صالح نیک شخص تھا، جس کی نیکی کی برکت سے اللہ نے ان کی اولاد کی مدد فرمائی۔ باپ کی نیکی کا بدلہ اولاد کو بھی دیا، اللہ کا کرم ہی ہے کہ آج مفتی محمد حنیف القادری مفتی کانپور سلمہٗ کو اللہ نے نوازا ہے۔ پورے ملک میں اہلسنت والجماعت، دین حق کی اشاعت و تبلیغ میں لگے ہیں۔ بات کچھ آگے چلی گئی، پر یہ بھی ضروری تھا۔

مدرسہ ضیاء الاسلام و یتیم خانہ کی جدید بلڈنگ ''دار العلوم ضیاء الاسلام'' کا سنگ بنیاد رکھنے شہزادہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ مورانواں تشریف لائے تو ایک عجیب واقعہ پیش آ گیا، ہوا یوں کہ حضرت کو لانے میں رئیس ہندوستان، ہندوستان ٹرانسپورٹ کے مالک جناب محمد رفیق خاں اور ان کے خسر محترم حاجی معظم خاں اور مولانا ڈاکٹر محمد قاسم خان، حضرت مولانا برکت اللہ نانپاروی اور حضرت مفتی رجب علی نانپاروی کا ہاتھ تھا۔ جمعہ کا دن تھا، حاجی معظم خاں مفتی اعظم ہند کو اپنے گھر تحصیل پور وہ لے جانا چاہ رہے تھے، دیہات میں جمعہ کا مسئلہ چھیڑ کر فائدہ اٹھانا چاہ رہے تھے۔ سرکار حضور مفتی اعظم نے فرمایا کہ میں جہاں جس کام کے لیے آیا ہوں وہیں لے چلو۔ آپ مورانواں تشریف لائے، مورانواں میں جمعہ زمانہ قدیم سے قائم تھا جمعہ کی نماز ہوتی تھی۔ آپ نے جمعہ پڑھا پھر آپ نے شریعت مطہرہ کا مسئلہ بتایا کہ یہاں جمعہ قائم ہے تو جمعہ کی نماز ہوتی رہے گی لیکن آپ حضرات ظہر کی نماز بھی باجماعت ادا کریں چنانچہ ظہر کی نماز بھی باجماعت ادا کی گئی اور یہ سلسلہ تقریباً 3 سال تک چلا۔ دیو بندیوں،

جماعت اسلامی والوں نے ہنگامہ برپا کردیا۔

بعد جمعہ دار العلوم ضیاء الاسلام کی جدید بلڈنگ کی بنیاد 8 شوال المکرم 1394ھ بمطابق 25 اکتوبر دن جمعہ 1974 مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور حضرت تاج الشریعہ ودیگر علمائے کرام کے مقدس دست مبارک سے رکھی گئی۔ سنگ بنیاد رکھنے والے دن ہی، رات بعد نماز عشا جلسہ تھا۔ پورے اطراف کے گاؤں کے لوگ حتیٰ کہ شہر سے بھی لوگ آئے تھے۔ ناچیز نے مورانواں میں اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد قاسم خان مصباحی نے تلاوت قرآن کریم سے جلسے کا آغاز کیا پھر حضرت مولانا برکت اللہ نانپاروی نے جمعہ کی جماعت کے مسائل بتائے (جو مدرسہ ضیاء الاسلام ویتیم خانہ کے مدرس تھے) پھر حضرت مفتی رجب علی نانپاروی نے بیان فرمایا۔

اس کے بعد بحکم حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حضرت ازہری میاں قبلہ نے براہین ودلائل سے جمعہ قائم ہونے کے مسائل بیان فرمائے (کاش وہ تقریر ریکارڈ ہوتی تو کیا بات ہوتی) پورا مجمع پر سکون انداز میں تاج الشریعہ کا بیان سن رہا تھا۔ بیچ میں ناچیز اور مولوی محمد وارث عرف منیم مولی صاحب نعرہ تکبیر کی صدا لگاتے تو پورا مجمع بھی لگاتا، پورا قصبہ دہل جاتا، صبح پورے اطراف کے برادران وطن (ہندو) آئے حضرت کی زیارت کی، مشہور کروڑ پتی ہندو ''چندن سنار'' بھی آیا اور مفتی اعظم ہند کی زیارت کی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت کے جانے کے بعد اس نے اسلام قبول کرنے کا اظہار کیا تھا، کیوں نہ ہوا، معلوم نہ ہو۔ یہ بات ہمیں مراد علی صاحب عرف مرادی بڑے ابّا نے بتائی تھی۔ تاج الشریعہ کے کیا کہنے میرے جیسا کم علم آدمی بھی لکھے تو کم از کم سو پیج کی کتاب لکھ دے ان شاء اللہ۔ افسوس وسائل کی کمی صحت کی گڑبڑی آڑے آتی ہے جو کچھ لکھا، اللہ قبول کرلے بڑی سرکار کی بات ہی نرالی ہے۔

تاج الشریعہ کا تصلب فی الدین تصلب فی الدین اوصاف حمیدہ میں سے ہے، یہ وہ عظیم وصف ہے جو مرد مومن کو بہت سے درجات ومناصب جلیلہ سے معراج کمال اللہ ورسول ﷺ کی محبوبیت تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ۔ (سورہ حم سجدہ 41، آیت 30) ترجمہ: بیشک وہ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو اُس جنت پر جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

حدیث پاک میں ہے: من أحب للہ و ابغض للہ واعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان (مشکوۃ شریف، حدیث 30) جس نے اللہ کے لئے بغض رکھا، اللہ کے لئے دیا، اللہ کے لئے روک رکھا، تو اس نے ایمان کامل کرلیا۔

تصلب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں سخت، محکم اور مضبوط ہونا۔ یہ صُلب سے مشتق ہے۔ صُلب ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں وہ مادہ اور نطفہ جس سے انسان کی تخلیق ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ۔ (سورہ طارق 86، آیت 7) ترجمہ: وہ ریڑھ کی ہڈی اور سینے کی پسلیوں کے بیچ سے نکلتا ہے۔ اور ہڈی چونکہ ایک سخت چیز ہے خاص کر ریڑھ کی ہڈی، اس لئے تصلب کے معنیٰ اسی مناسبت سے سختی، شدت، مضبوطی اور استحکام کے ہیں۔

تصلب فی الدین کا مطلب: دین میں تصلب کا مفہوم ہے سختی، مضبوطی کے ساتھ تاعمر اپنے دین پر قائم رہنا، اپنے دین کے علاوہ تمام ادیان کو غلط، باطل اور خلاف حق جاننا اور اپنے قول وفعل سے یہی ظاہر کرنا۔ ہر وہ نظریہ وعقیدہ جو دین اسلام کے خلاف ہو اُس سے کنارہ کشی اور دوری اختیار کرنا، دین اسلام کے احکام پر مضبوطی سے قائم رہنا۔ دین اسلام کی ترقی اور خوش حالی دیکھ کر خوش ہونا، اس کی تنزلی اور بربادی دیکھ کر غمگین اور رنجیدہ ہونا۔ یہی، تصلب فی الدین ہے، اسی کو حضرت تاج الشریعہ کے دادا حضرت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں:

دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے، اُٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

اللہ کے جتنے بھی مقدس وبرگزیدہ بندے ہیں خواہ خلفائے راشدین کی جماعت ہو یا صحابۂ کرام، تابعین کی جماعت ہو یا صالحین کی یا ربانی علما کی جماعت ہو یا اقطاب واغواث اور اولیائے عارفین کی سبھی تصلب فی الدین اور اعلان علی الحق کے وصف جمیل سے متصف اور

آراستہ رہے ہیں، دین کے دشمنوں اور بدمذہبوں نے جب بھی دین اسلام میں قطع وبرید کرنے اور مسلمانوں کے عقیدے پر شب خون مارنے کی ناپاک کوشش کی تو مردان حق نے بغیر کسی پس وپیش کے مومنانہ فراست اور مجاہدانہ ہمت کے ساتھ خود میدان عمل میں کود کر دین اسلام کی حفاظت فرمائی ہے۔ سرزمین بریلی شریف میں خانوادہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔

حضرت مفسر اعظم حضرت مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی میاں، حضرت حجۃ الاسلام ہوں، حضرت ریحان ملت ہوں، ایمرجنسی کے دور میں نس بندی کے خلاف فتویٰ دینا "نس بندی حرام حرام حرام ہے۔ قانونِ الٰہی نہیں بدلتا حکومتیں بدل جاتی ہیں" یا حضرت تاج الشریعہ ہوں، ہر زمانے میں نئے نئے فتنوں نے جنم لیا لیکن اللہ کے ان بندوں نے ان کا منہ توڑ جواب دیا اور اللہ کی مخلوق کی رہنمائی فرمائی۔ سیکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ اعلائے کلمۃ الحق وتصلب فی الدین کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

1945ء کی بات ہے حضرت مفتی اعظم ہند حج وزیارت کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ ادھر نجدی حکومت نے پوری دنیا سے آئے ہوئے لاکھوں حجاج کرام پر حج وزیارت کا ٹیکس (Tax) لگادیا، زرخرید نجدی علماء نے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ ظلم وجبر واستبداد کو مدنظر رکھتے ہوئے، علمائے حرمین شریفین رخصت پر عمل کر کے خاموش رہے، لیکن مجدد اسلام امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مفتی اعظم ہند سے خاموش نہ رہا گیا، آپ کی غیرت ایمانی بھڑک اٹھی، اعلائے کلمۃ الحق کے لیے آپ نے فوراً قلم اٹھایا اور میدان عمل میں آگئے اور آپ نے دارالافتاء کی چہار دیواری کے اندر نہیں بلکہ ظالموں کے ملک میں بیٹھ کر اُس کے خلاف فتویٰ صادر فرمایا اور دنیا کو بتایا کہ تصلب فی الدین کیا ہے؟ نجدی حکومت لرز گئی اور ٹیکس کی واپسی کا اعلان کردیا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت کے فتویٰ کو علمائے حرمین شریفین نے مطالعہ فرمایا اور متفقہ طور پر فرمایا: إنّ ھٰذا إلا العالم مفتی اعظم۔ تصلب فی الدین کو امام وقت، شیخ الہند والحرم تسلیم فرمایا اور بطور تبرک قرآن وحدیث وفقہ کی سلاسل کی اجازتیں لیں اور اپنے آپ کو مفتی اعظم کے زمرۂ تلامذہ میں داخل کرنے پر فخر فرمایا۔

کلمہ حق کے اظہار اور خلاف شرع باتوں کے رد بلیغ کرنے میں کسی سے ڈرنا اور دبنا، یہ اعلیٰ حضرت کے خانوادے کی فطرت کے خلاف رہا ہے اور آگے بھی رہے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ) اسی لیے تاج الشریعہ نے بھی ہمیشہ اٹھنے والے نئے نئے فتنوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ تصویر کا مسئلہ ہو یا ٹی۔ وی کا یا ٹائی کا (وغیرہ) آپ نے نہ صرف فتویٰ صادر فرمایا بلکہ کتابیں بھی تصنیف فرما کر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ بھی انجام دیا۔ ٹی۔ وی کے جواز کے سلسلے میں تاج الشریعہ کے پاس لوگ گئے اور بار بار تاویلیں پیش کیں کہ موجودہ زمانہ میں ٹی۔ وی کے ذریعہ اشاعت اسلام کا کام ہوگا۔ آپ نے کہا کہ استغفر اللہ! استغفر اللہ! آج پوری دنیا میں مذہب اسلام کے ماننے والوں کی تعداد ہر مذہب کے پیروکاروں سے زیادہ ہے۔ یہ سب صرف چودہ سو سالوں میں ہوا ہے، مذہب اسلام حق اور سچا ہے، خود بخود پھلتا پھولتا رہے گا، ٹی۔ وی کا محتاج رہا ہے نہ رہے گا۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ تصلب فی الدین کی تعلیم دی گئی ہے، صرف چند آیات کریمہ کے تراجم ملاحظہ فرمائیں:

(۱) سورہ فاتحہ جو قرآن مجید کی معظم سورہ اور قرآن کا خلاصہ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو دعا تعلیم فرمائی ہے ظاہر ہے کہ وہ دعاؤں میں سب سے افضل دعا ہوگی۔ اس میں فرمایا جاتا ہے: اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر تو نے غضب کیا، نہ بہکے ہوؤں کا۔ (سورہ فاتحہ، آیت 6,7)

ان کلمات میں واضح طور پر مخصوص ومحبوب بندوں کے پیچھے چلنے کی تلقین کی گئی ہے، وہیں جن سے اللہ ناراض ہے اور جن پر اس کا غضب (عذاب) نازل ہوا، ان سے نفرت و بیزاری و دوری اور علاحدگی کا سبق دیا گیا ہے اور یہ دونوں باتیں ہی دین میں تصلب کا دوسرا نام ہے۔ جس میں یہ جتنی زیادہ ہوں گی اتنا ہی زیادہ متصلب ہوگا، جس کو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے جتنی زیادہ محبت ہوگی اس کو اس کے دشمنوں سے اتنی ہی زیادہ نفرت ہوگی اور جس کو اللہ تعالیٰ کے

کے لوگ ہی نہیں بلکہ عرب وعجم میں کئی ملک کے لوگ مستفید ہوئے، آپ کے علم، اور تصلب فی الدین کو علماے عرب وعجم بلکہ علماے جامعہ ازہر، مصر نے بھی نگاہ تحسین سے دیکھنے کے ساتھ آپ کے اس وصف محمود کو سراہا۔

حضرت تاج الشریعہ اہل سنت وجماعت کے بے مثال رہنما تھے، آپ سنیت کی جان، آن بان شان تھے، آپ نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت اہل سنت وجماعت کے لیے وقف کردی تھی۔

انہی تمام اوصاف حمیدہ اور بے لوث قربانیوں ہی کی وجہ سے جب آپ کے دارِ فانی سے کوچ کرنے کی جانکاہ خبر ۲۰ / جولائی ۱۸ء کو بعد نمازِ مغرب عالم اسلام میں ہوا کی طرح پھیلی تو اہل سنت تو اہل سنت غیروں کی بھی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، دل اضطراب کا شکار ہوگئے لوگوں پر ایک لمحہ کے لیے سکتہ طاری ہوگیا۔ جب ہوش میں آئے تو پورے عالم اسلام سے علماے کرام اور پیران عظام تعزیتی خطوط بھیجنے لگے اور مختلف ممالک سے عوام وخواص سبھی لوگ آپ کی ایک جھلک دیکھنے اور آپ کے مبارک جنازہ میں شرکت کے لیے اپنے مرکز عقیدت بریلی شریف کا رخت سفر باندھ لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بریلی شریف میں سیلاب کی طرح لاکھوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوگئے، جدھر نظر دوڑائیے صرف انسانوں کے ہی سر نظر آرہے ہیں۔ بالآخر تمام محبین ومخلصین نے اپنے دلوں پر پتھر رکھ کر ۸ / ذو القعدہ ۳۹ھ مطابق ۲۲ / جولائی ۱۸ء بروزِ اتوار صبح ۱۱ / بجے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اپنی پرنم آنکھوں سے اس مردِ مجاہد اور مرد قلندر کو بریلی شریف کی سرزمین پر ازہری گیسٹ ہاؤس میں سپرد خاک کیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرما کر حضور ﷺ کا قرب عطا فرمائے، اہل سنت وجماعت کو آپ کا نعم البدل عطا کرے، آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا عسجد رضا خاں بریلوی صاحب قبلہ دام ظلہ، دیگر اہل خانہ اور اعزا واقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم سب کو عملی طور پر سچی محبت کرکے آپ کے نقش قدم پر چل کر دین وسنیت مسلک اعلیٰ حضرت کی بیش بہا خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

○○○

☆ خادم: مرکز تربیت افتا، اوجھاگنج، بستی، یوپی (انڈیا)
موبائل: 9936691051

علمی وفقہی عظمت اور جلالت کا منارہ گر گیا

خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے چشم وچراغ مرشد برحق استاذ العلماء مرجع الفقہاء آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، منبع رشد وہدایت، ناصر ملت تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر کلیجہ منہ کو آگیا، دماغ ماؤف ہوگیا، آنکھیں اشکبار ہوگئیں لیکن موت برحق ہے کس کو رستگاری ہے۔ اللہ حضرت کے درجات بلند فرمائے، انھیں فردوس میں آقا کا قرب عطا فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور امت مسلمہ آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

محمد رضاء المصطفیٰ برکاتی مصباحی خادم الافتاء والتدریس دار العلوم انجمن اسلامیہ پڈرونہ کشی نگر (یوپی)

ہم بھی اپنی زندگی کی سب سے بڑی نمازِ جنازہ میں شریک تھے

ہمارے پیر طریقت حضرت علامہ ازہری میاں قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کی خبر جب ہمیں ملی تو دل نے کہا کہ آپ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہونا خوش نصیبی ہوگی۔ دل کی مراد پوری ہوئی اور ہم حافظ وقاری انوار الحق مصباحی اور محمد ظہیر انصاری (برادرِ گرامی محمد ظفر الدین برکاتی) کے ہمراہ چند دیگر احباب کے ساتھ بریلی شریف پہنچ ہی گیا لیکن افراتفری اور مائک سے آواز نہ ملنے کی وجہ سے نمازِ جنازہ نہیں پڑھ سکے، البتہ فاتحہ خوانی کے بعد یہ سوچ کر واپس ہوگئے کہ ہم بھی اپنی زندگی کی سب سے بڑی نماز جنازہ میں شریک تھے۔

علی احمد القادری، استاد مدرسہ غوثیہ فیض العلوم، میہروا، کشی نگر (یوپی)

شرعی احکام

تاج الشریعہ کا رسالہ ''تین طلاقوں کا شرعی حکم''

محمد ولی اللہ قادری★

محترم ومکرم مولانا محمد ظفر الدین برکاتی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری کا وصال یقینی طور پر اہل سنت کا عظیم خسارہ ہے کہ تاج الشریعہ کی شخصیت اہل سنت وجماعت کے لیے نعمت غیر مرتقبہ کا درجہ رکھتی تھی۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ پروردگار حضرت کی آفاقی خدمات کو قبول فرمائے اور جملہ عوام اہل سنت بالخصوص ان کے مریدین ومعتقدین، وارثین کو صبر جمیل عطا فرمائے، اللہ پاک آپ کی مغفرت فرمائے اور درجات کو بلند کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

گزشتہ سال الجامعۃ الرضویہ مغل پورہ، پٹنہ سیٹی (بہار) کے زیر اہتمام بہار اردو اکادمی پٹنہ کے کانفرنس ہال میں تاج الشریعہ کی شخصیت اور خدمات پر ایک روزہ سیمینار منعقد ہوا تھا۔ اراکین کی خواہش اور حکم پر خاک سار نے ''تاج الشریعہ کا رسالہ تین طلاقوں کا شرعی حکم۔ ایک مطالعہ'' کے عنوان سے مضمون لکھا، مذکورہ سیمینار میں پڑھا بھی، لیکن اس کی اشاعت نہ ہو سکی۔ وہی مضمون آپ کی خدمت میں حاضر کر رہا ہوں۔ فی الحال اسی کو تاج الشریعہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت تصور کیا جائے۔ انشاء اللہ جلد ہی دوسرے موضوعات پر لکھوں گا۔ خط لکھنے کے دوران ہی حضرت مفتی عبد الواحد قادری مفتی اعظم ہالینڈ، امین شریعت ادارہ شرعیہ پٹنہ کے وصال کی خبر موصول ہوئی جس سے شدید غم ہوا۔ حضرت کی کرم فرمائیاں یاد آنے لگیں۔ مفتی عبد الواحد قادری علیہ الرحمہ کی خدمات وسیع ودقیع ہیں۔ انھوں نے متعدد طریقے سے مذہبی اور ادبی وملی خدمات انجام دیں۔ عنقریب حضرت پر بھی مضمون ارسال کروں گا۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وحدہ لاشریک مفتی صاحب کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین ثم آمین

اس غم کی گھڑی میں خاک سار اہل خانہ کے ساتھ ہے اور ان کے ورثا بالخصوص مفتی فیضان الرحمن سبحانی ازہری کو تعزیت پیش کرتا ہے۔

محمد ولی اللہ قادری 13 ذی قعدہ 1439ھ مطابق 27 جولائی 2018

تاج الشریعہ جیسی ہمہ گیر علمی وآفاقی شخصیت کا احاطہ کسی ایک مضمون میں ممکن نہیں، بایں سبب راقم الحروف نے اپنی گفتگو کا مرکز تاج الشریعہ کے ایک علمی رسالہ ''تین طلاقوں کا شرعی حکم'' کو بنایا ہے۔ اس نام سے دیگر علمائے اہل سنت کی کاوشیں ملتی ہیں، اس لیے عنوان میں ہی راقم نے واضح کر دیا کہ ہماری گفتگو تاج الشریعہ کے رسالہ پر ہی ہوگی۔ تاج الشریعہ کا متذکرہ رسالہ دراصل ایک استفتا کے جواب ہے جیسا کہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی کی تحریر سے واضح ہوتا ہے۔ رسالہ کے اختتام پر تاج الشریعہ کے دستخط کے نیچے حضرت مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ کا تصدیقی دستخط ہے، جس سے اس رسالے کی اہمیت خود بہ خود واضح ہو جاتی ہے۔ قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ کے دستخط کے ساتھ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ درج ہے، اس لحاظ سے یہ رسالہ ۲۶ سال قبل کی ایک علمی یادگار ہے اور تاج الشریعہ کی فقہی بصیرت وانفرادیت کو واضح کر رہا ہے۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی کی تحریر کے مطابق یہ رسالہ پہلی دفعہ ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔ مولانا رضوی ''حرف مدعا'' کے تحت لکھتے ہیں:

''۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء میں پاکستان سے غیر مقلد کا ایک کتابچہ اور اس کے ساتھ کچھ سوالات بغرض جواب جانشین مفتی اعظم کی خدمت میں آئے۔ آپ نے فوری طور پر جواب قلم بند فرما دیا۔ ان جوابات کو کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے، مگر افسوس کہ ذخیرہ ڈاک میں وہ سوالات گم ہو گئے۔ کافی تلاش وجستجو کے بعد بھی دستیاب نہ ہو سکے۔

ان سوالات کا لب لباب یہ ہے کہ، کیا بیک وقت تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی یا تین؟ کتابچہ میں غیر مقلدین نے لکھا کہ ’ایک ہی واقع ہوگی، جانشین مفتی اعظم نے مفصل ومدلل طور پر غیر مقلد کی بہتان طرازی، ذہنی اختراع، آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور متقدمین کی کتابوں سے کتر بیونت اور اس کی خیانتوں سے نقاب کشائی کی ہے۔‘‘ (ص ۳)

پیش نظر اقتباس سے کتاب کی وجہ تالیف واضح ہورہی ہے، مگر تاج الشریعہ اور تحقیق کے طالب علم کو حد درجہ افسوس ہورہا ہے کہ اہم سوالات کو بھلا دیا گیا۔ چار پانچ سالوں کے اندر میں تاج الشریعہ کے مستفتی کا جب یہ حشر ہوسکتا ہے تو یقیناً یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ محمد شہاب الدین رضوی قابل صد ستائش بایں وجہ ہیں کہ انہوں نے تاج الشریعہ کی ایک علمی یادگار کو محفوظ کرلیا، ورنہ سوالات کی طرح تاج الشریعہ کا جواب بھی نہ جانے کہاں چلا جاتا؟ مولانا رضوی کا یہ اقتباس ہمیں دعوت درس بھی دے رہا ہے کہ آج ہم تاج الشریعہ یا دیگر اکابر علمائے اہل سنت کی عقیدت کا جو دعویٰ کرتے ہیں وہ تحریری لحاظ سے غلط ہے۔ یہ تحریر دارافتاء کے نظام پر بھی سوالات کھڑے کررہی ہے۔ دارالافتاء میں سوال وجواب رجسٹر میں نقل کرنے کی جو، روایت اکابرین سے چلی آرہی ہے کیا یہ روایت ختم ہورہی ہے؟ اگر یہ روایت ختم ہورہی ہے تو ہماری جماعت کے لئے یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ مولانا رضوی کی تحریر پڑھنے کے بعد راقم الحروف یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ تاج الشریعہ کی زندگی میں ان کے مستفتی کی علمی تحریر کا یہ حال ہے تو تاج الشریعہ کے وصال کے بعد اُن کے عقیدت مند علما کی تحریری خدمات کا کیا حشر ہوگا، اس کا اللہ ہی محافظ ہے۔ بہرکیف بیس سالوں کے بعد متذکرہ رسالہ کا دوسرا ایڈیشن نومبر ۲۰۱۵ء میں منظر عام پر آیا۔ راقم الحرف کے پیش نظر یہی دوسرا ایڈیشن ہے، راقم اسی کے تناظر میں چند باتیں عرض کرنے کی جسارت کرے گا۔

۷۲ صفحات پر مشتمل اس رسالے کا آغاز صفحہ ۵ سے ہوتا ہے۔ اس سے قبل مولانا محمد شہاب الدین کا پیش لفظ بہ عنوان ’’حرف مدعا‘‘ ہے جو دو صفحات پر محیط ہے۔ اخیر میں بھی مولانا موصوف کا ایک مضمون تین صفحات کا احاطہ کرتا ہے۔ اس لحاظ سے تاج الشریعہ کی تحریر صفحہ ۵ سے صفحہ ۶۹ تک پھیلی ہوئی ہے اور اپنی علمی چمک اور فکری خوشبو سے قاری کے قلوب واذہان کو معطر کررہی ہے۔ یوں تو راقم الحروف جیسا کم علم تاج الشریعہ جیسی آفاقی شخصیت کی علمی تحریر بالخصوص رسالہ ’’تین طلاقوں کا شرعی حکم‘‘ جیسی خالص فقہی تحریر میں کسی طرح کی رائے پیش کرنے کا ہرگز اہل نہیں، لیکن اراکین سمینار اور تاج الشریعہ کی عقیدت نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے۔

تاج الشریعہ کے مذکورہ بالا رسالہ کے مطالعہ کے دوران حضرت کا اسلوب تحریر وتنقید ہمیں خاص طور سے متاثر کرتا ہے۔ حضرت کا اسلوب تحریر نہ صرف قابل تحسین ہے بلکہ قابل تقلید بھی۔ فی زمانہ مذہبی اور تنقیدی کتابیں شائع ہورہی ہیں، اس کے مطالعے کے بعد تاج الشریعہ کے اسلوب تحریر کی عصری معنویت اور اس کی ضرورت خود بہ خود واضح ہورہی ہے۔ پورے رسالے میں تاج الشریعہ نے غیر مقلدین کے نظریات کی زوردار خبر لی ہے، مگر مؤلف کتاب کا نام تک درج نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس کی ذات پر ایک جملہ لکھا ہے جب کہ اس کی بہتان طرازی اور غیر علمی اعتراضات کا ایسا محاسبہ فرمایا ہے کہ غیر مقلدین کو علم کا ذرہ برابر بھی پاس ہوگا تو تاج الشریعہ کے نتائج پر، جو قرآن وحدیث کے مطابق ہیں، رجوع کرنے میں دیر نہ ہوگی۔ تاج الشریعہ نے غیر مقلدین کا ہر طرح سے رد فرمانے کے باوجود مؤلف کتابچہ کو ’’صاحب‘‘ لکھا ہے۔ تاج لاشریعہ کے اِس انداز تخاطب سے جہاں خوشی ہوتی ہے وہیں ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے جنہوں نے علمی اختلافات کو ذاتیات پر کیچڑ اچھالنے کا ذریعہ سمجھ لیا ہے۔ اس سلسلے میں تاج الشریعہ کی عقیدت کا دم بھرنے والے اور ان کے نام پر اپنی دکان چلانے والے قلم کاروں کا رویہ بھی دل خراش ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تاج الشریعہ کے اسلوب تنقید کو نہ صرف اپنایا جائے بلکہ ان کو اپنانے کی تحریک چلائی جائے، اس سے اہل سنت کو بڑا فائدہ ہوگا اور عصر حاضر میں اہل سنت کے علما کے درمیان جو فروعی تنازع ہے، اس پر مکمل کنٹرول ہوسکے گا۔ ان شاء اللہ

تاج الشریعہ نے اپنے اس رسالے میں خاص علمی وفقہی گفتگو فرمائی ہے اور مخالفین کے ہر ایک اعتراض کا نہایت سنجیدگی اور متانت سے جواب رقم فرمایا ہے۔ علم تفسیر، علم حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے سلسلے میں تاج الشریعہ نے اپنی صلاحیت کا جو مظاہرہ کیا ہے وہ تاج الشریعہ، جیسے لقب کا جواز پیدا کررہا ہے۔ تاج الشریعہ نے یہاں

فقہائے اسلام کے ساتھ ابن قیم کے اقوال کو سامنے لاکر عصر حاضر کے غیر مقلدین کو آئینہ دکھایا ہے اور غیر مقلدین کے فکری تضاد کو بھی طشت ازبام کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ صحابہ کرام بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں کی گئی غیر مقلدین کی گستاخیوں کو بھی سامنے لادیا ہے۔ الزامی جواب کا رخ اختیار فرماتے ہوئے تاج الشریعہ نے غیر مقلدین سے جو سوالات طلب کیے ہیں وہ بہت خوب ہیں۔ غیر مقلدین سے تاج الشریعہ کے سوالات یہ ہیں:

(۱) حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اقدام کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا شریعت میں ناجائز تصرف کیوں ہے، حالانکہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہ تھے۔ الخ

(۲) جب آپ ہی کے بقول حضرت عمر خود اپنے دور خلافت میں نبوی فیصلے پر کاربند تھے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام (تین طلاق نافذ کرنا) حکم نبوی کے موافق ہے یا مخالف؟

(۳) حکم نبوی کے موافق ہے جیسا کہ اقرار غیر مقلد صاحب سے ظاہر ہے تو اسے نہ ماننا آپ تمام غیر مقلدوں کی حکم نبوی ﷺ سے سرتابی اور اجماع مسلمین کو توڑنا ہے کہ نہیں ہے اور ضرور ہے۔

(۴) مخالف ہے تو یہ امر کون سی حدیث صریح غیر محتمل تاویل سے معلوم ہوا۔

(۵) حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام حکم خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام کے مخالف تھا تو صحابہ نے انکار کیوں نہیں کیا؟

(۶) کیا اس تقدیر پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کی مخالفت کا طعن بلکہ تمام صحابہ پر یہ الزام آیا کہ نہیں؟ آیا اور ضرور آیا اور غیر مقلد صاحب نے جملہ صحابہ کو حکم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف پر اجماع کرنے والا ٹھہرادیا۔ (کیوں)

(۷) متعہ بھی عہد رسالت و دور خلافت صدیق میں حلال تھا پھر سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا اور تمام صحابہ نے مانا۔ کما مر عن فتح الباری۔ یہ اقدام بھی بہ ظاہر نبوی فیصل کے خلاف ہے، پھر غیر مقلد صاحبان ان کے اس اقدام کو اپنے مذہب کی دلیل بناتے ہیں۔ کیوں؟ (۴۹ و ص ۵۰)

تاج الشریعہ نے اپنے اس رسالے میں نکاح متعہ اور نکاح حلالہ پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔ دونوں کے سلسلے میں تاج الشریعہ نے جو توضیحات وتشریحات پیش کیے ہیں، وہ بہت کارآمد ہیں۔ تاج الشریعہ نے نکاح متعہ کے حرام ہونے پر ایسی معلوماتی گفتگو اور اہم نکات سے قاری کی ضیافت فرمائی ہے کہ اس سے ایمان وعقیدہ اور اعمال میں پاکیزگی آتی ہے۔ یہاں بھی تاج الشریعہ نے اپنی حدیثی وفقہی صلاحیت کا دریا بہاتے ہوئے غیر مقلدین کے دلائل کا، ایسا رد فرمایا ہے کہ غیر مقلدین کے دلائل کے اثرات سے قاری محفوظ ہوجاتا ہے۔ مثال کے طور پر تاج الشریعہ کی اس تحریر کی زیارت کریں:

"اپنے کتابچہ میں غیر مقلد صاحب نے جا بجا نکاح حلالہ کو مطلق حرام اور ابن قیم کے حوالے سے متعہ سے بدتر حرام کہا ہے اور اس دعویٰ میں نہ صرف قرآن کی پرواہ کی ہے اور نہ ہی احادیث صریحہ کا خیال کیا، اور کچھ احادیث ذکر کیں جن سے صراحتاً حرمت ثابت نہیں ہوئی، بلکہ ترمذی کی اس حدیث سے نکاح حلالہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لعن اللہ المحلل والمحلل لہ۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس پر جو عورت کو دوسرے کے لئے حلال کرے اور اس پر جس کے لئے حلال کی گئی۔ الفاظ حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی رو سے بھی نکاح حلالہ صحیح ہے۔ تو یہ حدیث آیت کریمہ اور دوسری احادیث کے معارض نہیں ہے اس لئے کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے شوہر ثانی کو محلل فرمایا یعنی حلال کرنے والا۔ یہ اس پر دلالت صریحہ ہے کہ دوسرے مرد سے نکاح صحیح ہے ورنہ اسے محلل نہ فرماتے۔ غایت درجہ یہ ہے کہ نکاح محض تحلیل کے ارادے سے کرنا برا ہے تو اس حدیث سے اس کی خساست وقباحت کا اظہار مراد ہے نہ کہ حقیقت لعنت مراد ہو۔" (ص ۶۵)

تاج الشریعہ اپنے افکار اور تنقید کو مزید باوقار بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کیا نہیں دیکھتے کہ حدیث میں فرمایا: ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ سب حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک مبغوض تر طلاق ہے۔ بالجملہ یہ حدیث نکاح حلالہ پر شاہد ہے جس طرح کہ دوسری حدیثیں اس پر نص ہیں اور اس سے حرمت نکاح حلالہ سمجھنا جہالت وضلالت ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے

کہ یہ فعل باوجود حلت شرعاً ناپسندیدہ ہے یا اس پر محمول ہے کہ زبان سے تحلیل کی شرط کرلی جائے۔" (ص۔۶۶)

مذکورہ بالا اقتباسات بار بار دعوت مطالعہ دے رہے ہیں اور تاج الشریعہ کی حدیثی وفقہی بصیرت کی شہادت پیش کر رہے ہیں۔ تاج الشریعہ نے غیر مقلدین کی سب سے بڑی دلیل کا اس عالمانہ وفاضلانہ انداز میں رد فرمایا ہے کہ غیر شعوری طور پر بھی اعلیٰ حضرت کا یہ شعر ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے اور برمحل بروقت قلم کا ہم دم ہو جاتا ہے ؎

وہ رضاؔ کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

تاج الشریعہ نے "تین طلاقوں کے شرعی حکم" میں کسی حدیث سے غیر مقلد کا رد نہیں کیا ہے بلکہ اس کی تشریح اور وقت ضرورت ایسی تاویل فرمائی ہے کہ پڑھنے کے بعد تاج الشریعہ کی عقیدت ہی کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ ان کی صلاحیت اور علمی شخصیت بھی آشکار ہوجاتی ہے۔ حضرت عمر بن نافع سے روایت کردہ حدیث (جو نکاح حلالہ پر دلیل ہے) ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یہاں سے ثابت ہوا کہ نکاح حلالہ نیت خیر وقصد اصلاح سے حرام نہیں بلکہ امر جائز وخوب ہے اور حدیث میں ذم کا محل وہی ہے جب کہ قصد محض حصول لذت کے بعد چھوڑ دینا اور حرمت اس صورت میں جب کہ وقت نکاح تحلیل کی شرط کرلے۔" (ص ۶۸)

حاصل کلام یہ کہ یہ رسالہ اپنے موضوع کا بھرپور احاطہ ہی نہیں کرتا ہے بلکہ اس موضوع پر علمی مواد کا ایک ذخیرہ ہے۔ "تین طلاقوں کا شرعی حکم" غیر مقلدین کو سنجیدگی سے اپنے نظریات (ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ماننا) سے رجوع کرنے پر مجبور کررہا ہے۔ البتہ کمپوزنگ کی غلطی اور پروف کی خامی نے اِس باوقار رسالے کا مزا پھیکا کردیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے آئندہ کے ایڈیشنوں میں اس بات پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ حضرت تاج الشریعہ کے عقیدت مندوں کی عقیدت مجروح نہ ہوجائے اور معاندین تاج الشریعہ کو کسی طرح کی شکایت کا موقع دستیاب نہ ہوسکے۔

☆☆☆

☆استاد شعبۂ اردو، گورنمنٹ انٹر کالج، (ضلع اسکول)
چھپرہ (بہار) 9852234311

نفس کی اقسام

نفس کی سات اقسام ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں (۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس ملہمہ (۴) نفس مطمئنہ (۵) نفس راضیہ (۶) نفس مرضیہ (۷) نفس کاملہ

نفس امارہ پہلا نفس ہے، یہ سب سے زیادہ گناہوں کی طرف مائل کرنے والا اور دنیاوی رغبتوں کی جانب کھینچ لے جانے والا ہے۔ ریاضت اور مجاہدہ سے اس کی برائی کے غلبہ کو کم کرکے جب انسان نفس امارہ کے دائرہ سے نکل آتا ہے تو لوامہ کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے۔ اِس مقام پر دل میں نور پیدا ہوجاتا ہے جو باطنی طور پر ہدایت کا باعث بنتا ہے۔ جب نفس لوامہ کا حامل انسان کسی گناہ یا زیادتی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو اس کا نفس اسے فوری طور پر سخت ملامت کرنے لگتا ہے اسی وجہ سے اسے لوامہ یعنی سخت ملامت کرنے والا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس نفس کی قسم کھائی ہے: وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ. میں نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہوں۔ (القیامۃ 2:75) تیسرا نفس نفس ملہمہ ہے۔ جب بندہ ملہمہ کے مقام پر فائز ہوتا ہے تو اُس کے داخلی نور کے فیض سے دل اور طبیعت میں نیکی اور تقویٰ کی رغبت پیدا ہوجاتی ہے۔ چوتھا نفس مطمئنہ جو بری خصلتوں سے بالکل پاک اور صاف ہوجاتا ہے اور حالت سکون واطمینان میں آجاتا ہے۔ یہ نفس بارگاہ الوہیت میں اس قدر محبوب ہے کہ حکم ہوتا ہے: يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ. "اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ (الفجر 89:27,28) یہ نفس مطمئنہ اولیاء اللہ کا نفس ہے، یہی ولایت صغریٰ کا مقام ہے۔

اس کے بعد نفس راضیہ، مرضیہ اور کاملہ یہ سب ہی نفس مطمئنہ کی اعلیٰ حالتیں اور صفتیں ہیں۔ اس مقام پر بندہ ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہتا ہے۔ اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے: ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (28) تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اُس کی مطلوب) فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ (29) پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہوجا۔ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ. (30) میری جنت (قربت ودیدار) میں داخل ہوجا۔ (الفجر 89:28)

غلام معین الدین امجدی، برکاتی بک سینٹر، بٹلہ ہاؤس اوکھلا، نئی دہلی۔25 9415467524,9718815274

فقہی مسائل

آنکھوں دیکھا، کانوں سنا مشاہدہ

محمد رضا مرکزی*

وہ محافل جو ہر جمعرات کو ازہری گیسٹ ہاؤس میں منعقد ہوتی تھیں۔ الحمدللہ! جامعۃ الرضا بریلی شریف کے میرے تعلیمی نو سال میں بے شمار مرتبہ اس محفل علم وفضل میں حاضری کا شرف راقم کو میسر آیا۔ راقم کے استاد ماسٹر عتیق شجاع ملک صاحب نعت پڑھنے کے لیے مجھے مائک دے دیتے اور حضرت تاج الشریعہ کی موجودگی میں کئی مرتبہ نعت خوانی کا شرف ملا۔

ہر جمعرات کو بے شمار لوگ مغرب کی نماز رضا مسجد میں ادا کر کے فوراً مہمان کھانے میں آکر بیٹھ جایا کرتے۔ انتظار رخ تاج الشریعہ ہوتا رہتا تھا۔ جیسے ہی آپ کی آمد ہوتی سب ادب سے کھڑے ہوجاتے۔ راقم کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ استقبالیہ نعرہ لگائے اور نہ ہی حضرت کی موجودگی میں کچھ پڑھنے کی لیکن کرم ہو جائے تو پھر کیا کہنا۔ مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ سرکار مفتی اعظم کا کلام ''کچھ ایسا کردے میرے کردگار آنکھوں میں'' پڑھ رہا تھا کہ حضرت تاج الشریعہ کی تشریف آوری ہوگئی۔ حضرت نے کیف آگیں انداز میں فرمایا ''پڑھو پڑھو'' اور ایک شعر ''وہ نور دے مرے پروردگار آنکھوں میں'' حضرت نے اس کی کئی بار تکرار کروائی اور اس وقت محفل پر رقت طاری ہوگئی جب حضرت خود اس شعر کو بار بار پڑھنے لگے اور ہم لوگ بھیگی پلکوں کے ساتھ حضرت کی آنکھوں کی طرف دیکھنے لگے اور یہ سوچنے لگے کہ ''بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے'' اس روحانی ماحول میں مسند رشد وہدایت پر رونق افروز علم وفن اور استقامت وعزیمت کا جبل شامخ پیکر حجۃ الاسلام کا سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوتا۔

ایسی ہی کئی علمی محافل کی ریکارڈنگ راقم الحروف کے پاس موبائل (آڈیو) میں محفوظ ہوگئی۔ آج ماضی کے جھروکوں سے اس کی یاد تازہ ہوگئی خیال آیا کہ اس حسین یاد میں آپ سب کو بھی شریک کرلوں لہٰذا ریکارڈ شدہ سوال وجواب ملاحظہ کریں اور تسلی بخش جواب دینے کا انداز دیکھیں۔ ہر طرح کے سوالوں کا جواب برجستہ اور فوراً دینا یہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ یہ محفل ابھی حضرت کے وصال سے چند سال قبل ہی سے سونی سونی ہوگئی تھی۔ اب تو آپ کی آخری آرام گاہ بھی وہاں ہے جہاں زندگی میں مخلوق خدا کی دادرسی فرمار ہے تھے اور اب آپ کا مزار مبارک قیامت تک متلاشیان حق کے دلوں کا قرار بن گیا ہے۔

مجھے ایک بات اور یاد آتی ہے حضرت تاج الشریعہ ہم لوگوں سے اکثر فرمایا کرتے کہ ''جب کوئی کتاب یاد نہ ہو یا سمجھنے میں دقت ہو تو صاحب کتاب کے مزار پر جاکر اس کو سمجھنے کی کوشش کرو، ان سے استعانت چاہو'' اور ہم لوگوں نے ایسا کیا اور الحمدللہ کامیاب بھی ہوئے۔ اب یہی قول مجھے بار بار رلا رہا ہے اور مضطرب و بے قرار کر رہا ہے کہ اب جو مسائل حل نہ ہوں تو ان کے حل کے لیے مزار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ پر جانا ہوگا۔ مجھے امید قوی ہے کہ جب دنیا میں انھوں نے فراموش نہیں کیا تو اب اور نوازیں گے، یہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی اپنے ساتھ رکھیں گے۔ ان شاء اللہ آمین

اب چند سوال جواب کے نمونے پڑھیے:

سوال: مردے کے غسل کے وقت اگر اس کے پیر قبلہ رو ہوں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کو اس طور پر لٹانا چاہیے کہ منھ اس کا قبلہ کی طرف ہو یا آسمان کی طرف ہو۔ قبلہ کی طرف (پیر کرکے) نہیں لٹانا چاہیے۔

سوال: مردے کو قبر میں کس طریقے سے تلقین کی جائے؟

جواب: تلقین شرعاً مستحب ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں اس کا ذکر فرمایا ہے کہ سب سے بہتر طریقہ جو اس زمانے میں رائج ہے اہل سنت وجماعت کے نزدیک کہ دفن کے بعد موذن اذان کہے یہ کلمات برکت ہیں کہ انھیں کلمات کو دنیا میں سنتے تھے اور عمل بھی کرتے تھے اور آج بھی اب اسی کو سن رہا ہے۔ جس عہد پر تم نے دینا کو چھوڑا یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

سوال: اشعری اور ماتریدی کیا ہیں؟

جواب: اشعری اور ماتریدی اہل سنت و جماعت کے دو گروپ ہیں، اسی کی مناسبت سے ماتریدیہ اور اشعریہ کیا جاتا ہے۔ اشعریہ امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تبارک وتعالیٰ اور ماتریدیہ امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔

سوال: جبرائیل علیہ السلام کا فرشتوں میں کیا مقام ہے؟

جواب: رسول ملائکہ میں سے ہیں جس طرح سے انسانوں میں رسول کا مرتبہ افضل ہے۔ رسول اس کو کہتے ہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی فرشتے کے ذریعے یا براہ راست دی یا اُس کے دل میں بات ڈال دی۔ رسول وہ عام انبیا سے افضل ہے۔

سوال: یہ جملے کہنا کیسا ہے؟ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ نماز روزے گلے پڑ گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اوپر والا کہنا۔ وغیرہ

جواب: اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ یعنی جب لوگ مرتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اللہ کو پیارا ہو گیا کہ اللہ نے اسے اٹھالیا اور یہاں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یہ بطورِ فعل حسن اور امید کے طور پر ہے کہ اس نے اس کو اٹھالیا۔ اب اللہ اس کی مغفرت فرمائے، یہ مراد ہوتا ہے۔ گئے نماز کو، روزے گلے پڑ گئے۔ اس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ نماز اور روزہ خالص اللہ کی عبادت ہے اس لئے ایسے جملے کہنے سے بچنا چاہیے۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ گئے تھے ایک کام کرنے، دو دو کرنا پڑ گیا۔ نماز اور روزہ کے بارے میں ایسا لفظ استعمال کرنا تو بالکل ہی غلط اور بے کار ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اوپر والا کہنا یہ جہت متعین کرنا ہے، یہ اللہ کی شان کے خلاف ہے۔

سوال: ہفتہ کے دن کو سنیچر کہنا کیسا ہے؟ **جواب:** لوگ سنیچر بھی کہتے ہیں اور ہفتہ بھی۔ اس میں بظاہر کوئی خرابی نہیں ہے۔

سوال: رات میں ناپاکی ہوگئی لیکن جسم پر ناپاکی نہیں لگی تو کیا غسل فرض ہوگا؟

جواب: غسل اُس صورت میں فرض ہوگا جب احتلام ہو، مادی منویہ خارج ہوا اور ایسے ہی احتلام یاد ہو، اور وہ کپڑے پر تری دیکھتا ہے تو احتیاطاً غسل کا حکم دیا جاتا ہے۔ تو غسل کرلے۔

سوال: عقیقہ کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ کیا ہے؟ کیا بچے کے والدین اس کو کھا سکتے ہیں؟

جواب: عقیقہ کے احکام وہی ہیں جو قربانی کے جانور کے ہیں اور اس کا طریقہ بہار شریعت وغیرہ میں موجود ہے۔ اس کے بھی تین حصے کیے جائیں۔ والدین بھی اپنے بچے کے عقیقے کا گوشت کھا سکتے ہیں۔

سوال: حضور ﷺ کے حسن و جمال کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب: حضور ﷺ کے حسن و جمال کے بارے میں۔ میں کیا عرض کروں۔ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے کچھ شعر پڑھو۔ اس سے پہلے مجھے حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اور حضرت جامی علیہ الرحمہ کے اشعار یاد آتے ہیں۔ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر عرض کیا

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

آپ ﷺ سے حسین تر کوئی دیکھا نہیں گیا۔ آپ ﷺ سا جمیل بھی کسی ماں نے نہیں جنا۔ ہر عیب سے بری آپ ﷺ کو پیدا کیا گیا۔ گویا آپ ﷺ کو ویسا ہی تخلیق کیا گیا جیسا آپ ﷺ نے چاہا۔

اور حضرت عبدالرحمن جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرِ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ: اے صاحب الجمال ﷺ اور اے انسانوں کے سردار ﷺ۔ آپ ﷺ کے رخِ انور سے چاند چمک اٹھا۔ آپ ﷺ کی ثنا کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ خدا کے بعد آپ ﷺ ہی بزرگ ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

سوال: ہندوستان میں انٹرنس لینا کیسا ہے؟

جواب: ہندوستان ہو انگلستان کہیں بھی انٹرنس یا کہیں کے بھی آج کل کے کافروں سے یہ معاملہ ہو کہ ایک روپیہ دے کر، دو روپیہ لے تو یہ سود نہیں اور دینے کا معاملہ یہ ہے کہ ان کو زیادہ روپیہ دینا ان کی مدد کرنا ہوگا، اگر چہ یہ بھی سود نہیں کہ کفار کو بے ضرورت زیادہ دینا یہ ناجائز وحرام ہے، اس لئے کہ ان کو نفع پہنچانا حرام ہے اور اگر ضرورت ہے مثلاً تجارت کے لئے یا گھر کے لئے اگر لون لے رہا ہے تو یہ جائز جب کہ اس بات کا یقین ہو کہ اس کو وقت پر دے دے گا۔ اور بینک کی زیادتی کی بات نہیں آئے گی تو اس میں مسلمان کا فایدہ زیادہ ہے اور ان کا کم اس طور پر اس کو اجازت ہے۔ (یعنی بینک سے ضرورت کے طور پر لون لینا اور انٹرنس لینا جائز ہے جب کہ واپسی مدت معینہ میں کردے۔ اگر بینک کو زیادہ دینے کی نوبت آگئی تو اب یہ سود نا جائز وحرام ہوگیا)

سوال: اگر ہندوستان کو دارالسلام مانا جائے تو بینک کی سودی رقم کیسے جائز ٹھہرے گی؟

جواب: یہ سوال ساقط ہے اور سائل نے اس میں سود کی بنا جائز ہونے کی دارالحرب ہونے اور نہ ہونے پر رکھی ہے، معاملہ یہ نہیں ہے۔ سائل یہ تصور کرتا ہے کہ دارالسلام میں حربی کافر موجود نہیں ہو سکتے اور جو دارالسلام میں ہوگا وہ غیر حربی ہوگا اور غیر حربی سے سود کا معاملہ جائز نہیں، یہ مبنی غلط ہے۔ بادشاہوں کے زمانے میں ہندوستان دارالسلام تھا اور حضرت ملا جیون علیہ الرحمہ نے تفسیر احمدی میں جہاں یہ بتایا حدایہ کے حوالے سے کہ حربی کا مال مسلمان کے لئے جس طرح سے ملے اگر چہ عقود فاسدہ کے ذریعے سے، وہ اس کے لئے خالص مباح ہے جب کہ اس مال کے حاصل کرنے میں غدر اور بدعہدی سے کا ارتکاب نہ ہو، یہ کافر کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے اور کافر حربی سے جو مال مسلمان کو حاصل یا اُس کی رضامندی سے ہو تو اُس کا لینا جائز ہے۔

اس سلسلے میں کتب فقہا میں ایک روایت فقہا درج کرتے ہیں۔ تفسیر احمدی اور احکام القرآن میں نقل کرتے ہیں سورہ روم کے حوالہ سے کہ اُس زمانے میں دو سپر پاور تھے ایک روم اور ایک ایران۔ ایرانیوں نے جب رومیوں کو شکست دے دی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرط رکھی کہ رومیون کو غلبہ ہوگا اور رسول ﷺ نے کہا کہ جو شرط تم نے رکھی ہے اس کی رقم بڑھاؤ اور یہ ایک اللہ والے کی زبان سے نکلی ہوئی بات تھی۔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر توثیق رکھ دی اور کہا کہ رقم بڑھاؤ! تو یہ صورت حربی کے ساتھ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی اور رومیون کو غلبہ ہوا۔ اس سے فقہانے مسئلہ نکالا کہ حربی کے ساتھ عقود فاسدہ کے ذریعے جو مال رقم ملے وہ جائز ہے۔ یہ رقم کی حد تک ہے اور عقد فاسد کسی سے جائز نہیں ہے۔

اس سے قطع نظر اگر مسلمان کو کافر حربی سے کوئی رقم حاصل ہو سکتی ہے تو وہ اس کے لئے خالص مباح ہے اور یہ حکم اب جہاں یہ معاملہ ہو، دارالحرب یا دارالسلام جہاں کافر حربی کے ساتھ یہ معاملہ ہے، رضامندی سے بغیر غدر وبدعہدی کے تو یہ رقم مسلمان کے لئے مباح جائز ہے۔ ربا کا مطلب یہ نہیں کہ کافر دارالسلام میں ہے تو اس کے ساتھ عقد ربا جائز نہیں ہے اور اگر دارالحرب میں ہے تو جائز ہے۔ ربا کی شرط یہ ہے کہ مال معصوم ہو۔

ہمارے دارالافتاء کے ہیڈ مفتی قاضی عبدالرحیم صاحب کا ایک رسالہ ''رسالہ بینک'' شایع ہو کر آگیا ہے، اس میں اعلیٰ حضرت نے جد الممتار کے حاشیہ میں جو لکھا اُس کا نچوڑ ذکر ہے اور میں نے بھی اس سوال کے جواب میں اس کا خلاصہ ذکر کر دیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالحق والصواب

سوال: کیا شوہر اپنی بیوی کو سلام کر سکتا ہے؟ **جواب:** کچھ علاقے میں اسے معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن معاملہ ایسا نہیں ہے، شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو سلام کر سکتی ہے۔

سوال: پرائز باؤنڈ حکومت کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں اور اگر ہم اسے اسٹال سے خریدنے جاتے ہیں تو وہ مقررہ قیمت سے زیادہ روپیہ لیتے ہیں اور بیچنے جاتے ہیں تو قیمت سے دس روپیہ کم۔ تو ایسا کیسا؟

جواب: بظاہر اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

سوال: میری والدہ کی تیس سال کی قضا نماز باقی ہے اب وہ نماز کھڑی ہو کر پڑھتی ہے تو پیٹھ میں درد ہوتا ہے اور وہ چاہتی ہے کہ پہلی رکعت کا قیام کھڑے ہو کر کرے اور دوسری کا بیٹھ کر کرے تو۔ کیا وہ ایسا کر سکتی ہے؟

جواب: جب تک کھڑی رہ سکتی ہے کھڑے رہ کر پڑھ سکتی

ہے اور جب کھڑے ہونے پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پوری کر لے۔

سوال: ایک حاملہ عورت کو پیلیا کی بیماری ہو گئی اور اگر اب وہ روزہ رکھے گی تو آنے والے بچے کو نقصان ہو سکتا ہے اور ڈاکٹر نے روزہ رکھنے سے منع بھی کیا ہے۔ اب وہ کیا کرے؟

جواب: اگر کسی مسلمان طبیب حاذق ماہر ڈاکٹر نے یہ کہا ہے اور واقعی ایسا ہو جائے گا تو فرض رمضان کے روزہ، وہ حاملہ عورت نہ رکھے بعد میں اس کی قضا کرے۔

سوال: میری چکن کی دوکان ہے چمڑی اور بغیر چمڑی کا گوشت فروخت ہوتا ہے اور بغیر چمڑی والا گوشت بنا پیٹ صاف کیے مشین میں ڈال کر بال صاف کیے جاتے ہیں۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: (مشین میں ڈالنے سے پہلے) پیٹ کی گندگی کا صاف کرنا ضروری ہے۔

سوال: میں نے ایک غیر مسلم سے ۱۰۰۰۰ روپیہ لیا کہ ہر ماہ تین سو روپیہ بیاض کے حساب سے دیتا ہوں تو میں گناہ گار تو نہیں؟

جواب: اگر حاجت شدیدہ ہے اس کے علاوہ کوئی اور دینے والا نہیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر بے وجہ کرے تو گناہ گار ہوگا۔

سوال: میں نے ایک عالم سے سنا کہ حاملہ عورت کے پیٹ پر اگر انگلی سے یا رسول اللہ لکھا جائے گا تو لڑکا پیدا ہوگا۔ میں نے کیا اور لڑکا ہی پیدا ہوا تو کیا میرا ایسا کرنا صحیح ہے؟ اور میں ایک عام آدمی ہوں؟

جواب: اگر وہ آدمی اُس کا محرم یا اُس کا شوہر ہے، اور درمیان میں کپڑا حائل ہو تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: کچھ سنی علما کی آسان کتابوں کی طرف رہنمائی فرما دیں جس سے عقیدے کی حفاظت ہو سکے۔

جواب: بہار شریعت، کتاب العقائد (صدرالافاضل) سنی بہشتی زیور وغیرہ پڑھے۔

سوال: کیا احد، رحمن، صمد، سبحان، مجیب نام رکھ سکتے ہیں اور کیا اُن ناموں کے آگے محمد یا احمد یا خاندانی لقب وکنیت لگانا ضروری یا صرف ان ناموں ہی سے ان کو پکارنا جائز ہے؟

جواب: احد اللہ تعالیٰ کا نام ہے، دوسرے کو یہ نام رکھنا جائز نہیں۔ رحمن نام بھی دوسرے کو رکھنا جائز نہیں اور صمد بھی۔ سبحان نام رکھ سکتے ہیں اور مجیب اللہ کا خاص نام نہیں ہے، اسمائے مشترکہ میں سے ہے۔ نام رکھ سکتے ہیں اور آگے پیچھے محمد، احمد اور حسین بھی لگا سکتے ہیں۔

○○○

☆ خادم الجامعۃ القادریہ نجم العلوم مالیگاؤں

حضرت شاہ محمد بشیر الہ آبادی کا سالانہ عرس منایا گیا

دائرہ شاہ اجمل (الہ آباد) کے سجادہ نشین حضرت شاہ محمد بشیر الہ آبادی علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس کے پہلے دن کا جلسہ بعد نمازِ عشا دائرہ شاہ کے محل میں قاری وزیر احمد صاحب کی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوا۔ دارالعلوم جنیدیہ اجملیہ غازی پور (یوپی) کے طلبہ نے نعت پاک پیش کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر سید سراج اجملی، قمر احمد اعظمی، مولانا شمیم الحسن دیوریا، مولانا کلیم شمسی غازی پوری نے تقریریں کی۔ اس موقع پر پیر سید منہاج الدین اجملی کی کتاب ''درگاہ شاہ ولی تاریخ کے آئینے میں'' کا تعارف ورونمائی سراج اجملی صاحب نے کیا۔

اپنی تقریر میں پروفیسر اجملی نے کہا کہ صوفی سنتوں نے بشمول ہندوستان پوری دنیا میں محبت وامن اور انسانی دوستی کا پیغام دیا اور دکھی انسانیت کی، جو خدمت کی، اسی کا اثر ہے کہ خراب موسم اور پریشانیوں کے باوجود دور دور سے آج لوگ حضرت شاہ بشیر میاں کو خراج عقیدت پیش کرنے آئے ہیں۔

اس موسم پر سجادہ نشیں دائرہ شاہ اجمل سید ثاقب عالم اجملی، سید نصر میاں، سید جعفر اجملی، سید ضیاء اجملی وغیرہ نے آنے والے مریدین اور معتقدین کی طرف سے بشیر میاں کے مزار پر چادر پیش کی اور دنیا بھر میں امن اور خیر کی دعا کی۔

سید قمر اجملی، دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد (یوپی) رابطہ نمبر: 9919430888

عقیدہ ونظریہ

مرشد کامل کی روحانی ضرورت

محمد حسن رضا مصباحی*

حدیث جبرئیل سے ثابت ہے: صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے اس میں پہلے عقائد کا ذکر ہے پھر ارکان اسلام کا، اس کے بعد احسان کا تذکرہ ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ایمان کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عقائد کو بیان فرمایا۔ تو جبرئیل نے خود ہی تصدیق بھی کی۔ صحابہ کرام بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیسا شخص ہے، جو خود ہی سوال کرتا ہے اور خود تصدیق کرتا ہے۔

حضرت جبرئیل امین نے دوبارہ عرض کی کہ آقا اسلام کیا ہے؟ کیا آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ارکان اسلام کو بیان فرمایا پھر عرض گزار ہوئے کہ احسان کیا ہے؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو نہیں دیکھ سکتا تو پھر یہ یقین کامل رکھ کہ وہ کریم آقا تجھے ملاحظہ فرما رہا ہے۔

ان تین سوالات کا یکے بعد دیگرے ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ صرف عقائد کے درست ہو جانے سے بھی مراحل پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ جاتے، بلکہ کچھ اور بھی ہے جو باقی رہ جاتا ہے اور وہ عمل کی کمی ہے جسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مَا الْاِسْلَامُ کے جواب میں ارشاد فرما کر اُس کی کمی کو دور کر دیا۔ عقیدے اور عمل کو کما حقہ بیان فرمادیا لیکن حضرت جبریل کے تیسرے سوال سے واضح ہوتا ہے کہ اگر عقیدہ اور عمل پختہ ہو جائے پھر بھی سب کچھ مکمل نہیں ہوتا بلکہ کسی عمل کی کمی رہ جاتی ہے، جس کا کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

خوب سے ہے خوب تر کہاں: یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اُس شخص کا مسئلہ جو سادہ زندگی بسر کر کے اخروی نجات کا خواہش مند ہو لیکن روحانی مراتب ومدارج کا خواہاں نہ ہو۔ قرب الٰہی، درد و سوز اور علم ومعرفت کے بلند مقامات کا خواہاں نہ ہو۔ اس کا منتہائے سفر صرف جنت کا حصول اور دوزخ سے نجات ہو تو اُس کا مسئلہ عقیدے پختگی اور عمل کے دوام سے حل ہو سکتا ہے لیکن انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ ہر کمال کے بعد اُس سے بہتر کمال کا خواہاں اور متلاشی ہوتا ہے۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
دیکھیے کہ اب نظر ٹھہرتی ہے کہاں

انسانی زندگی کا فلسفہ وحکمت یہی ہے کہ وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں محو رہتا ہے، اس لئے عقیدے اور عمل کی پختگی کے بعد اُن کے کمال کے حصول کے بھی کئی راستے ہیں۔ وہ راستے کہاں ہیں تو اس کا جواب تیسرے سوال کے جواب میں موجود ہے۔

محض ارکان اسلام کی پابندی کرنے سے احسان کی منزل حاصل نہیں ہوتی کیوں کہ ایمان واسلام تو وہ بنیادی شرائط ہیں جن کو قبول کیے بغیر انسان مسلمان ہی نہیں ہو سکتا تو پھر مسلم ومومن ہونے کے بعد مسلم ومومن کامل ہونے کی آرزو بھی ایک حقیقت ہے۔ تو یہ تیسرا سوال کہ آقا علیک السلام اگر وہ ایمان اسلام کے تقاضے بھی پورے کرے اور احسان کی منزل پانا چاہے تو بتائیں کہ احسان کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور سید العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

گویا ایمان اس کے عقیدے کا نام ہے، اسلام اس کا عمل ہے اور احسان عقیدے اور عمل کے بعد وہ بلند روحانی حالت ہے جس کا تعلق جمال یار کے مشاہدہ کے ساتھ ہے۔

پھر راستہ تجویز فرمادیا کہ اگر تو نہ دیکھ سکے تو کم از کم تیری یہ حالت ہو کہ میرا رب کریم مجھے رحمت سے دیکھ رہا ہے۔ جس طرح کوئی بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہو، اور یہ کامل احساس اس کے من میں اتر چکا ہو کہ بادشاہ مجھے دیکھ رہا ہے تو پھر اس کے کھڑے ہونے اور ادب ونیاز کا عالم ہی کچھ اور ہوگا۔ اگر خیال اس جانب نہ ہو تو کھڑے ہونے اور بیٹھنے کا انداز یکسر جدا ہوگا۔

فنا سے بسوئے بقا: لیکن سوال یہ ہے کہ اس حال کو کس

طرح پایا جاسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب اسی حدیث پاک میں دے دیا گیا کہ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ کہ تو خود کو مٹادے، اپنی خودی اور انانیت اور نفس کے تصور میں گم رہنے کو ختم کردے۔ جب تو خود فراموش ہو جائے گا تو تَرَاہُ تو جمال یار کا مشاہدہ کرلے گا۔ یعنی اگر اس کے دیکھنے میں کوئی شئ حائل ہے تو اے انسان! وہ تو خود ہے۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ''ہونے'' نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

جب تک انسان کی اپنی ہستی قائم رہتی ہے تو جلوۂ یار کی راہ میں پردہ رہتی ہے۔ تو جب اپنے ہونے کا پردہ دور ہوجاتا ہے تو اس کے جلوے تک رسائی مشکل نہیں رہتی۔ محض علم کلام، فلسفہ اور منطق کے مباحث پڑھنے پڑھانے اور ازبر کرکے ان کا امام بن جانے سے فان لم تکن کا حال میسر نہیں آتا، باوجودیکہ یہ بھی دین کا حصہ ہیں۔ ان کا تعلق عقائد اور ایمان کی حفاظت سے ہے۔ ہر چند کہ اُن کو نظر انداز کرکے انسان دین کو حاصل ہی نہیں کرسکتا کیوں کہ ایمان نہ ہو تو عمل نہ ہوگا اور عمل نہ ہو تو احسان کی بات بھی نہ ہوگی۔

فنا کو فنا کر دیے: المختصر اُن میں جتنا بھی کمال حاصل کرلیا جائے پھر بھی حالت احسان میسر نہیں آتی، یہ کس طرح نصیب ہوتی ہے اس کا جواب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

دلا! بحلقۂ رندانِ بزمِ عشق درآ — کہ جرعۂ شرابِ بقا دہند ترا
اگر بقا طلبی ، اولت فنا باید — کہ تا فنا نہ شوی، رہ نہ می بری ببقا

''اے دل! رندوں کی محفل میں آجا، تاکہ وہ لوگ جنھوں نے اپنے ہونے کو عشق کی بھٹی میں ڈال کر راکھ کردیا ہے، تجھے شراب معرفت کا ایک گھونٹ عطا کردیں۔ (کیوں کہ عشق کی آگ کے بغیر انانیت کا بت نہیں ٹوٹتا) اور اے انسان! اگر تجھے باقی ہونے کا شوق ہے تو غیر فانی ہونے کے لئے پہلے فنا ہوجا، کیوں کہ جب تک فنا نہیں ہوگا تجھے بقا نصیب نہیں ہوگی۔''

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں ابھر کر زندگی کی خو کرلے

اگر فنا کو فنا کردیا جائے تو پھر بقا رہ جائے گی۔ یہ وہ حالت احسان ہے جو مدرسوں سے میسر آتی ہے نہ تعلیم و تعلم سے بلکہ یہ صرف نظر کے فیض اور صحبت سے میسر آتی ہے۔ وہ رازی ہو تو پھر بھی حضرت نجم الدین کبریٰ کا دامن پکڑنا پڑتا ہے۔ امام اعظم ہو تو بھی حضرت امام جعفر صادق اور حضرت فضیل بن عیاض کی بارگاہ میں جانا ہی پڑتا ہے۔ امام شافعی کو ہبیرہ بصری کے پاس، امام احمد بن حنبل کو بشر حافی، امام ابو یوسف کو حاتم الاصم، امام محمد بن حسن کو داوٗد الطائی اور جلال الدین مولانا روم کو شمس تبریزی کے دامن سے وابستہ ہونا پڑتا ہے۔

تو مرشد کامل کی روحانی ضرورت اس اعتبار سے بھی ہے کہ اس کی صحبت، عشق اور درد و سوز کی وہ آگ لگاتی ہے جو اپنی ہستی کو فنا کردیتی ہے۔

سفر حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام:

اب ہم اس کی تائید میں قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کی ملاقات اور سفر کا واقعہ درج ہے۔ اس کی تفسیر کے کئی پہلو ہیں لیکن ہم وہ پہلو لیں گے جو ہمارے موضوع سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس واقعہ کے اندر صد ہا درس اور اسرار و رموز موجود ہیں۔ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھ والے کے لئے بھی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ سمجھ والے کے لئے بھی۔ ہر کسی کو اس کی سمجھ اور ظرف کے مطابق قرآن سے سامان زیست نصیب ہوتا ہے۔ ایک ہی آیت کے کئی گوشے اور کئی رخ ہوتے ہیں۔ ہر ہر آیت ہیرے کی طرح ہے اسے جس سمت سے دکھایا جائے، نئی چمک اور نئی دمک ہوتی ہے جس کی دلیل حسب ذیل ہے:

ایک آیت کی چالیس تفاسیر قَالَ الْحَافِظُ اَبُو الْعَبَّاسِ اَحْمَدُ بْنُ اَحْمَدَ الْبَنْدَنِیْجِیْ: حَضَرْتُ اَنَا وَالشَّیْخُ جَمَالُ الدِّیْنِ بْنُ الْجَوْزِیْ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی مَجْلِسَ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْهِ. فَقَرَأَ الْقَارِیْ اٰیَةً فَذَكَرَ الشَّیْخُ فِیْ تَفْسِیْرِهَا وَجْهًا. فَقُلْتُ لِلشَّیْخِ جَمَالِ الدِّیْنِ اَتَعْلَمُ هٰذَا الْوَجْهَ؟ قَالَ: نَعَمْ. ثُمَّ ذَكَرَ وَجْهًا اٰخَرَ. فَقُلْتُ لَهٗ اَتَعْلَمُ هٰذَا الْوَجْهَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَذَكَرَ الشَّیْخُ فِیْهَا اَحَدَ عَشَرَ وَجْهًا وَاَنَا اَقُوْلُ لَهٗ اَتَعْلَمُ هٰذَا الْوَجْهَ؟ وَهُوَ یَقُوْلُ: نَعَمْ. ثُمَّ الشَّیْخُ ذَكَرَ فِیْهَا وَجْهًا اٰخَرَ فَقُلْتُ لَهٗ اَتَعْلَمُ هٰذَا؟ قَالَ: لَا حَتّٰی ذَكَرَ فِیْهَا كَمَالَ الْاَرْبَعِیْنَ وَجْهًا یَعْزُوْ كُلَّ وَجْهٍ اِلٰی قَائِلِهٖ وَالشَّیْخُ جَمَالُ الدِّیْنِ یَقُوْلُ: لَا اَعْرِفُ هٰذَا الْوَجْهَ وَاشْتَدَّ عَجَبُهٗ مِنْ سَعَةِ عِلْمِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ

رَضِيَ اللهُ عَنهُ، ثُمَّ قَالَ: نَتْرُكُ الْقَالَ وَنَرْجِعُ إِلَى الْحَالِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ فَاضْطَرَبَ النَّاسُ اِضْطِرَابًا شَدِيْدًا وَخَرَقَ جَمَالُ الدِّيْنِ ابْنُ الْجَوْزِيِّ ثِيَابَهُ۔

حافظ ابو العباس احمد بن احمد بندنیجی فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت محدث جمال الدین ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی محفل ارشاد میں حاضر خدمت ہوئے۔ تو قاری نے قرآن مقدس کی ایک آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت شیخ عبدالقادر نے اس آیت کی ایک تفسیر بیان کی، تو میں نے ابن جوزی سے پوچھا کہ کیا یہ تفسیر آپ کے علم میں ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ حضرت نے ایک اور تفسیر بیان کی۔ میں نے پھر ان سے پوچھا کہ کیا اس کے بارے میں آپ آگاہ ہیں؟ حضرت شیخ نے گیارہ تفاسیر بیان فرمائیں۔ میں ابن جوزی سے پوچھتا رہا اور وہ ہاں میں جواب دیتے رہے۔ (محدث ابن جوزی کو اس آیت کی گیارہ قوی اور علمی تفاسیر از برتھیں اور ان کا خیال تھا کہ مجھ سے بڑھ کر اس آیت کی معرفت اور اس کے معانی و مطالب تک رسائی کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی) پھر حضرت شیخ نے ایک اور یعنی بارہویں تفسیر بیان کی۔ میں نے ابن جوزی سے پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے اس تفسیر کا علم نہیں۔ حتی کہ حضرت شیخ نے پوری چالیس تفاسیر بیان فرمائیں اور ہر تفسیر کو اس کے کہنے والے کی جانب منسوب بھی فرمایا۔ یعنی یہ تفسیر فلاں کا قول ہے اور محدث ابن جوزی عدم علم کا اظہار کرتے رہے۔ وہ حضرت شیخ کی وسعت علم پر حیران و ششدر تھے۔

پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہم قال کو چھوڑتے ہیں اور حال کی طرف آتے ہیں۔ پس کلمہ طیبہ پڑھا تو لوگ بہت زیادہ مضطرب ہو گئے اور محدث ابن جوزی نے اپنے کپڑے پھاڑ دیے۔"

یہ تو قرآن مجید ہے جو اپنے اندر بے شمار اسرار سمیٹے ہوئے ہے۔ عرفا نے مثنوی مولانا روم کے ہر ہر شعر کے کئی کئی معانی و مطالب بیان فرمائے ہیں۔ (جاری) ☆☆

☆ استاد مدرسہ خدمت المومنین ماریشس

القرآن ٹرسٹ

موضع چھتونا پوسٹ، میگھولی کلاں، مہراج گنج

ٹرسٹ کے عزائم و منصوبے

آئی اے ایس، پی سی ایس کی تیاری کے لئے اقلیتی طبقہ کے لئے کوچنگ سینٹر، اسکول اور گاؤں گاؤں میں لائبریری کھولنا، اقلیتی طبقہ کو بیدار کرنے کے لئے پریس کا قیام، معاشرہ سے نفرت دور کرنے کے لئے رابطہ کرنے کی کوشش کرنا، بے روزگاری دور کرنے کے لئے سلائی، کڑھائی، کمپوٹر لیب، ایکسرے پیتھالوجی لیب موبائل ریپرنگ وغیرہ کا ورک شاپ قائم کرنا۔

منجانب (مولانا) شبیر احمد نظامی

چیرمین القرآن ٹرسٹ و پرنسپل الجامعۃ البرکاتیہ مغلہاں

میڈیا انچارج آل انڈیا ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارس عربیہ اتر پردیش، ناظم اعلیٰ

نظامی ویلفیئر سوسائٹی چھتونا۔ رابطہ نمبر: 9506985605,9415085606

E-mail: alqoraantrust@gmail.com

كلية البنات الصديقه

مقام چھتونا پوسٹ، میگھولی کلاں، مہراج گنج

ٹرسٹ کے عظائم و منصوبے

(۱) درسگاہ اور دار الاقامہ کے لئے نظامی بلڈنگ کی تعمیر (۲) لڑکیوں کے لئے درس نظامیہ کا قیام۔ (۳) لڑکیوں کے لئے گورنمنٹ سے اسکالر شپ مہیا کرانا۔ (۴) لڑکیوں کے لئے سلائی، کٹائی و کڑھائی کا قیام۔ (۵) لڑکیوں کے لئے کمپیوٹر کی تعلیم کا انتظام۔ (۶) معلمات کے ذریعہ گھریلو عورتوں میں تبلیغ و تقریر کا اہتمام

منجانب (مولوی) اسد علی نظامی

بانی و مہتمم کلیۃ البنات الصدیقہ چھتونا، میگھولی کلاں، ضلع مہراج گنج (یوپی)

By: (Maulavi) ASAD ALI NAZAMI
Founder & Manager Kulliyatul Banatis Siddiqua
Vill. Chhitauna, P.O. Meghauli Kalan,
Mahrajganj(U.P)
Mob.: 9415085605,9506985605,9695105486
E-mail: kulliyatulvanatissiddiqua@gmail.com

ریحان و نیر نامہ

شخصیات اسلام

حضرت مفتی محمد ابراہیم رضا خاں بریلوی

وصی مکرانی واجدی٭

جس درخت میں پھل نہیں ہوتے اس کی شاخیں تنی اکڑی کھڑی ہوئی ہوتی ہیں اور جو پھل دار ہوتے ہیں اس کی شاخوں کو اُن پھلوں کی فطری نسبت ہمیشہ جھکائے رکھتی ہے۔ جو گھڑا بھرا نہیں ہوتا، اس کا پانی ہلکورے کھاتا رہتا ہے مگر جو بھرا ہوتا ہے اس کے اندر کا پانی مثل جامد وساقط ہوتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی ندیاں جس میں گہرائی نہیں ہوتی اس کا پانی طوفان بدتمیزی کرتا ہوا تباہی وبربادی کا منظر پیش کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے لیکن جب سمندر کی گہرائی میں اترتا ہے تو اس کے بلاخیز جوش طغیانی میں سکوت وملائمت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

انسان اپنے کردار وعمل سے بڑا ہوتا ہے۔ تزکیۂ نفس، جذبۂ خلوص وایثار، متاع عشق بیدار، فضل پروردگار، عطائے لطف سرکار، اور کسی بزرگ کی نگاہ کرم بار کے بغیر کسی انسان میں بزرگی نہیں آتی۔ اس کے کردار وعمل میں نکھار نہیں آتا۔ اس کے اندر فضل وکمال، زہد وتقویٰ کی پاکیزہ دھارائیں نہیں بہتیں۔ لیکن جب کوئی اس دولت بیدار سے شرف یاب ہوتا ہے تو اس کے دل میں عجز وانکسار کا جذبہ غالب ہو جاتا ہے۔ تفخر وتکبر، کبر وریا، اس سے دور بھاگنے لگتا ہے اور پھر وہ بندہ عجز وانکسار کا پیکر بن جاتا ہے۔

ایسے ہی پاکیزہ کردار وعمل کی ایک شخصیت ہے جنہیں ہم ریحان ملت علامہ مفتی محمد ریحان رضا خاں عرف رحمانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام سے جانتے، پہچانتے اور مانتے ہیں۔

جانشین وشہزادۂ مفسر اعظم ہند علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ریحانِ ملت کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ انھوں نے اپنی فکری بصیرت، قائدانہ صلاحیت، مدبرانہ قیادت سے دار العلوم منظر اسلام کے ترقیاتی منصوبے کو منزل تکمیل تک پہنچایا۔ خانقاہ رضویہ کے انتظام واہتمام کے ساتھ ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' کے ادارت کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی نبھائیں۔ آپ بیک وقت بہترین مہتمم، باصلاحیت مدرس، مایہ ناز صحافی، بے مثل خطیب، باوقار شاعر، باعمل عالم دین ہونے کے ساتھ میدانِ سیاست کے باشعور شہ سوار بھی تھے۔

مدرسہ انوار العلوم تیغیہ ماڑی پور مظفر پور کا نعتیہ مشاعرہ بہت ہی مشہور ومقبول ہے۔ ہر سال تسلسل کے ساتھ یہ مشاعرہ نہایت تزک واحتشام کے ساتھ انعقاد پذیر ہوتا ہے۔ ایک سال اس مشاعرہ کی صدارت حضرت ریحان ملت نے کی تھی۔ حضرت کے ہمراہ امین شریعت حضرت علامہ مفتی عبد الواجد نیر قادری مدظلہ العالی بھی شریک بزم تھے۔ میں بھی اس مشاعرہ میں حاضر تھا۔ ریحان ملت کے ساتھ امین شریعت علامہ مفتی عبد الواجد نیر قادری مدظلہ العالی ایک ہی کمرہ میں قیام پذیر تھے۔ ریحان ملت علیہ الرحمہ کی تشریف آوری حضرت امین شریعت کی محنت وکاوش اور محبت وعقیدت سے ممکن ہوئی تھی۔ میں استاذ محترم امین شریعت کے ساتھ حضرت سے ملنے اُن کے قیام گاہ پر پہنچا۔ سلام ودست بوسی کے بعد حضرت نے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ استاذ مکرم نے مجھے اپنا کلام ریحان ملت سے دِکھانے کو کہا۔ میں نے اپنا کلام حضرت کے سامنے پیش کیا اور اصلاح کے لئے گذارش کی۔ حضرت نے میرے طرحی کلام کو بغور پڑھنے کے بعد محظوظ ہوتے ہوئے اپنی دعاؤں اور کلمات خیر سے نوازا۔

اسی مشاعرہ میں حضرت امین شریعت نے مجھے یہ خوش خبری سنائی کہ ریحان ملت سے نیپال کے لئے گزارش کی گئی ہے جسے حضرت نے قبول کرلیا ہے۔ وقت وتاریخ بعد میں طے ہونے کے بعد اطلاع کردی جائے گی۔ تقریباً تین ماہ بعد ریحانت ملت استاذ گرامی کے ساتھ بھانٹر سر نیپال تشریف لائے۔ میرے گاؤں والوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ محفل کا اہتمام ہوا، قرب وجوار کے عقیدت مند افراد بھی کافی تعداد میں حضرت کے دیدار اور ارشادات سننے کے لئے حاضر محفل ہوئے۔

میں نے ریحان ملت کی شان میں ایک منقبت پڑھی تھی۔ علمائے کرام اور سامعین نے کافی سراہا، خوب محظوظ ہوئے لیکن کل ہو کر

صبح بعد نمازِ فجر حضرت کا قاصد میرے گھر پہنچا کہ حضرت نے آپ کو بلایا ہے۔ میں سہم گیا، مجھے ایک انجانے خوف نے جکڑ لیا۔ میں سوچنے لگا کہ شاید منقبت کے اشعار میں کوئی قابل گرفت بات تو نہیں ہوگئی۔ خیر! میں ڈرا، سہا ہوا حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا، بہت سے علاقائی علما حضرات حضرت کی خدمت میں اس وقت حاضر تھے۔ حضرت نے سبھوں سے جانے کا حکم دیا۔ جب سب لوگ وہاں سے نکل گئے تو مجھے دروازہ بند کرنے کا اشارہ فرمایا۔ اب تو میری حالت اور غیر ہونے لگی اور شک یقین میں تبدیل ہوگیا کہ کوئی نہ کوئی غلطی مجھ سے ضرور سرزد ہوئی ہے۔ خیر! حضرت نے بیٹھنے کو کہا۔ میرے بیٹھ جانے کے بعد ریحان ملت اطمینان وسکون کے ساتھ مجھ سے اس طرح گویا ہوئے:

”وصی صاحب! کل رات محفل میں آپ نے جو منقبت کے اشعار میری شان میں سنائے۔ خدائے ذوالجلال والاکرام سے التجا کریں کہ اپنے حبیب سرکار دوعالم ﷺ کے صدقے مجھے آپ کے اشعار کے مصداق بنادے، میں اس قابل نہیں ہوں۔“

ان کی آواز میں رقت اور لہجے میں عجز وانکساری کا جذبہ تھا۔ حضرت بولے جارہے تھے اور میں محوحیرت حضرت کے چہرۂ زیبا کا نظارہ کررہا تھا۔ مجھے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا بولوں؟ مجھ میں کچھ بولنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ بس ایک سوچ میں مستغرق ہوگیا۔ حضرت نے اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے ایک بار پھر ارشاد فرمایا کہ آپ میرے لئے دعا کریں اور جانے کی اجازت دی۔

جب میں باہر نکلا تو علما حضرات نے مجھے گھیر لیا اور پوچھنے لگے کہ حضرت نے تخلیہ میں آپ سے کیا پوچھا اور کیا کہا؟ میں نے کسی سے کچھ نہیں بتایا اور یہ سوچتے ہوئے اپنے گھر کی سمت روانہ ہوگیا کہ جن کے والد گرامی مفسر اعظم ہند، جن کے دادا حجۃ الاسلام، جن کے پردادا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، جن کے نانا مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور جن کا گھرانہ علم وفضل کا خزانہ، جن کے خاندان کے بزرگوں کی عظمت بزرگی وتقویٰ شعاری، تبلیغ دین وترویج اسلام اور اشاعت مسلک اہل سنت والجماعت کی وفاداری کا زمانہ قائل ہے۔ ایسی باعظمت نسبت رکھنے والی شخصیت کا تبحر علمی کے باوجود، یہ عجز وانکساری اُن کی عظمت بزرگی کی بین دلیل ہے۔

ریحان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا نیپال کی سرزمین کا وہ آخری دورہ تھا۔ آخری سفر تھا۔ خداوند کریم عزوجل ریحان ملت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

ان کے مرقد پر خدا کے نور کی برسات ہو
رحمت پروردگار دوجہاں دن رات ہو

☆☆☆

☆ ملنکوا، ضلع سرلاہی، نیپال، 8229055737

ذاتی طور پر شریعت کے پابند تھے تاج الشریعہ

حضرت مولانا محمد اسماعیل رضا معروف بتاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی، عاشقانہ اردو نعتیہ شاعری کے نمائندہ تھے، یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے لیکن ہمارے نزدیک اُن کی یہ خوبی زیادہ قابل ذکر ہے کہ جب تک اُن کی آنکھوں کی بینائی کام کرتی رہی، تب تک وہ بڑی پابندی سے مزار اعلیٰ حضرت سے متصل اپنے محلہ کی مسجد رضا میں باجماعت نمازیں ادا کرتے اور نماز کی پابندی کرنے والے علمائے کرام ہمیں دل سے پسند ہیں اور اُن ہی کو علمائے دین ہونے، کہنے اور کہلانے کا حق بھی حاصل ہے، اس طرح اب یہ بات سمجھنے میں دقت نہیں ہوگی کہ ایک عالم دین کی موت، دنیا کی موت ہوا کرتی ہے، اس لئے ہمیں بہت دکھ ہے کہ آج سواد اعظم اہل سنت وجماعت کا معروف ومقبول نمائندہ دنیا سے چلا گیا لیکن یہ قانون قدرت کے تحت ہوا ہے، اس لئے ہم صبر وشکر کے ساتھ اپنے قادر مطلق کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ ہمیں اُن کا نعم البدل عطا فرمائے، اُن کی مغفرت فرمائے اور اُن کے درجات کو بلند فرمائے۔ ۲۱ رجولائی کو مدرسہ ابراہیمیہ جامعۃ القرآن مسجد خلیل اللہ میں قرآن خوانی اور تعزیتی مجلس میں دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا جس میں اپنے غم کا اظہار کرتے ہوئے مسجد خلیل اللہ کے امام و خطیب اور مدرسہ ابراہیمیہ کے بانی ومہتمم مولانا محمد یعقوب علی خان قادری نے ان خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تاج الشریعہ ذاتی طور پر شریعت کے پابند تھے اور اپنے اکابر اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم ہند کی طرح اسلام وسنیت کا موقف اور حکم بیان کرنے میں بے باک تھے اور یہی ان کی شخصی انفرادیت ہے۔ مجلس میں قاری محمد آفتاب عالم غازی پوری، حافظ مشتاق احمد ابراہیمی اور دیگر اساتذہ وطلبہ موجود تھے۔ (کامل احمد نعیمی کٹیہاری)

نقوش رفتگاں

تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

پروفیسر فاروق احمد صدیقی*

محمود الصفات، حضرت مولانا محمود احمد رفاقتی علیہ الرحمۃ (وفات ۲۶ مئی ۲۰۱۸ء) کے انتقال پر ملال سے علمی، مذہبی دنیا میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے، جو شاید ہی کبھی پر ہو سکے، کیوں کہ اب زندگی کے تمام شعبہ جات میں زوال وانحطاط کا عمل اس تیزی سے جاری ہے کہ تلافی مافات کا تصور عنقا بن کر رہ گیا ہے۔ ہند و پاک کی سنی دنیا میں علماء ومشائخ کا سلسلۂ نجوم نظر آتا ہے مگر حضرت محمود ملت کو جو صفت ان تمام حضرات سے ممتاز کرتی تھی، وہ وسعت مطالعہ کے ساتھ ان کی غیر معمولی قوت حافظہ، ذہانت، طباعی، حاضر دماغی وحاضر جوابی اور استحضارِ علمی تھا۔ غیر منقسم ہندوستان کے جتنے بھی قدیم علمی روحانی خانوادے تھے اور ہیں، اُن سب پر وہ تاریخ کے حوالے سے ماہرانہ انداز میں گفتگو کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اکابر کے درمیان اگر کبھی کسی کو کسی سے رشک ورقابت اور چپقلش رہی ہے، اس پر بھی اُن کی گہری نظر تھی۔

آپ کو اِس انکشاف سے حیرت ہوگی کہ وہ مخالفین اہل سنت کے بھی پرکھوں سے مع شجرۂ نسب اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ ہندوستان کی تمام تحریکات کا بھی انھوں نے تجزیاتی مطالعہ کیا تھا۔ سرسید کی تعلیمی تحریک، تحریک ندوہ اور جامعہ ملیہ کے قیام کے پس منظر پر بھی وہ سیر حاصل معلومات فراہم کرتے اور فرنگی محل کے بزرگوں کی عظیم الشان دینی وتعلیمی خدمات کے تو معترف ومداح تھے ہی۔ آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ ہمارے موجودہ اکابرین میں ایسی جامعیت کے حامل کتنے اشخاص ہیں؟ اس لئے مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

راقم الحروف حضرت محمود ملت سے اس لئے بھی بے حد متاثر اور مرعوب رہا کہ وہ دینیات کے علاوہ ادبیات پر بھی وسیع وعمیق مطالعہ کے شواہد فراہم کرتے۔ اردو شعر وادب کے آفتاب وماہتاب غالب، میر، اقبال، قاضی عبدالودود، کلیم الدین، احمد، شاد عظیم آبادی، امتیاز علی عرشی، مالک رام، مختار الدین احمد آرزو، ابوالکلام آزاد، مولانا حسرت موہانی، عبدالماجد دریابادی، حالی، شبلی، نذیر احمد وغیرہ کو بھی انھوں نے پڑھا تھا اور پرکھا تھا۔ بلاتکلف اُن اصحاب علم وفن کی تصانیف اور تحریروں پر وہ نقد فرماتے۔ اس لئے بھی میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ؎

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

میں تقریباً چالیس برسوں تک ان کے نیازمندوں میں رہا ہوں۔ سال میں تین چار مرتبہ حاضر خدمت ہونے کا بھی شرف حاصل ہو جاتا تھا۔ اور جب سے موبائل کا استعمال عام ہوا ہے تقریباً ہر روز نصف گھنٹہ تک سنی دنیا کی موجودہ صورت حال کی پراگندگی، باہمی انتشار وافتراق اور نئی کتب ورسائل کے تعلق سے تبادلۂ خیالات ہوا کرتا تھا۔

محمود ملت کا حلقۂ احباب، بہت وسیع نہیں تھا۔ وہ سب کو خاطر میں لاتے بھی نہیں تھے۔ میرے علم واطلاع کے مطابق حضرت مولانا سید شاہ رکن الدین اصدق مدظلہ اور حضرت پروفیسر سید شاہ شمیم منعمی صاحب مدفیوضہ سے بھی خوب کھل کر اور تادیر تبادلۂ خیالات فرماتے تھے۔ ایک اور بات میں نے یہ محسوس کی کہ وہ ہرگز ہرگز مصلحت اندیش نہیں تھے۔ جو کہتے بالکل برملا، بیباکانہ، یعنی حق گوئی وبیباکی اُن کا شعار رہا۔ ایک آدھ بار مجھ سے بھی ناراض ہوئے مگر چند دنوں ہی میں پھر اپنی بے لوث محبت وشفقت سے نوازتے اور مراحم خسروانہ کا وہ اعلیٰ معیار پیش کرتے جو اُن کے شایان شان تھا۔

افسوس کہ اب دور، دور تک کوئی ایسے محترم المقام بزرگ نہیں آتے جن سے مل کر میں اپنی مسرت وبصیرت میں خاطر خواہ اضافہ محسوس کروں، اُن کا ذہن خالص تحقیقی تھا۔ ان کی پہلی تصنیف ”تذکرۂ علمائے اہل سنت“ کا شمار آج بھی زندہ کتابوں میں ہوتا ہے۔ زندہ کتاب سے مراد یہ ہے کہ جو کتاب ہر دور میں اہل علم ودانش کے مطالعہ کی میز کی زینت بنی رہے۔ آج سے کوئی نصف صدی پیشتر یہ کتاب منظر عام پر آئی تھی مگر آج بھی وہ علمائے اہل سنت کے تعلق سے اولین ماخذ کی

حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی تازہ ترین تصنیف لطیف ''پاکان امت'' ہے، اس کو ''تذکرہ علمائے اہل سنت'' کا جدید ایڈیشن کہہ سکتے ہیں جس میں دیگر بزرگوں کے اور بھی مفصل تذکرے شامل کرکے اس کو اپنی آخری یادگار بلکہ شاہکار بنادیا ہے۔ اس وقت ان کی تمام تصانیف زیر بحث نہیں جن کی تعداد نصف درجن سے زاید ہے۔ اس موضوع پر پھر کبھی۔ سردست یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت محمود ملت کے وصال سے ملک ومسلک وملت کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے جس کی بھرپائی نہیں ہوسکے گی۔

وَ مَا کَانَ قیس ھلکه واحدٌ
و لکن بنیان قومٍ قد تھدما

ان کے انتقال پُر ملال کے صدمات سے میں اب بھی محزوں ہوں۔ مولا تعالیٰ اُن کی تربت پر رحمتوں کے پھول برسائے۔

اب آخر میں امام اہل سنت حضرت فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت رضا بریلوی کے یہ دو شعر اُن کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں، ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں، وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

☆☆☆

سابق صدر شعبہ اردو وفارسی، مظفرپور یونیورسٹی (بہار)

حضرت امیر خسرو، پیری مریدی کے پاکیزہ روحانی رشتے کی اعلیٰ مثال

عرس محل میں حضرت امیر خسرو کے ۷۱۴ویں سالانہ عرس کی آخری تقریب ''کل ہند روحانی تبلیغی اجتماع'' میں علمائے کرام کا خطاب

حضرت امیر خسرو نظامی، عربی فارسی، پوربی اور ہندی زبانوں کی مشترکہ متحدہ معجون مرکب ''ہندوی زبان'' کے بانی اور ترقی یافتہ ''اردو زبان'' کے معمار ہیں۔ علامہ اقبال کی زبان میں ''ذہن ہندی'' اور ''نطق اعرابی'' کی آمیزش کی خوب صورت مثال تھے جنھوں نے عام ہندوستانی شاعروں کی طرح قلبی واردات کو ترجیح دی کیوں کہ اس ترجیح میں اُس 'ہندوستانیت'' کی روح ہے جو کئی زبانیں بولتی، مختلف انداز میں سوچتی، کئی طریقوں سے زندگی گزارتی اور لفظوں اور جملوں میں حقیقت کا اعتراف کرتی ہے، اس کے باوجود خسروی فکر وفن کا تیور نظامی مزاج کے تابع ہے۔ عرس محل میں حضرت امیر خسرو کے ۷۱۴ویں سالانہ عرس کی آخری تقریب ''کل ہند روحانی تبلیغی اجتماع'' میں خطاب کرتے ہوئے مفتی محمد اسحاق اشفاقی (میوات) نے یہ تاریخی جملے بیان کیے اور کہا کہ اس کے باوجود حضرت امیر خسرو، پیری مریدی کے پاکیزہ روحانی رشتے کی اعلیٰ اور عاشقانہ مثال ہیں۔

دوسرے خطیب مولانا محمد عمر اشفاقی الوری نے کہا کہ ایک مرتبہ امیر خسرو، اپنے مرشد کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ اُن کی شاعری میں وہ شیرینی آجائے جو بے مثال ہو۔ مرشد نے فرمایا کہ کھاٹ کے نیچے شکر رکھی ہوئی ہے، نکالو۔ اُسے خود کھاؤ اور حاضرین میں تقسیم کردو۔ امیر خسرو نے ایسا ہی کیا پھر اُن کی زبان میں وہ شیرینی آگئی کہ آج سات سو سال سے زیادہ کی مدت گزرنے کے بعد بھی اس کی مٹھاس میں کمی نہیں آئی۔ محفل کے سرپرست خواجہ سید احمد نظامی نے کہا کہ خسرو نظامی کو اُن کے عہد کے ایک بادشاہ نے ''ملک الشعراء'' کے خطاب سے نوازا لیکن وہ کشور سخنوری کے ایسے شہنشاہ ثابت ہوئے جس کی سلطنت کو آج تک کسی نے چیلنج نہیں کیا۔ غالباً یہ اُسی شکر کی برکت تھی جو خسرو نظامی کو بارگاہ نظامی سے عطا ہوئی تھی۔ وہ شاعری ہی نہیں موسیقی کے فن میں بھی یکتا تھے اور کچھ نئی ایجادات واختراعات کا سہرا بھی اُن کے سر جاتا ہے۔ خسرو نے اپنی شاعری اور موسیقی کو خالص ہندوستانی رنگ دیا جسے ''کثرت میں وحدت کی مثال'' کہا جاسکتا ہے۔ ایڈوکیٹ سید فرید احمد نظامی کی صدارت میں بھی اس محفل کی قیادت سید سراج احمد مدنی نظامی نے کی اور قرآن کی تلاوت حافظ ناصر حسین مدرسہ محبوب الٰہی نے کی جب کہ صوفی شیر علی نظامی نے نظامت کی۔ نعت و منقبت خوانی کا شرف مدرسہ محبوب الٰہی کے طلبہ حافظ محمد ارشد وحافظ محمد احسن نے حاصل کیا۔ صوفی عبدالرشید نظامی نے صلوٰۃ وسلام پڑھا پھر مفتی محمد اسحاق صاحب نے دعا کی اور خسروی نظامی لنگر سے حاضرین فیض یاب ہوئے۔ محفل میں بطور خاص مولانا محمد جنید عالم قادری ناظم ونگراں مدرسہ محبوب الٰہی (نزد درگاہی مرکز، بارگاہ محبوب الٰہی)، عالی جناب گلزار تشنی دہلوی اور سید محمد عظیم قادری دہلوی وغیرہ موجود تھے۔

اطلاع: سید محمد کاشف نقشبندی دہلوی، مسجد الفردوس درگاہ خواجہ عمادالدین فردوسی، ہنکونہ قبرستان، بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی

اسلاف شناسی

امین شریعت مفتی عبدالواجد قادری۔ حیات وخدمات

یہ دسمبر ۲۰۱۱ء میں لکھا ہوا مضمون ہے، انتہائی جامع مضمون ہے، اس لئے بطورِ ترجیح اِس کو شامل کیا گیا ہے

فیضان الرحمٰن سبحانی★

پیدائش: حضرت امین شریعت کی پیدائش ۱۹ر فروری ۱۹۳۴ء میں ان کے نانی ہالی گاؤں دوگھرا، جالے ضلع دربھنگہ (بہار) میں ہوئی اور یہی ان کی اصل تاریخ پیدائش ہے مگر جب مڈل اسکول کمتول ضلع دربھنگہ کے پانچویں درجہ میں داخل ہوئے تو ہیڈ ماسٹر نے اسکول کے رجسٹر میں بجائے ۱۹۳۴ء کے ۱۹/فروری ۱۹۳۷ء درج کردیا پھر وہی تاریخ دربھنگہ میونسپل کارپوریشن میں درج ہوگئی۔ اس کے بعد جتنی بھی سندیں بنیں یا دیگر کاغذات بنے سبھی میں موخر الذکر تاریخ درج ہوتی رہی۔

حضرت امین شریعت کا اسم گرامی مختلف مراحل سے گذر کر عبد الواجد ہوا۔ نانا جان نے واجد علی رکھا، والد گرامی نے واجد حسین رکھا اور پھر حضرت نے خود سے اپنا نام عبدالواجد رکھا۔ ایک مرتبہ میں نے (کاتب الحروف) ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنا نام عبدالواجد کیوں رکھا؟ جب کہ آپ کے والد ماجد اور جد امجد نے دوسرا نام منتخب فرمایا؟ تو حضرت نے جواب عنایت فرمایا کہ عبدالواجد نام میں تواضع و انکساری کے ساتھ ساتھ رب حقیقی کی بندگی کی بھی اضافت ہے، جو مجھے نہایت پسند ہے۔

نسب: آپ کا نسب مبارک فرنگی محل لکھنؤ سے جا ملتا ہے۔ آپ اپنی کتاب "وصایا واجدیہ" میں خود رقم طراز ہیں:

"میں بندۂ ناچیز عبدالواجد قادری ابن الحاج الحافظ عبدالاحد رضوی قادری ابن حافظ السیر مولانا الحافظ محمد میاں جان اشرفی خلیفہ حجۃ الاسلام ابن مُلّا شبراتی ابن بندۂ ایزد عرف ایزدی میاں ابن عبداللہ ابن عبدل عرف ملاجی ابن نورالدین جو فرنگی محل لکھنؤ سے ترک وطن کر کے سہرام آئے اور سہرام میں انہوں نے مستقل طرح سکونت ڈالی پھر اُن کے پوتے عبداللہ میاں سہرام سے ترک وطن کے بعد (علیم آباد) اہیاری میں آکر بود و باش اختیار کیا اور اہیاری سے متصل آبادیوں میں اپنی رشتہ داریاں پھیلائیں اور اب بندۂ ناچیز اہیاری کو خیر آباد کہہ کر دربھنگہ آگیا ہے۔"

متوطنا: علیم آباد اہیاری نزد کمتول من مضافات دربھنگہ، بہار۔ **دینا:** مسلم اہل سنت وجماعت۔

مذہبا: حنفی۔ **مشربا:** قادری، برکاتی، رضوی۔

مسلکا: سنی بریلوی (مسلک اعلیٰ حضرت) الاقامۃ

حالا: قادری منزل، قلعہ گھاٹ کالونی، دربھنگہ، بہار (الہند)

بسم اللہ خوانی: حضرت امین شریعت کی بسم اللہ خوانی خاندانی رسم کے اعتبار سے چار سال چار مہینے اور چار دن پر کروائی گئی۔ تقریب بسم اللہ خوانی میں علاقہ کے مشہور عوام وخواص کے علاوہ اس وقت کے بہت بڑے بزرگ حضرت حاجی نعمت شاہ عرف خاکی بابا بھی موجود تھے۔ ان سبھوں کی موجودگی میں حضرت کے والد ماجد حضرت الحاج حافظ عبدالاحد قادری نور اللہ مرقدہ نے بسم اللہ خوانی کرائی اور آپ کی تعلیم کا آغاز ہوگیا۔ یہاں پر حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ والرضوان کے بارے میں یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امین شریعت کے والد بزرگوار سے حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ بہت محبت فرمایا کرتے اور اکثر حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ حضرت امین شریعت کے گاؤں میں تشریف لے جایا کرتے اور عوام وخواص پر فیضان الٰہی کی بارش برساتے۔ حضرت خاکی بابا کا مزار شریف ویشالی ضلع میں مہنار بستی کے ایک تالاب کے کنارے ہے جو مرجع خلائق ہے اور وہاں فیض رسانی کا دریا رواں دواں ہے۔ حضرت کا عرسِ مبارک ہر سال ۱۳ر شعبان المعظم کو منعقد ہوتا ہے۔

ابتدائی تعلیم: حضرت امین شریعت کے ابتدائی اساتذہ

میں حضرت کے والد ماجد کے علاوہ مولوی محمد ادریس دوگھروی، مولوی عزیز الرحمن نمرولی، ماسٹر عبدالمجید چھوٹنا ہیں جن سے قاعدہ بغدادی سے ختم قرآن تک اور اردو کے قاعدہ سے اردو کی چوتھی تک پھر فارسی کی پہلی، آمدنامہ، قصد الصیغہ اور ابتدائی تاریخ وجغرافیہ اور حساب وغیرہ مذکورہ اساتذہ سے پڑھا۔ پرائمری مکتب چھوٹنا کے بعد ۸/ سال کی عمر میں مڈل اسکول کمتول میں داخلہ لیا جہاں پانچویں درجہ تک پڑھنے کے بعد دینی تعلیم حاصل کرنے کے غرض سے دوسرے صوبوں کا سفر شروع فرمایا۔

کمتول مڈل اسکول کے دوران تعلیم حضرت حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ حامد رضا ابن اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی قدم بوسی کا شرف بھی حاصل ہوا جبکہ حضرت والا اپنے شاگرد مولانا عبد الحفیظ صاحب منظری کے آبائی وطن رتھوس کی واپسی میں کمتول بازار میں قیام پزیر ہوئے پھر جمعہ کی نماز ادا فرمانے کے لئے چھوٹنا مسجد میں تشریف لائے۔

جنگ آزادی میں آپ کی شمولیت: جب آپ کمتول کے مڈل اسکول میں درجہ پنجم کے طالب علم تھے۔ اس وقت ملک گیر پیمانہ پر انگریزوں کے خلاف جنگی مہم میں سارے ہندوستانی مصروف تھے۔ ان میں سے ایک آپ کی بھی ذات گرامی ہے۔ اگرچہ اس وقت آپ کی عمر بہت کم تھی لیکن حوصلہ کسی بڑے سے کم نہیں تھا پھر انہی ایام میں ''انگریز بھگاؤ آندولن'' میں بھی آپ نے اسٹوڈنٹ یونین کا ساتھ دیا اور جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

تعلیمی اسفار: حضرت امین شریعت نے سب سے پہلا سفر اپنے عزیز ساتھی حافظ محمد عباس نجمی مرحوم کے ہمراہ الہ آباد ہوتے ہوئے فتح پور تک کا کیا۔ وہاں مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا جس کے تمام مدرسین سوائے درجۂ حفظ کے دیوبندی تھے۔ حافظ عباس صاحب چونکہ شعبۂ حفظ میں تھے۔ انہوں نے حضرت کا نام بھی درجۂ حفظ میں لکھوا دیا۔ وہاں ایک سال چند مہینے میں ۹ سپارے یاد کیے اور وہاں کے ناگزیر حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت نے مدرسہ اسلامیہ فتح پور سے الہ آباد روانہ ہونے کا عزم کیا۔ وہاں مدرسہ سبحانیہ میں درجۂ حفظ میں داخلہ لیا جس کے مدرس حافظ محمد شفیع تھے۔ درجۂ قرأت کے مدرس نامور قاری حضرت مولانا قاری محب الدین صاحب تھے جن کے درجہ میں مشاقی کے لئے جاتے رہے۔

حافظ محمد شفیع صاحب کی پیرانہ سالی کی وجہ سے درجۂ حفظ کا نظام درہم برہم ہوگیا۔ حضرت مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمن قادری عباسی اڑیسہ نے بھی مدرسہ کو خیرباد کہہ دیا پھر مسجد اعظم دریاباد کو آباد کیا جہاں جامعہ حبیبیہ کے نام سے درسگاہ کی بھی ابتداء ہوگئی۔ بہت سے طلبہ مدرسہ سبحانیہ سے جامعہ حبیبیہ میں منتقل ہوگئے مگر آپ نے مدرسہ سبحانیہ میں درجۂ حفظ کو چھوڑ کر درجۂ نظامیہ میں داخلہ لے لیا جہاں حضرت علامہ حکیم نظام الدین حبیبی، مولانا نعیم الدین بہاری، مولانا عبد الرب حبیبی اور علامہ مشتاق احمد نظامی وغیرھم تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ آپ نے میزان منشعب سے لے کر کافیہ علم الصیغہ اور قدوری تک انہی اساتذہ کے زیر شفقت رہ کر پڑھا۔

پھر آپ مدرسہ فاروقیہ بنارس آگئے جہاں مولانا عبدالرشید چھپراوی اور مولانا باقر علی گیاوی علیہ الرحمہ کے زیر سایہ اچھی تعلیم وتربیت حاصل کرتے رہے۔ منشی، کامل کے امتحانات الہ آباد بورڈ سے دیا پھر مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا جو دیوبندی مکتبہ فکر کا مدرسہ تھا۔ وہاں حضرت کی تعلیم دورۂ حدیث تک ہوتی رہی تا آنکہ دستار بندی کا موقع آگیا۔ دستار بندی کے موقع پر مدرسہ کی جانب سے دیوبندیوں کے کھدرپوش حسین احمد مدنی، قاری طیب دیوبندی، مولوی ابو الفا مولوی محمد قاسم شاہ جہاں پوری اور مولوی نجم الدین اصلاحی کو بھی مدعو کیا گیا اور پہلے ہی دن کے جلسہ میں اس کھدرپوش کی تعریف میں مولوی نجم الدین اصلاحی سرائے میری نے زمین وآسمان کے قلابے ملا دیے جس کے سبب حضرت اور ان کے ایک ساتھی (ان کی بھی فراغت حضرت کے ساتھ ہی ہونی تھی) کو قلبی اذیت پہنچی، ان دونوں نے راتوں میں ایک اشتہار بعنوان ''علماء دیوبند کی نیرنگیاں'' ترتیب دیا اور اس میں مطالبہ کیا کہ جن کی زبانیں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیوں میں ہر وقت ملوث رہتی ہیں وہ آج کل کے مولویوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتیں، آخر یہ کیا معاملہ ہے؟ اور اسی طرح کے چند سوالوں کو لکھ کر اشتہار کی شکل میں پورے شہر بنارس کی گلیوں میں چسپاں کر دیا گیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آخری دن کا جلسہ جو صبح تک ہونا تھا۔ وہ گیارہ بارہ بجے تک ختم ہوگیا۔

عوام ان کے عقیدوں سے آگاہ ہونے پر متنفر ہوگئی اور اس سے جلسہ پر بہت برا اثر پڑا۔ حضرت کو اس کارروائی کا نتیجہ معلوم تھا۔ دونوں حضرات کو مدرسہ کے صدر مولوی عبدالمجید کے گھر کی آفس میں طلب کیا گیا۔ حسین احمد مدنی ودیگر اکابر علمائے دیوبند وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت اور ان کے ساتھی کو غصہ سے گھور رہے تھے گویا کھا جائیں گے۔ حسین احمد مدنی نے حضرت سے پوچھا کہ تمہیں دستار چاہیے یا نہیں؟ حضرت نے جواب دیا کل تک تو چاہیے تھا لیکن آج نہیں۔ پوچھا گیا کیوں؟ حضرت نے جواب دیا کہ جو کچھ اشتہار میں لکھا گیا ہے یا تو اُسے غلط ثابت کیا جائے یا اُس کا جواب دیا جائے۔ عدم جواب کی صورت میں مجھے پانچ گز کے کپڑے سے محبت نہیں بلکہ اپنے ایمان سے محبت ہے۔ اپنے آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو پامال کرنے والوں سے پانچ گز چادر لے کر اپنے ایمان کا سودا نہیں کرسکتا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ کہتے ہوئے حضرت مدرسہ سے مع ساز وسامان کے نکل گئے اور شہر بنارس ہی میں کرایہ کے کمرہ میں رہنے لگے۔

اتفاقاً ان ہی ایام میں منظر اسلام بریلی شریف کے شیخ الحدیث اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے صاحب سجادہ اور نبیرۂ اکبر مفسر اعظم ہند اور حضرت ابوالمحامد سید محمد کچھوچھوی محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا بنارس آنا ہوا۔ جب ان بزرگوں کو حضرت کے اس جرأت مندانہ کام کی خبر ملی تو انہوں نے حضرت کو بلایا اور دعائیں دیں۔ حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا'' واللہ میں آپ کی مثال آسمان والوں سے نیچے نہیں پاتا جنہوں نے عظمت نبی کی خاطر عزازیل کو ٹھکرادیا اور آپ نے عظمت مصطفیٰ کی خاطر اپنی دستار کو قربان کردیا اور انہیں ٹھوکر ماردی۔'' پھر مفسر اعظم ہند نے اپنے جیب خاص سے بیس روپیہ نکالا اور فرمایا اِسے لیجئے اور پہلی فرصت میں آپ بریلی شریف پہنچ جایئے۔ اس طرح آپ کی قسمت کا ستارہ اس مقام پر پہنچ گیا جہاں قسمت کی بلندی آپ کی منتظر تھی۔

دستار فضیلت: حضرت امین شریعت بنارس کے بعد مفسر اعظم ہند کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بریلی شریف پہنچے اور منظر اسلام میں دورہ کی جماعت میں داخلہ لیا۔ قیام کا انتظام مزار شریف اعلیٰ حضرت کے بالائی حصہ میں کتب خانہ حامدی کے اندر کیا گیا۔ ایک سال تین مہینہ رہ کر دورۂ حدیث پاک سے شرفیاب ہوتے رہے۔ اس وقت آپ کے درجہ میں چار پانچ طلبہ ہوا کرتے جن میں مولانا حکیم نعیم الدین گورکھپوری، مولانا عبدالصمد مظفرپوری، مولانا محمد مبین پٹنوی، مولانا حبیب الرحمن دربھنگوی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ سن ۱۳۷۶ھ مطابق مارچ ۱۹۵۷ء بموقع عرس حجۃ الاسلام، مفسر اعظم ہند شیخ الحدیث، محدث اعظم ہند، امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی اور حضرت علامہ مفتی اجمل حسین سنبھلی وغیرھم کے ہاتھوں آپ کو دستارِ فضیلت سے مشرف کیا گیا کیونکہ انہی حضرات نے آپ کے دورۂ حدیث پاک کا امتحان لیا تھا۔

آپ کو بریلی شریف کے قیام کے دوران دوبار عرس اعلیٰ حضرت اور عرس حجۃ الاسلام میں شرکت کا موقع ملا۔ اس دور میں عوام سے زیادہ اکابر علماء اور مشائخ عظام کی تشریف آوری اس عرس میں ہوا کرتی تھی۔ عرس کے ایام میں محلہ سوداگران کی گلی کوچوں میں کہیں بھی عورتیں نظر نہیں آتی تھی، بالائی حصہ پر عرس شریف کے پروگرام انجام پاتے، دوڈھائی سو زائرین کا مجمع ہوتا تھا۔ اس عرس کے موقع سے صرف اکابر علماء ومشائخ کی مدلل تقریریں ہوا کرتی تھیں۔

مولانا شاہ حشمت علی خاں اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کو جھوم جھوم کر پڑھتے اور اسی کلام امام کی تشریح وتوضیح پر اپنی تقریر کا اختتام فرماتے۔ حضرت مولانا مفتی اجمل شاہ سنبھلی نہایت مدلل تقریر فرماتے۔ حضرت سید محدث اعظم ہند دلوں میں پیوست ہونے والی تقریر پرتنویر سے عوام اور علماء کو نوازتے۔ مفسر اعظم ہند کی قرآنی و عرفانی تقریر کو عوام سے زیادہ علماء ومشائخ پسند فرماتے۔ امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی یا محدث اعظم ہند صدارت فرماتے۔

۱۹۵۷ء کے عرس رضوی میں دارالعلوم منظر اسلام (جامعہ رضویہ) اور دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی کے درمیان یہ طے پایا کہ اکابر علمائے کرام کے علاوہ دونوں مدرسوں کے منتہی طلبہ کو بھی تقریر کا موقع دیا جائے تاکہ عوام پر یہ آشکار ہوسکے کہ دونوں مدارس بھی طلبہ کی ذہنی تربیت میں لگے ہوئے ہیں، پندرہ پندرہ منٹ کے لئے دونوں جگہوں کے ایک ایک منتہی طلبہ کو بھی تقریر کا موقع دیا گیا جب طلبہ کے انتخاب کی باری آئی تو منظر اسلام سے آپ کا انتخاب ہوا ، دارالعلوم مظہر اسلام سے شیر بہار حضرت مفتی اسلم رضوی بانی وسربراہ

الجامعۃ القادریہ مقصود پور، بہار، کا لیکن مفتی اسلم رضوی نے صرف پندرہ منٹ بولنے سے انکار فرمادیا اور اپنا وقت بھی امین شریعت کو دے دیا۔ اس طرح پہلی بار حضرت امین شریعت کو بریلی شریف کے اسٹیج پر بولنے کا موقع ملا۔ آپ کی تقریر کا انداز اور مدلل و محقق بیانات کو سن کر دورانِ تقریر ہی آپ سے اکابر علمائے اہل سنت نے اٹھ اٹھ کر معانقہ فرمایا۔ مفسر اعظم ہند نے اِن القاب سے نوازا کہ ”مجھے تم پر فخر ہے، تم نے جامعہ رضویہ کی عظمتوں میں چار چاند لگا دیا۔“ حضرت امین شریعت کے امتحانِ فضیلت کے ممتحنین جو قابل ذکر ہیں۔ ان میں محدث اعظم ہند، علامہ مفتی اجمل شاہ سنبھلی، مولانا قاری مصلح الدین کراچی، حضرت مولانا محمد حسین سنبھلی اور نگرانِ خصوصی حضرت علامہ الشاہ غلام جیلانی میرٹھی علیہم الرحمۃ والرضوان تھے۔

تربیت افتا: حضرت امین شریعت جب بریلی شریف تشریف لے گئے تو سب سے پہلے آپ کی ملاقات مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ سے ہوئی تھی اور پہلی ہی ملاقات میں مفتی اعظم ہند نے حضرت کو اپنے تپائی سے متصل بٹھا کر تاکید فرمائی کہ آپ جب تک بریلی میں رہیں میرے پاس تشریف لایا کیجئے۔ چنانچہ حضرت جب تک بریلی شریف میں مقیم رہے، مفتی اعظم ہند سے تربیت افتاء و فتوئ نویسی کے گر حاصل کرتے رہے اور تربیت کے دوران بھی فتوئ نویسی کا کام انجام دیتے۔ حضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپ سے تاکیداً ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ مفتی اعظم ہند کی خدمت میں بیٹھا کرو، ان سے فتوئ نویسی کے گر سیکھا کرو اور اپنے لکھے ہوئے فتاوئ کی اصلاح لیتے رہو۔

چنانچہ مسلسل گیارہ مہینے تک مفتی اعظم ہند کی صحبت بابرکت میں رہنے کی سعادت حاصل فرمائی اور اپنے تحریری جوابات پر اصلاحیں لیتے رہے۔ اس درمیان حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی شفقت و مہربانی کی موسلا دھار بارش آپ پر ہوتی رہی۔

درس و تدریس و خدمت افتا: دستارِ فضیلت کے بعد مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ایماء پر پچاس روپیہ ماہوار کے ساتھ آپ منظر اسلام میں بحیثیت نائب مدرس مقرر ہوئے۔ شرح وقایہ، شرح جامی اور نور الانوار کے طلبہ کی تکرار فرماتے اور نحو میر، صرف میر اور گلستاں کے طلبہ کو پڑھاتے بھی تھے۔ فتوئ نویسی کا ذوق دور طالب علمی سے تھا ہی لیکن اس کا باضابطہ آغاز ۱۳۷۶ھ میں حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت مفسر اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ کی اجازتوں سے ہوا۔ آپ کے نام کی پہلی مہر افتاء ۱۳۷۶ھ میں بریلی شریف کے اندر تیار ہوئی جس کو مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ملاحظہ فرما کر آپ کے حوالہ کیا پھر مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مہر مذکور کو دیکھ کر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا اور چند ہدایات بھی دیے۔

اسی سال بریلی شریف میں ایسا فساد ہوا کہ لوگوں کا گھروں سے باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔ اشیاء خورد و نوش کا ملنا مشکل ہو گیا۔ چونکہ حضرت کا قیام خانقاہِ رضویہ کے بالائی حصہ (کتب خانہ حامدی) میں تھا۔ اکثر و بیشتر سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ بنفس نفیس خود کھانا، ناشتہ لے جا کر حضرت کو کھلایا کرتے اور فسادات کے درمیان ہمت کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے۔ فسادات کے درمیان (تقریباً ایک ہفتہ تک) مسجد رضا میں صرف تین افراد (مفتی اعظم ہند، حضرت ساجد میاں اور حضرت امین شریعت) پر مشتمل پنج وقتی جماعتیں ہوتی رہیں۔ اس بیچ آپ کو مفتی اعظم ہند سے بہت کچھ استفادہ کا موقع ہاتھ آیا۔

منظر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مفسر اعظم کی رضامندی اور حضرت مولانا حافظ حمید الرحمٰن صاحب سجادہ حضرت محسنی ولی علیہما الرحمہ ناظم اعلی مدرسہ رحمانیہ حامدیہ کے اصرار پیہم پر شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں مدرسہ رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا، ضلع سیتامڑھی (سابق مظفرپور) میں صدر المدرسین کے منصب علیا پر فائز ہوئے اور پھر وہاں سے اپنے علم و عرفان کی روشنی پورے بہار میں پھیلاتے رہے۔ اس دور میں سینکڑوں تشنگانِ علوم دینیہ کو سیراب فرمایا جو اب خود مصدر و منبع علوم و حکمت بن کر دنیا کو سیراب کر رہے ہیں۔ مدرسہ رحمانیہ حامدیہ میں صدارت کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ مفتی بھی رہے اور کار افتاء کو بخوبی انجام دیتے رہے لیکن افسوس کہ حضرت کے وہاں سے چلے جانے کے بعد ان نقول فتاوئ کو ذمہ دارانِ مدرسہ محفوظ نہ رکھ سکے۔ مدرسہ رحمانیہ حامدیہ میں ایک عرصہ پڑھانے اور افتاء نویسی کے بعد مختلف مدارس میں آپ نے خدمات انجام دیں لیکن جہاں بھی گئے افتاء کی ذمہ داریوں کو بھی سنبھالا۔

آپ نے بعض مساجد میں بھی امامت و تدریسی خدمات انجام دی مثلاً جامع مسجد بالوترا باڑھ میر راجستھان، جامع مسجد کشمیری

کاٹھمنڈو نیپال وغیرہ تو وہاں بھی امورِ افتاء کو انجام دیتے رہے لیکن افسوس کہ ان فتاووں کی نقلیں محفوظ نہیں رکھی جاسکیں۔ حالانکہ ان میں سے بعض فتاویٰ پر مفتی اعظم ہند اور ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین قادری فاضل بہاری صاحب جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری کے تائیدی و توثیقی دستخط بھی ثبت تھے۔ علم المیراث کے بعض جوابات کی تائید و توثیق اس علم کے عظیم ماہر استاذ حضرت مولانا شاہ عظیم الدین مکنپوری ثم پوکھریروی نے فرمائی۔ یہ وہ وقت تھا کہ پورے علاقہ میں گورنمنٹ کی طرف سے سروے ہو رہا تھا اور آپ اپنے علمی لیاقت اور سوجھ بوجھ سے تیرہ تیرہ چودہ چودہ بطنوں کا مناسخہ نکالا کرتے تھے۔

آپ نے جامعہ معینیہ (معین العلوم) اجمیر شریف میں بھی تدریسی خدمات انجام دی اور وہاں کے افتاء کی ذمہ داری کو بھی سنبھالا۔ وہاں سے ایک ماہنامہ بھی شائع ہوا کرتا تھا ''سلطان الہند'' جس کی عملی ادارت بھی آپ ہی کے مضبوط کندھوں پر رکھی گئی گئی۔ برسوں تک اس رسالہ کے ذریعہ مذہب حق کی تبلیغ واشاعت کرتے رہے۔

مدرسہ ضیاء العلوم میں تدریسی خدمات:

اجمیر شریف سے واپس ہوکر اپنے آبائی وطن علیم آبا اہیاری نزد کمتول ضلع دربھنگہ، (بہار) میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام ''ضیاء العلوم'' ہے اور پھر وہاں سے اپنے علم و عرفان کا دریا بہانا شروع کیا۔ اس وقت اس مدرسہ میں چند بیرونی طلبہ جاگیر میں بھی رہا کرتے تھے جن کے خورد ونوش کا انتظام محلہ والوں کے ذریعہ ہوتا تھا جہاں دور دراز سے طلبہ کثیر تعداد میں آکر حضرت سے اکتساب فیض کرتے۔ مولانا نذیر احمد ادھیا نپوری، مولانا فضل الرحمن پورنوی، مولانا سلطان رضا رضانگر چھونٹا، مولانا حافظ عید محمد صاحب اور مولانا دلدار حسین خاں وغیرہم اسی دور کے تربیت یافتہ ہیں۔ حضرت کا گھرانہ اگرچہ علمی اعتبار سے ایک مضبوط قلعہ رہا ہے لیکن معاشی اعتبار سے حضرت نے کافی پریشانیوں کا سامنا فرمایا۔ آپ نے تدریسی و تبلیغی خدمات کو انجام دینے کے ساتھ امام اعظم و دیگر اکابر ائمہ مجتہدین و علمائے کاملین کی روش اور طریقے کو اختیار کرتے ہوئے تجارت بھی کرنا شروع کیا۔ بحمد اللہ! معاشی الجھنوں سے بھی آزاد ہوتے گئے۔

پھر آشاپور، دربھنگہ کی خانقاہ کے سجادہ نشین جناب صابر بابو کے پیہم اصرار پر آپ اپنے سامانِ تجارت کو اونے پونے کے دام ہٹا کر ۱۳۹۲ھ میں دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ بہار تشریف لے آئے اور نائب صدر کے منصب پر فائز ہوئے۔ وہاں اس وقت بچوں کی تعداد اچھی خاصی رہتی تھی اور متوسطات تک کی پڑھائی بھی ہوتی تھی جو خود حضرت پڑھایا کرتے اور دار الافتاء مستقل طور پر آپ کے زیر نگرانی آگیا۔ وہاں آپ کے اکثر فتاووں کی نقلیں بھی رکھی جانے لگیں اور الحمد للہ کہ وہ نقلیں اب بھی محفوظ ہیں جو طباعت کی منزل سے گذر کر عنقریب قارئین کی تشنگی کو بجھائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

ادارۂ شرعیہ بہار کی ''انسداد فسادات کانفرنس'' کی شرکت کے بعد جب مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمن رئیس التارکین اڑیسہ اور رئیس المناظرین حضرت علامہ مفتی الشاہ رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور (امین شریعت اول) مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار، دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ کے صدر و مہتمم حضرت مولانا مقبول احمد خان کے اصرار پر حضرت مولانا صوفی سید الزماں حمدوی اور مولانا مفتی عبد الحفیظ صاحب کے ہمراہ دربھنگہ مدرسہ حمیدیہ میں تشریف لائے۔ اصرار کی وجہ یہ بنی کہ اس وقت دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ کی تنزلی کا دور شروع ہو چکا تھا جس کا اندازہ حضرت مولانا مقبول احمد خان صاحب کو ہو چکا تھا۔ ان کو یہ لگا کہ اگر اس دار العلوم کے باگ ڈور کو قائدین اہل سنت کے ہاتھوں میں نہیں دیا گیا تو نہ جانے اس کا کیا حال ہوگا؟

بہر حال اتفاق رائے نہ ہونے کی صورت میں دونوں حضرات کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ دورانِ قیام حضرت رئیس المناظرین اور حضرت رئیس التارکین نے حضرت کے فتاووں کے نقول کو ملاحظہ فرمایا پھر دونوں حضرات بہت خوش ہوئے خاص کر مفتی اعظم کانپور نے قضاء و افتاء سے متعلق ضروری اور مفید ہدایتیں دیں اور دربھنگہ کمشنری کا باضابطہ قاضیٔ شرع بھی مقرر فرمایا اور تاکید فرمائی کہ مرکزی دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار سے مسلسل رابطہ قائم رکھیں۔

سن ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں ادارہ شرعیہ کے عظیم محرک و بانی حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (رئیس القلم) اور ادارۂ شرعیہ کے مہتمم علامہ سید رکن الدین اصدق مصباحی جب دربھنگہ کے بعض پروگرام میں تشریف لائے تو دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ میں بھی رونق افروز ہوئے اور آپ کے کارِ افتاء کا جائزہ لیا پھر ان دونوں

حضرات نے حالات کا واسطہ دیتے ہوئے حضرت کو مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار سلطان گنج پٹنہ آنے کی دعوت دی۔ حضرت ان دنوں دارالعلوم مشرقیہ کے انتظامیہ سے کافی پریشان بھی ہو چکے تھے۔ آپ نے انتظامیہ کی توجہ کو اس طرف مبذول بھی کرایا لیکن انتظامیہ کے افراد علوم شرعیہ سے خود ہی دور تھے تو اس کی اصلاح کیوں کر ممکن ہوتی۔ لہٰذا وہاں کے انتظامیہ کے سبب تدریسی و تعلیمی امور پر کافی برا اثر پڑا۔ اسی کو غنیمت موقع سمجھا اور آپ نے وہاں کے ناظم/سکریٹری کو ایک تحریر پیش کیا کہ برائے کرم یہاں کے انتظام و انصرام کو بہتر بنائیں تا کہ تعلیم و تربیت ٹھیک سے ہو سکے ورنہ اس تحریر کو استعفانامہ تصور کیا جائے۔ سکریٹری نے انتظام کو ٹھیک نہ کرنے کی گویا قسم کھالی تھی چنانچہ حضرت کی اس تحریر کو استعفانامہ تصور کیا گیا۔ حضرت خوش ہو کر وہاں سے رخصت ہو گئے حالانکہ منتظمہ پر سال بھر کا مشاہرہ بھی بقایا تھا پھر بھی حضرت موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے مرکزی دارالافتاء ادارۂ شرعیہ پٹنہ تشریف لائے۔

جہاں ادارۂ شرعیہ بہار کے ارباب حل وعقد نے علامہ الحاج مفتی ارشد القادری جمشید پوری رئیس القلم اور امین شریعت اول علامہ الحاج الشاہ مفتی رفاقت حسین علیہما الرحمۃ والرضوان کی رہنمائی و سربراہی میں آپ کو مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار کے مرکزی دارالافتاء کے صدر الصدور کے منصب پر فائز کیا گیا۔ ادارۂ شرعیہ میں آپ جہد پیہم اور یکسوئی کے ساتھ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۴ء کے اخیر تک مسلسل پانچ سال صدر مفتی کی حیثیت سے افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے۔ یہاں آپ کی نیابت حضرت علامہ قاضی و مفتی عبدالحافظ رضوی علیہ الرحمہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ میں راقم الحروف نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت آپ تو میرے پیر و مرشد حضرت امین شریعت کے نائب صدر مفتی ہوا کرتے تھے، کچھ ان کے حالات پر روشنی ڈالیں۔ تو حضرت مفتی عبدالحافظ رضوی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وہ تو بزرگوں کی نشانی ہیں، ان سے دنیا والے جتنا فیض اٹھانا چاہیں اٹھالیں۔ پتہ نہیں ان کے اندر تحریری اور تقریری صلاحیت و سلاست کہاں سے آئی کہ وہ روزانہ درجنوں فتاوی لکھا کرتے۔ اگر کہیں پروگرام میں چلے جاتے اور چند روز کے بعد بھی آنا ہوتا تو وہ سب سے پہلی فرصت میں سارے جوابات لکھتے اور پھر اسے بھیج دیتے۔ اگرچہ ان سوالات کی تعداد پچاس تک پہنچ جاتی۔ سبحان اللہ! اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے اوپر بزرگوں کا کتنا فیضان و اکرام تھا کہ دین کا کام چاہے پہاڑ جتنا ہو خندہ پیشانی کے ساتھ اسے انجام دیتے۔

ادارۂ شرعیہ سے آپ کے صادر شدہ فتاوے نہ صرف مسلم عوام و خواص میں مقبول ہوئے بلکہ ان فتاوؤں کو اس وقت کے کلکٹر اور ججوں کو بھی تسلیم کرنا پڑتا اور کورٹ و کچہری میں بھی آپ کے فتاوے پر مسلم نزاعات کے فیصلے ہوئے۔ ادارۂ شرعیہ میں آپ کے لکھے گئے فتاوؤں کی تعداد تو معین نہ ہو سکیں البتہ جہازی سائز کے بڑے بڑے پانچ رجسٹروں میں آپ کے فتاوؤں کے نقول موجود ہیں جو بحمد للہ حضرت نے خود سے نقل کیا ہے اور دارالافتاء مرکزی ادارۂ شرعیہ کی المباری میں محفوظ ہیں۔

امین شریعت کا منصب جلیلہ: آپ کی علمی لیاقت اور افتاو قضاء کی مہارت پورے ہندوستان مین مسلم مانی جاتی رہی۔ جب امینِ شریعت ثانی حضرت مولانا انیس عالم سیوانی صاحب علیہ الرحمہ کا انتقال پر ملال ہوا تو ادارۂ شرعیہ میں اس منصب جلیلہ پر کسی عبقری شخصیت کی تلاش شروع ہوئی۔ چونکہ یہ منصب ادارہ کا سب سے بڑا اور ذمہ دار منصب ہے لہٰذا اس منصب پر کوئی ایسی ہی شخصیت جلوہ بار ہو سکتی تھی جو ادارہ کا رازدار بھی ہو، وفاشعار بھی ہو۔ تلاشِ بسیار کے بعد تمامی علمائے اہلسنت کی نگاہ آپ پر مرکوز ہو گئی لیکن آپ نے اپنی مصروفیت کو سامنے رکھ کر اس منصب جلیلہ سے معذرت چاہی لیکن اصرار بسیار پر آپ مجبور ہوئے اور اس منصب علیا کی ذمے داریوں کو قبول فرمالی۔ ادارۂ شرعیہ کے بعد ۱۹۸۵ء کے شروع میں مفکرملت ریحان رضویت حضرت علامہ الحاج ریحان رضا خان عرف رحمانی میاں قبلہ علیہ الرحمہ کے اصرار پر آپ پھر جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے دارالافتاء میں صدر مفتی کی حیثیت سے جنوری ۱۹۸۵ء تا اکتوبر ۱۹۸۵ء خدمت افتاء انجام دیتے رہے۔

ھالینڈ کا سفر: اسی درمیان ہانگ کانگ اور ہالینڈ سے ایک عالم دین کا شدید مطالبہ ہوا۔ چونکہ ریحان ملت نے ان دنوں امریکہ، یورپ اور جنوبی امریکہ کا تبلیغی و اشاعتی دورہ فرمایا تھا تو انہوں نے حضرت کو مشورہ دیا کہ اگر آپ چاہیں تو کچھ دنوں کے لئے ہالینڈ تشریف لے جائیں۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں آپ "نیدرلینڈ اسلامک

سوسائٹی'' کے ذریعہ ہالینڈ آگئے۔ یہاں تبلیغ واشاعت اور امامت وخطابت کے علاوہ افتاء کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۱۹۸۷ء مطابق ۱۴۰۸ھ میں قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ کی تحریک پر جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان عرف ازہری میاں قاضی القضاۃ فی الہند کی قیادت اور عراق وترکی نیز مغرب کے سفراء اور کانسلرز کی نمائندگی وموجودگی میں عمائد ملک وملت نے آپ کے سر دستارِ افتاء وقضا باندھ کر ملک بھر کے کارِ افتاء وقضاء کی ذمہ داری وجوابدہی آپ کے سپرد کی اور آپ کا دارالافتاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیگ قرار دیا گیا۔ چونکہ آپ کا مستقل قیام آمسٹرڈم میں تھا جہاں سے روزانہ جامعہ آنا جانا متعذر رتھا۔لہٰذا علامہ موصوف علیہ الرحمہ نے یہ ذمہ داری الحاج عبدالسبحان مرحوم عرف حاجی جھام کے سپرد کی کہ ہفتہ میں دو دونوں مفتی صاحب کو جامعہ میں لائیں اور پہنچائیں جو سلسلہ بہت دنوں تک چلتا رہا پھر یہ بات طے پائی کہ تحریری سوالات آمسٹرڈم ہی بھیج دیے جائیں۔اب تک یہی طریقہ جاری ہے۔

۱۹۹۹ء میں اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ (تنظیم القرآن) اور مجلس رضا نیدرلینڈ کے قیام ورجسٹریشن کے بعد ان دونوں تنظیموں کے دارالافتاء اور دارالقضاء کی ذمہ داری بھی آپ کے سر آگئی اور جب مجلس علماء کے دارالقضاء نیدرلینڈ کا قیام عمل میں آیا تو اسکے بھی افتاء وقضاء کی ذمہ داری آپ کے سر آگئی۔ اس طرح سے تقریباً ساٹھ سالہ خدمات افتاء کا سہرا آپ کے سر بندھتا ہے۔ موجودہ دور میں ایسے ماہر ومشاق خادم افتاء شاید باید ہی نظر آتے ہیں۔

اسفارِ عالم: ہالینڈ کے سفر سے پہلے آپ **سیروا فی الارض** کے تحت سفر وسیاحت برائے تبلیغ واشاعت بہت ہی محبوب رکھتے تھے اور اسی وجہ سے آبائی وطن کو جب سے چھوڑا ہے، تب سے سفر ہی سفر میں رہے، کبھی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے تو کبھی تعلیم دینے کی غرض سے۔ کبھی تقریر کی غرض سے تو کبھی تبلیغ کی غرض سے گویا اب تک سفر میں ہی ہیں اور وہ بھی تبلیغ واشاعتِ دین کے لئے ہے۔ آپ اپنی ایک تصنیف ''کائنات آرزو'' المعروف بہ ''زیارات مقدسہ'' میں رقم طراز ہیں کہ سفر کرنے کا مجھے بچپن ہی سے شوق تھا۔ جب میرے اس شوق کو مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے محسوس فرمایا تو بریلی سے کہیں بھی باہر سفر پر جاتے تو آپ مجھے اپنے ہمراہ ضرور لے جاتے اور اس طرح آپ کو اکتساب فیض کا اچھا موقع ہاتھ آتا۔

جب آپ بریلی شریف سے پوکھریرا آگئے تو مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ جب کبھی بہار یا اُس کے مضافات میں آتے تو آپ کو ضرور بلوایا جاتا۔ اسی شوق کو اللہ نے قبولیت کا شرف بخشا اور آپ ہالینڈ جا پہنچے پھر تو سفر کا ایک سلسلہ جاری ہوگیا۔ جرمنی، فرانس، پیرس، لندن، سوئٹزرلینڈ، فین لینڈ، برلن، پولینڈ، اسپین، پرتگال، روم، ترکی، مراکش، عراق، لیبیا، سعودیہ، دبئی، بحرین، انڈونیشیا، ملیشیا اور نہ جانے کتنے ایسے ممالک ہیں جن کا سفر آپ نے فرمایا اور نصیحت آموز واقعات کو آپ نے ''کائنات آرزو'' میں تحریر فرمایا ہے۔

زیارت حرمین شریفین: سب سے پہلا حج آپ نے ۱۹۸۲ء میں کیا۔ اس وقت لوگ ہوائی جہاز سے حج کے سفر پر کم جاتے تھے نسبتاً پانی جہاز سے اکثر جایا کرتے۔ پندرہ بیس دنوں کے سمندری سفر کو طے کرنے کے بعد آپ جدہ پہنچے۔ اثنائے سفر آپ نے ایک کتاب بھی تحریر فرمائی ''حیات مفسر اعظم'' جو حضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر سب سے پہلی تصنیف لطیف ہے جو مقبول خواص وعوام ہوئی اور جو، اب تک خراج تحسین حاصل کر رہی ہے۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ بار حج بیت اللہ وزیارت رسول اکرم ﷺ اور متعدد عمروں سے نوازا۔ ایک حج میں راقم الحروف بھی آپ کے ساتھ تھا۔ بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کو ملا۔ ایک مرتبہ جب ہم دونوں مدینہ شریف میں مسجد نبوی میں داخل ہو رہے تھے تو آپ نے فرمایا ''حج تو ایک بار فرض ہے جسے میں نے ۱۹۸۲ء میں ادا کر لیا ہے۔ اب تو حج کے بہانے سے حضور پاک ﷺ کی زیارت کرنا مقصود ہوتا ہے پھر اعلیٰ حضرت کے اس شعر کو پڑھنے لگے۔

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

تصنیفی وتالیفی خدمات: آپ تحریری میدان میں بھی یکتائے روزگار نظر آتے ہیں آپ کو لکھنے پڑھنے کا شوق بچپنے ہی سے تھا۔ دور طالب عالمی میں جب بھی کبھی تحریری مقابلہ ہوتا تو آپ اس میں ضرور شرکت فرماتے اور اکثر انعاموں کے مستحق ہوتے۔ دور طالب علمی میں آپ نے ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام رکھا

''شبستان دیوبند'' جو، اب محفوظ نہیں۔ آپ کو نعت گوئی میں بھی کافی دلچسپی ہے اور اس فن میں آپ کو استاذ الشعراء کا لقب بھی حاصل ہے جب کہ آپ نے فنِ شاعری میں شرفِ تلمذ کسی سے حاصل نہیں فرمائی۔

جب آپ دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ دربھنگہ میں مقیم تھے تو ایک کمبخت دیوبندی سرپھرے شاعر (رند رجیمی) نے ایک کتاب بنام بریلویت اپنی کتابوں کے آئینے میں لکھی جو پوری نظم پر مشتمل تھی۔ اس شاعر نے توہین رسالت میں اور بزرگانِ دین کی بے عزتی کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ ساتھ میں اس شاعر نے یہ بھی دعوٰی اور چیلنج کیا کہ ہے کوئی سنی عالم جو اس کتاب کا جواب لکھ سکے تو آپ نے اس بدزبان کے منہ میں لگام دینے کیلئے اتنے بہترین اسلوب میں نظم کی ایک جوابی کتاب تحریر فرمائی کہ دشمنانِ رسول انگشت بدنداں ہوگئے اور آج تک اس کتاب ''تازیانہ'' کا جواب نہ دے سکے۔ اس کتاب پر تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں صاحب قبلہ نے دعائیہ کلمات کی مہر بھی ثبت فرمائی ہے۔ نیپال کے دوران قیام راجہ برندر بیر بکرم شاہ دیب کی تاجپوشی کے موقع پر مختلف نظموں پر مشتمل ایک کتاب بنام ''پھلواری'' آپ نے ترتیب دی جس کا نیپالی زبان میں تربھون یونیورسیٹی کے زبان و ادب کے پروفیسر نے ترجمہ کیا۔ کتاب پر اردو ادب کے مشہور شاعر فراق گورکھپوری نے تقریظ لکھی۔ نیپال کے سابق راجہ مہندر بیر بکرم شاہ دیب نے ذوق و شوق کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا اور ایک مخصوص خط میں اپنے تاثر کا اظہار کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور انعام کی خوش خبری دی۔

آپ نے بہت سے ماہنامے کی بھی ادارت سنبھالی مثلاً اجمیر شریف سے شائع ہونے والا ''سلطان الہند'' کلیر شریف سے شائع ہونے والا ماہنامہ ''کاشانۂ صابری'' ادارۂ شرعیہ پٹنہ سے شائع ہونے والا ''رفاقت'' پندرہ روزہ (وغیرہ) ویسے تو آپ نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں سے اکثر چھپ چکی ہیں یا چھپنے کے لئے تیار ہیں لیکن جو، ابھی تک مسودہ کی شکل میں ہیں ان کی بھی تعداد درجنوں تک ہے۔ آپ کی تحریر کو لوگوں نے اتنا پسند کیا کہ وہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوکر شائع ہو چکی ہیں اور کتنوں پر ترجمہ کا کام ہنوز جاری ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تصانیف لطیفہ کی ایک فہرست ناظرین کرام کے استفادہ کے لئے پیش کروں۔

نثر میں بزبان اردو: (۱) قرآنی تعلیم حصہ اول (۲) قرآنی تعلیم حصہ دوم (۳) قرآنی علوم (۴) ضیائے تصوف (۵) فتویٰ نویسی کے رہنما اصول (۶) مکالمۂ حق و باطل (۷) مسائل حج و زیارت (۸) کائنات آرزو المعرو بزیارات مقدسہ (۹) قادیانی دھرم (۱۰) کتاب الدعوات المعروف بہ قرآنی عملیات (۱۱) حج و زیارت کی دعائیں (۱۲) حج کے مسائل مع زیارات حرمین شریفین (مع تحقیق و تخریج و تصاویر) (۱۳) غوث بنگالہ (۱۴) سوانح غوث بنگالہ (جدید ترتیب اور مزید حذف و اضافہ کے ساتھ) (۱۵) حیات مفسر اعظم ہند (مختصر) (۱۶) حیات مفسر اعظم (تفصیلی حیات و خدمات) (۱۷) تعویذات سیفی (۱۸) نقوش قادریہ (جدید ترتیب اور بیاض حامدی کے اضافہ کے ساتھ) (۱۹) جبین امامت کا آخری سجدہ (امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ) (۲۰) فتاویٰ یورپ (۲۱) فتاویٰ شرعیہ (سات جلدوں میں) (۲۲) نیت نامہ (کلاں) (۲۳) فتاویٰ واجدیہ (زیر طباعت) (۲۴) تمہید ایمان (۲۵) قرآنی ترجموں کا تقابلی جائزہ۔

نثر میں بزبان انگریزی: (۱) قادیانی دھرم (۲) فتاویٰ یورپ (زیر طباعت) نثر میں بزبان ہندی (۱) قادیانی دھرم (زیر طبات) (۲) فتاویٰ یورپ (زیر طباعت) (۳) حیات مفسر اعظم (زیر طباعت) (۴) کائنات آرزو (زیر طباعت) نثر میں

بزبان ڈچ: (۱) قادیانی دھرم (۲) مسائل حج و زیارت (۳) حج و زیارت کی دعائیں (۴) کتاب الدعوات (زیر طباعت) (۵) تین طلاقیں (۶) امام احمد رضا (۷) حضرت غوث اعظم عبد القادر جیلانی (۸) نیت نامہ (کلاں) (۹) تمہید ایمان۔

نظم میں بزبان اردو: (۱) تنویر نیر (۲) نقش دوام (۳) تازیانہ (۴) پھلواری (بزبان نیپالی) نظم میں بزبان ڈچ: (۱) تنویر نیر

آپ کی ان تحریری کاوشوں کا بھی ذکر قارئین کے لئے مفید ثابت ہوگا کہ آپ نے اپنے پیر و مرشد مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کی چند کتابوں کی تسہیل فرمائی ہے جو اس دور کا اہم تقاضہ ہے تاکہ عوام الناس آسان اردو کے ذریعہ بزرگوں کی کتابوں کو سمجھ سکے۔ ویسے تو آپ نے یہ عزم فرمایا ہے کہ جہاں تک ہوسکے گا، رضویات سے متعلق (اعلیٰ حضرت و دیگر خانوادہ رضویہ کے بزرگوں کی کتابیں) جتنی

بھی کتابوں کی تسہیل ممکن ہوگی ان کی تسہیل کر کے عوام الناس کے درمیان عام کی جائے۔ تسہیل شدہ مطبوعہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) فضائل درود شریف از مفسر اعظم (۲) نعمت اللہ از مفسر اعظم۔

آپ کے مبیضے کی تفصیل درج ذیل ہیں: (۱) لاؤڈ اسپیکر پر اذان واقامت اور نماز کی شرعی حیثیت۔ (۲) ڈاڑھی کی شرعی حیثیت ہے (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسمانی یا روحانی۔ (۴) علم غیب کی حقیقت (۵) آذان ثانی کی شرعی حیثیت اور اس کا مقام (۶) مروجہ میلاد کی شرعی حیثیت (۷) بیاضِ حامدی مع اضافہ (۸) سود کا مسئلہ۔ آپ کے مسودہ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے: (۱) رویت ہلال سے متعلق علمائے احناف کا مذہب (۲) شفق احمر اور شفق ابیض کی تحقیق (۳) عقائد بدمذہباں (۴) وصایا واجدیہ۔

تنظیمی وملی خدمات: آپ کا ذہن ہمیشہ تنظیمی وملی خدمات کی طرف مائل رہا۔ آپ نے درجنوں مکاتب، مدارس، مساجد اور تنظیموں کی بنیاد رکھی اور درجنوں اداروں کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔

قائم کردہ ادارے: (۱) مدرسہ واجدیہ عید گاہ، سن ریلے آسنسول، بنگال (۲) مدرسہ ضیاء العلوم، علیم آباد اہیاری در بھنگہ، بہار (۳) الجامعۃ الواجدیۃ، موئی پور ترونی، در بھنگہ، بہار (۴) واجد ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) در بھنگہ، بہار (۵) واجد جونیئر اسکول (انگلش میڈیم) در بھنگہ، بہار (۶) واجد کمپیوٹر سینٹر، در بھنگہ، بہار (۷) المؤسسة الواجدية، برائے نشر واشاعت کتب دہلی، انڈیا (۸) القرآن اسلامک فاؤنڈیشن نیدر لینڈ (۹) مجلس رضا، نیدر لینڈ۔ (۱۰) مسجد، علیم اباد اھیاری، در بھنگہ۔

جن اداروں کو آپ کی سرپرستی حاصل ہے ان کی تعداد تو بہت ہیں لیکن عدم معلومات کی بنیاد پر میں جن اداروں کو جانتا ہوں وہ مندرجہ ذیل ہیں: (۱) مرکزی ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار (آپ ادارہ کی سرپرستی فرمانے کے ساتھ ساتھ وہاں کے امین شریعت ثالث کے منصب علیا پر بھی فائز ہیں) (۲) دینی تعلیمی مرکز، کولکاتا، بنگال (۳) مدرسہ اسلامیہ، غنی پور ترونی، در بھنگہ (۴) نوری مسجد، آمسٹرڈم، ہالینڈ (۵) ادارۂ کنز الایمان، سرینام، ساؤتھ امریکہ (۶) مسجد شاہی جامع مسجد، در بھنگہ (بہار)

خلافت واجازت: آپ کو مختلف سلاسل کے بزرگوں سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ ان میں جن کے اسمائے گرامی مشہور ومعروف ہوئے ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مفسر اعظم ہند حضرت علامہ شاہ ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان۔ مفسر اعظم ہند کے حکم پر جب آپ بریلی شریف تشریف لائے تو فراغت علمیہ کے بعد ہی یعنی ۱۹۵۷ء میں آپ کو حلقۂ ارادت میں مفسر اعظم ہند نے داخل کرلیا۔ نہ صرف یہ کہ مرید بنالیا بلکہ مرید بنانے کے ساتھ خلافت واجازت رضویہ سے بھی تحریری طور پر نوازا، اپنے دستارِ مبارک اور جبّہ کو آپ کے سپرد فرمایا۔

(۲) مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی الشاہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان۔ ایک مرتبہ آپ آرام فرمارہے تھے تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مسجد رضا میں ہیں اور اپنے اوراد ووظائف میں مشغول ہیں تبھی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ رضا مسجد میں داخل ہوئے اور آپ سے معانقہ فرمایا اور ایک خوبصورت لنگی عنایت فرماتے ہوئے دعائیں دیں۔ بعدہٗ آپ خواب سے بیدار ہوئے تو فوراً تیار ہو کر اپنے مرشد ومربی مفسر اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور خواب کی تعبیر دریافت فرمائی۔ مفسر اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ عبد الواجد آپ کی قسمت بہت بلند ہے خود مفتی اعظم ہند آپ کو خلافت سے نوازنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ بارگاہِ مفتیٔ اعظم ہند میں تشریف لے گئے۔ مفتی اعظم ہند نے اپنے الطافِ کریمانہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کو اپنی تپائی کے ایک دم قریب بٹھایا اور اپنے عمامہ شریف اور جبہ شریف کو آپ کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو میں ان تمام سلاسل واوراد ووظائف کی اجازت وخلافت عطا کرتا ہوں جو مجھے میرے مرشد برحق سے ملے۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے دوسری بار اجمیر شریف میں حضرت مولانا حافظ حاجی حمید الرحمن صاحب پوکھریروی کے ہمراہ آپ کو اپنی اجازت وخلافت سے نوازا۔

(۳) شہزادۂ قطب مدینہ حضرت مولانا فضل الرحمن علیہ الرحمۃ والرضوان۔ جب آپ نے باب مجیدی سے انتقال مکانی فرمایا تو تیسری ملاقات میں انہوں نے خلافت ضیائیہ رضویہ تحریری طور پر عطا فرمائی۔

(۴) مخدوم زماں حضرت الشاہ الصوفی سید احمد شاذلی عورفی علیہ الرحمۃ والرضوان ان بھی بزرگوں کے علاوہ اور بھی بہت ایسے مشائخ عظام ہیں جنہوں نے اپنے سلاسل و اوراد وظائف کی اجازت وخلافت مرحمت فرما کر آپ کو سرفراز فرمایا ہے۔

آپ اپنے ''وصایا واجدیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں جو کہ تواضع و انکساری کی انمٹ مثال ہے۔ فرماتے ہیں:

بعض صاحب سلسلہ بزرگوں نے محض الطاف کریمانہ کی وجہ سے عامۃ المسلمین کو داخل سلسلہ کرنے کی اجازتیں دیں لیکن میں اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے سلسلہ ارشاد و تبلیغ کو فروغ نہیں دے سکا پھر بھی چند لوگ وابستہ ہو گئے، مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان سب کو کامیاب فرمائے اور میرے لئے ذخیرہ آخرت بنائے (آمین)

مجھے جن اوراد وسلاسل کی اجازتیں اپنے مشائخ عظام وپیران کرام (حضرت مفسر اعظم ہند، حضرت سرکار مفتی اعظم ہند، شہزادہ قطب مدینہ مولانا فضل الرحمن، مخدوم محترم حضرت احمد شاذلی وغیر ہم رحمہم اللہ تعالیٰ) سے حاصل ہوئیں ان سب کا عزیزم مولوی فیضان الرحمن سبحانی کو ماذون ومجاز بناتا ہوں اور بشرط علم وعمل ان کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں تاکہ وہ اسلاف کے فیوض روحانی کے ذریعہ عامۃ المسلمین کو مستفیض کریں اور خیر الناس من ینفع الناس پر عمل کرتے ہوئے عامۃ المسلمین کی نفع رسانی پر اپنا وقت صرف کریں اور کبھی کبھی مجھے بھی دعوات صالحہ میں یاد کر لیا کریں۔

سوادِ اعظم اہل سنت کی تبلیغ واشاعت:

آپ اپنی کم عمری سے اب تک مسلک حق اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت میں لگے رہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا شمار اکابر علماء اہل سنت میں ہوتا ہے۔ جب کبھی بھی جماعت اہل کو کسی بدمذہب سے نقصان پہنچتا ہے تو آپ شمشیر بے نیام نظر آتے ہیں جیسا کہ آپ کی تصانیف وتالیفات سے واضح ہوتا ہے اور نیچے کی تحریر سے قارئین پر واضح ہوگا کہ آپ مذہب حق اہل سنت کے کتنے سچے اور پکے وفادار سپاہی ہیں۔ آپ وصایا واجدیہ میں فرماتے ہیں:

''میں اپنی اولاد، اولاد در اولاد، مریدوں، شاگردوں اور مذہبی رابطہ رکھنے والوں کو تاکید شدید کرتا ہوں کہ وہ مذہب حق اہل سنت وجماعت پر تاحین حیات مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور مسلک امام احمد رضا بریلوی کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ دنیاوی ودینی تمام مسائل میں علماء اہل سنت وجماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کیا کریں۔ وما توفیقی الا باللہ''

○○○

☆ مرتب فتاویٰ شرعیہ، صدر مفتی ومہتمم الجامعۃ الواجدیہ موئی پور ترونی، دربھنگہ (بہار)، ۲۴/ دسمبر ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ

تاج الشریعہ کو حق گوئی وبے باکی وراثت میں ملی تھی

شعبہ علوم اسلامی ہمدرد یونیورسٹی دہلی میں منعقد ایصال ثواب اور تعزیت کی محفل میں ازہری خدمات کا اظہار واعتراف

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ بھی انسان مردے ہیں علمائے دین کے سوا لیکن بھی علمائے دین، خواب وغفلت کے شکار ہیں علمائے باعمل کے سوا۔ پھر بھی علمائے باعمل خسران میں ہیں علمائے مخلصین کے سوا لیکن باعمل علمائے دین مخلصین بھی گھاٹے میں ہیں خوف الٰہی اور خشیت خداوندی والے علمائے دین کے سوا۔ اندرا گاندھی کے زمانے میں نسبندی کے حوالے سے حکومت ہند کی مرکزی پالیسی کے خلاف ''نسبندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے'' کا فتویٰ دینے والے عالم دین، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کے جانشین تھے تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں۔ اعلیٰ حضرت کی علمی وراثت، مفتی اعظم ہند کے فقہ وحق بیانی اور خانوادہ رضا بریلی کے آخری مذہبی علمی یادگار تھے حضرت علامہ ازہری میاں جنھیں اسلامی حکم اور شرعی موقف بیان کرنے میں اپنے دونوں خداترس بزرگ علمائے دین مخلصین اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم کی بے باک حق بیانی وراثت میں ملی تھی۔ شعبہ علوم اسلامی ہمدرد یونیورسٹی کے سیمینار ہال میں ۲۱ جولائی کو بروز ہفتہ ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی تعزیتی محفل میں صدر شعبہ پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی نے ان خیالات کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا کہ حضرت علامہ ازہری میاں کی علمی شخصیت، پیری مریدی کی شہرت ومقبولیت میں گم ہو گئی، حالاں کہ ان کے علم وفضل اور فقہ وفتاویٰ کے علمائے زمانہ معترف ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی زبان کو سمجھنے والے بھی آج کل ناپید ہیں جب کہ حضرت ازہری میاں نے فتاویٰ رضویہ جلد اول کا عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور کئی عربی کتابیں عربی زبان میں لکھی ہیں۔ ڈاکٹر سید فضل الرحمن نے نظامت کی۔ ڈاکٹر محمد احمد نعیمی نے تلاوت کی۔ محمد حسین نے نعت خوانی کی اور محمد سجاد نے منقبت پڑھی۔ پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی صاحب نے فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی۔ **اطلاع** محمد ارشاد عالم نعمانی

شخصیت شناسی

تاج الشریعہ ولادت سے وصال تک

عطاء الرحمن نوری*

نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت العلام شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری برکاتی بریلوی کی شخصیت عالم اسلام میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ خانوادۂ رضویہ میں علم وعرفان اور دین ودانش کا سرچشمہ ہیں، سیکڑوں اساتذہ کے استاذ اور بے شمار فرزندان توحید کے ماویٰ مرجع اور مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے علم وفضل، زہد وتقویٰ، اخلاص ووفا، تحقیق وتنقیح کے حقیقی وارث ہیں۔ احقاق حق وابطال باطل کا تحقیقی انداز آپ کو ورثہ میں ملا ہے۔ عرب وعجم کے عوام وخواص آپ سے حصول فیض اور اکتساب برکت کے لیے مشتاق رہتے ہیں اور آپ کے چہرۂ تاباں کی زیارت کو ایمان کی تازگی کا ذریعہ جانتے ہیں۔ آپ ایک عاشق رسول، باعمل عالم، لاثانی فقیہ، باکمال محدث، لاجواب خطیب، بے مثال ادیب، کہنہ مشق شاعر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ استقامت سب سے بڑی کرامت ہے اور حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ علینا کی یہی کرامت سب سے بڑھ کر ہے۔

۲۰۰۹ء سے دی رائیل اسلامک اسٹرائٹےجک اسٹڈی سینٹر (جارڈن) پوری دنیا میں اثر ورسوخ رکھنے والے پانچ سو مسلم افراد پر مشتمل سروے رپورٹ پیش کر رہا ہے۔ اس فہرست میں محقق، ادیب، سیاسی، مذہبی، روحانی، مبلغ، سخی، سماجی، تجارتی، تہذیبی، ثقافتی، فنی، قاری، صحافتی، نامور اور کھیل کی دنیا سے تعلق رکھنے والے پانچ سو بااثر افراد ہوتے ہے۔ ۱۴-۲۰۱۳ء کی سروے رپورٹ کے مطابق تاج الشریعہ صاحب قبلہ کی شخصیت ۲۲ رویں نمبر پر شامل اشاعت تھی۔ ۱۵-۲۰۱۴ء میں بھی ۲۲ رویں نمبر پر شامل اشاعت تھی۔ ۲۰۱۶ء کے مطابق ۲۵ رویں اور ۲۰۱۷ء کی سروے رپورٹ کے مطابق ۲۳ رویں نمبر پر شامل اشاعت ہے۔

ولادت اور اسم گرامی: آپ کی ولادت باسعادت ۲۴ رذی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ رنومبر ۱۹۴۳ء بروز سہ شنبہ مبارکہ محلہ سوداگران رضانگر بریلی شریف میں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت تک آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:

''محمد اسماعیل رضا عرف محمد اختر رضا خاں بن ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں بن حامد رضا خاں بن امام احمد رضا خاں بن علامہ مفتی نقی علی خاں۔''

آپ حجۃ الاسلام کے پوتے اور مفتی اعظم ہند قدس سرہما کے نواسے ہیں۔ آپ پانچ بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ دو بھائی آپ سے بڑے ہیں۔ ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں قادری اور تنویر رضا خاں قادری اور دو آپ سے چھوٹے ہیں۔ ڈاکٹر قمر رضا خاں قادری اور مولانا منان رضا خاں قادری۔

تعلیم وتربیت: چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں آپ کے والد ماجد مفسر اعظم ہند نے رسم ''بسم اللہ خوانی'' کی عظیم الشان تقریب منعقد فرمائی۔ تاجدار اہلسنّت مفتی اعظم قدس سرہ نے رسم بسم اللہ خوانی ادا فرمائی۔ قرآن پاک ناظرہ والدہ مشفقہ سے پڑھا، اردو کی ابتدائی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں، اس کے بعد دار العلوم منظر اسلام میں داخل ہوئے اور قابل فخر اساتذۂ کرام سے اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کی۔ منظر اسلام سے فراغت کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے جامع ازہر مصر تشریف لے گئے اور وہاں کلیۃ اصول الدین میں داخلہ لے کر تفسیر واصول تفسیر، حدیث واصول حدیث، فقہ واصول فقہ اور عربی زبان وادب میں کمال حاصل کیا۔ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں سند سے نوازے گئے۔

اساتذۂ کرام: آپ کے اساتذۂ کرام میں حضرت مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا نوری، حضرت مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری، مفسر اعظم ہند حضرت مفتی محمد ابراہیم رضا جیلانی، فضیلۃ الشیخ علامہ محمد سماحی (جامعۃ الازہر) علامہ محمود عبد الغفار (جامعۃ الازہر)، مولانا محمد ریحان رضا قادری رحمانی میاں اور مولانا مفتی محمد احمد عرف

جہانگیر خاں رضوی جیسے جید صاحبان کے نام شامل ہیں۔

بیعت وخلافت: آپ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ سے بیعت وارادت کا شرف رکھتے ہیں۔ ۲۰ رسال کی عمر میں حضرت مفتی اعظم ہند نے ۱۵ رجنوری ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۱ھ کو تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ والد ماجد نے فراغت سے قبل ہی اپنا جانشین بنادیا تھا۔ حضرت برہان ملت قدس سرہ نے بھی آپ کو تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پیر خانہ مارہرہ مقدسہ کی دو عظیم الشان شخصیتوں نے بھی آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

(۱) سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں قدس سرہ

(۲) احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ۔

تدریسی خدمات: جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد آپ دار العلوم منظر اسلام میں تدریس کے فرائض انجام دینے کے لیے مامور ہوئے۔ درس وتدریس کا یہ سلسلہ مسلسل بارہ سال تک چلتا رہا۔ تبلیغی اسفار اور بیعت وارشاد کی مصروفیات کے باعث تدریس کا یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا مگر فتویٰ نویسی، تحقیق وتدقیق اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ صحت وتندرستی تک جاری وساری رہے۔

ممتاز تلامذہ: جانشین مفتی اعظم کی تدریسی زندگی میں بے شمار طلبہ نے اکتساب فیض کیا، تلامذہ کی تعداد خاصی زیادہ ہے، دار العلوم منظر اسلام بریلی کے دفتر سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ چند مشاہیر تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) علامہ مفتی سید شاہد علی رضوی، محدث الجامعۃ الاسلامیہ، رام پور۔ (۲) علامہ انور علی رضوی بہرائچی، شیخ الادب دار العلوم منظر اسلام، بریلی۔ (۳) مفتی ناظم علی رضوی بارہ بنکوی، مرکزی دار الافتاء سوداگران، بریلی۔ (۴) مولانا کمال احمد رضوی نانپاروی ضلع بہرائچ۔ (۵) مولانا جمیل احمد خاں نوری بستوی، ریسرچ اسکالر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ (۶) مولانا مظفر حسین رضوی بہری، سابق مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی۔ (۷) مولانا ذوالفقار علی خاں نوری رام پوری، ایڈیٹر ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی۔ (۸) مفتی عبید الرحمٰن رضوی بہاری، مدرس دار العلوم مظہر اسلام، بریلی۔ (۹) مولانا وصی احمد رضوی، خطیب برمنگھم۔ (۱۰) مولانا سلیم الدین رضوی بمن پوری ، بہار۔ (۱۱) مولانا شیر الدین رضوی، مدرس مدرسہ محمدیہ سنگرا کچھ مغربی دیناج پور، بنگال۔ (۱۲) مولانا مجیب الرحمان رضوی، مدرس بہاء اسلام بجوں کٹیہار، بہار۔ (۱۳) مولانا سجاد عالم رضوی بمن پوری، بہار۔ (۱۴) مولانا شرف عالم رجوی، سیتا مڑھی بہار۔ (۱۵) صاحبزادہ مولانا عسجد رضا خاں قادری، شہزادہ تاج الشریعہ (۱۶) مولانا عتیق الرحمٰن رضوی، للوارہ ضلع رام پور۔ (۱۷) محمد شہاب الدین رضوی، بہرائچی۔

مشاہیر خلفا:

(۱) شہزادۂ تاج الشریعہ مولانا محمد عسجد میاں قادری بریلوی (۲) مفتی سید شاہد علی رضوی، الجامعۃ الاسلامیہ، رام پور۔ (۳) مفتی محمد جیش برکاتی رضوی، شیر نیپال۔ (۴) مولانا الحاج محمد حنیف طیب رضوی، سابق وزیر تعمیرات پاکستان۔ (۵) مولانا صغیر احمد رضوی جوکھن پوری، ناظم اعلیٰ الجامعۃ القادریہ، بہڑی۔ (۶) مولانا محمد حسین صدیقی ابو الحقانی رضوی، شیخ الحدیث فیض الغرباء آرا (بہار)

(۷) قاری ابو الحماد حامد علی رضوی شاہپوری، شیخ التجوید و القراءت دار العلوم منظر اسلام، بریلی۔ (۸) حافظ شاہ لئیق احمد خاں جمالی رضوی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ جمالیہ، رام پور۔ (۹) مولانا سید عبد العزیز رضوی قادری، کولمبو، لنکا۔ (۱۰) مفتی عزیز احسن رضوی بہاری، سابق مفتی منظر اسلام، بریلی۔ (۱۱) مولانا سید شاہد علی رضوی نورانی، نظام ادارہ معارف رضا اکرم روڈ لاہور، پاکستان۔ (۱۲) معروف ومقبول ناظم اجلاس مولانا علی احمد سیوانی رضوی، سیوان بہار۔

(۱۳) مولانا مظہر حسن قادری رضوی، محلہ ناگران بدایوں شریف (۱۴) مولانا عبد المصطفیٰ رونق رضوی گونڈوی، خطیب جامع مسجد امرناتھ، مہاراشٹر۔ (۱۵) مولانا عبد الحمید مکی رضوی، مقیم کراچی، پاکستان۔ (۱۶) مولانا تطہیر احمد رضوی، مدرس الجامعۃ القادریہ، بہیڑی۔ (۱۷) قاری علاؤ الدین رضوی اجملی، ناظم اعلیٰ خلیل العلوم، سنبھل، مراد آباد۔

(۱۸) مولانا سید آل رسول رضوی، مہتمم مدرسہ قادریہ، پاس کوڑا مدنا پور، بنگال۔ (۱۹) مولانا سید عبد القادر جیلانی (۲۰) غازی ممبئی مفتی محمود اختر القادری صاحب، ممبئی۔ (۲۱) مفتی شمشاد حسین رضوی،

گھوسی۔ (۲۲) مفتی اختر حسین علیمی۔ جمداشاہی علیمیہ۔ (۲۳) مولانا جمال احمد رضوی (۲۴) حافظ محمد اسلم رضوی کراچی، پاکستان۔ (۲۵) مولانا محمد رفیق رضوی مہیشوری، بانی دارالعلوم محمدیہ، چندر پور۔ (۲۶) مولانا ڈاکٹر عبدالجبار رضوی، پلاموں بہار۔ (۲۷) مداح رسول زبیر کی، پاکستان۔ (۲۸) مولانا اشفاق حسین قادری، دہلی

تصنیف وتالیف: آپ اپنے جدامجد مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مظہر اتم اور پرتو کامل تھے۔ تاج الشریعہ میدان تحریر میں بھی اعلیٰ حضرت کا عکس جمیل نظر آتے ہیں۔ آپ کی تصانیف وتحقیقات مختلف علوم وفنون پر مشتمل ہیں۔ تحقیقی انداز ،مضبوط طرزا ستدال ، کثرت حوالہ جات، سلاست وروانی آپ کی تحریر کو شاہکار بنادیتی ہے۔ آپ اپنی تصانیف کی روشنی میں یگانۂ عصر اور فرید الدہر نظر آتے۔ افتاوقضا، کثیر تبلیغی اسفار اور دیگر بے تحاشا مصروفیات کے باوجود آپ تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے جو تصانیف وتراجم اور تعلیقات وتحقیقات پر مشتمل ہیں۔

اُردو: (۱) ہجرت رسول (۲) آثار قیامت (۳) ٹائی کا مسئلہ (۴) حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر (۵) ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن مع شرعی حکم (۶) شرح حدیث نیت (۷) سنو چپ رہو (۸) دفاع کنز الایمان (۲رجلد) (۹) الحق المبین (۱۰) تین طلاقوں کا شرعی حکم (۱۱) کیا دین کی مہم پوری ہو چکی؟ (۱۲) جشن عید میلادالنبی (۱۳) سفینۂ بخشش (نعتیہ دیوان) (۱۴) فضیلت نسب

(۱۵) تصویر کا مسئلہ (۱۶) اسمائے سورۃ فاتحہ کی وجہ تسمیہ (۱۷) القول الفائق بحکم الاقتداء بالفاسق (۱۸) سعودی مظالم کی کہانی اختر رضا کی زبانی (۱۹) العطایا الرضویہ فی الفتاویٰ الازہریہ معروف بہ ازہر الفتاویٰ (۵رجلد)

عربی تصانیف: (۲۰) الحق المبین (۲۱) الصحابۃ نجوم الاھتداء (۲۲) شرح حدیث الاخلاص (۲۳) نبذۃ حیاۃ الامام احمد رضا (۲۴) سد المشارع (۲۵) حاشیۃ عصیدۃ الشھدۃ شرح القصیدۃ البردۃ (۲۶) تعلیقات زاھرۃ علی صحیح البخاری (۲۷) تحقیق أن أبا سیدنا ابراھیم (تارخ) لا (آذر) (۲۸) مراۃ النجدیۃ بجواب البریلویۃ (۲جلد) (۲۹) نھایۃ الزین فی التخفیف عن ابی لھب یوم الاثنین (۳۰) الفردۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ

تراجم: (۳۱) انوار المنان فی توحید القرآن (۳۲) المعتقد والمنتقد مع المعتمد المستند (۳۳) الزلال النقی من بحر سبقۃ الاتقی

تعاریب: (۳۴) برکات الامداد لاھل استمداد (۳۵) فقہ شھنشاہ (۳۶) عطایا القدیر فی حکم التصویر (۳۷) اھلاک الوھابین علی توھین قبور المسلمین (۳۸) تیسیر الماعون لسکن فی الطاعون (۳۹) شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (۴۰) قوارع القھار فی ردالمجسمۃ الفجار (۴۱) الھاد الکاف فی حکم الضعاف (۴۲) الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء (۴۳) سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح (۴۴) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین۔

علاوہ ازیں چند مضامین مفتی اعظم ہند، علم وفن کے بحر ذخار، رویت ہلال کا ثبوت وغیرہ شامل ہیں۔

وعظ وخطابت: تاج الشریعہ کو تقریر وخطاب کا ملکہ اپنے والد ماجد سے ملا ہے۔ آپ کی تقریر انتہائی موثر، نہایت جامع، پرمغز، دل پذیر، دلائل سے مزین ہوتی۔ آپ کی مادری زبان اردو تو ہے ہی مگر عربی اور انگریزی میں بھی آپ کی مہارت اہل زبان کے لیے بھی باعث حیرت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی زبانوں پر ملکۂ خاص عطا فرمایا۔ عربی کے قدیم وجدید اسلوب پر آپ کو ملکۂ راسخ حاصل تھا۔ آپ کے مواعظ حسنہ کو سننے کے لیے ہزاروں عقیدت مند کشاں کشاں چلے آتے۔

شعروادب: تاج الشریعہ کو خاندان اور خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے موزونیِ طبع، خوش کلامی، شعر گوئی اور شاعرانہ ذوق بھی ورثے میں ملا۔ آپ کی شاعری معنویت، پیکر تراشی، سرشاری وشیفتگی، فصاحت وبلاغت، حلاوت وملاحت، جذب وکیف اور سوز وگداز کا نمونہ ہے۔ علامہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی رقم طراز ہیں:

''حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب اختر کے ایک ایک شعر کو

پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حسن معنی عقیدت میں ضم ہو کر سرمدی نغموں میں ڈھل گیا ہے۔ زبان کی سلاست اور روانی، فصاحت وبلاغت، حسن کلام، طرز ادا کا بانکپن، تشبیہات واستعارات اور صنائع لفظی ومعنوی سب کچھ ہے گویا حسن ہی حسن ہے، بہار ہی بہار ہے اور ہر نغمہ وجہ سکون وقرار ہے۔" (نغمات اختر المعروف سفینۂ بخشش، ص ۴)

جانشین مفتی اعظم ہند نے تین زبانوں میں شعروشاعری میں طبع آزمائی کی۔ آپ کو زمانہ طالب علمی میں ہی شعروشاعری کا شغف ہو گیا تھا۔ ابتداء میں شاعری کی اصلاح اپنے اساتذہ اور والد ماجد سے لیتے رہے۔ زمانہ طالب علمی کی نعتیں، نظمیں ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں چھپتیں رہیں۔ آستانہ رضویہ پر منعقد ہونے والے مشاعرے میں بھرپور حصہ لیتے اور اعلیٰ کامیابی ہوتی۔

انیس سال کی عمر کی ایک نعت پاک کے چند شعر ملاحظہ ہوں ۔

اِس طرف بھی اک نظر مہر درخشاں جمال
ہم بھی رکھتے ہیں بہت مدت سے ارمان جمال
اک اشارہ سے کیا شق ماہِ تاباں آپ نے
مرحبا صد مرحبا صل علیٰ شانِ جمال
فرش آنکھوں کا بچھاؤ رہ گزر میں عاشقو!
ہر طرف دیکھیں گے ایسے جلوۂ شانِ جمال
مر کے مٹی میں ملے وہ با خدا بالکل غلط
مثل سابق اب بھی ہیں مرقد میں سلطان جمال
حاسدانِ شاہِ دیں کو دیجیے اختر جواب
در حقیقت مصطفی پیارے ہیں سلطان جمال

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی اپنی کتاب "بلبلِ بستانِ مدینہ: علامہ اختر رضا ازہری بریلوی" میں رقم طراز ہیں:

"علامہ اختر رضا ازہری بریلوی بیک وقت عظیم محدث وفقیہ، مفکر ومدبر، ادیب وخطیب، تصوف وولایت کے دُرِ نایاب، دعوت وتبلیغ کے آفتاب وماہ تاب، رشد وہدایت کے گلِ خوش رنگ اور بافیض معلم ومصلح ہونے کے ساتھ ساتھ مقبولِ زمانہ نعتیہ کلام کے عمدہ اور مشہور ومعروف نعت گو شاعر بھی ہیں۔ آپ کا اشہب قلم نثر ونظم میں یکساں رواں دواں ہے۔ اردو کے علاوہ آپ کو عربی وفارسی پر بھی عالمانہ وفاضلانہ دسترس حاصل ہے۔ آپ کی عربی دانی کو دیکھ کر اہلِ زبان عش عش کر اُٹھتے ہیں۔ آپ کے علمی اثاثے میں ایک معتد بہ حصہ عربی نثر ونظم پر مشتمل ہے۔ آپ کو اپنے اسلافِ کرام سے علوم وفنون اور شریعت وطریقت کے ساتھ عشقِ نبوی علیہ الصلاۃ والتسلیم کی دولتِ عظمیٰ بھی ملی۔ عشقِ رسولِ مقبول ﷺ آپ کو گھٹی میں پلایا گیا۔ اسی عشق کے اظہار کے لیے آپ نے نعتیہ شاعری کو وسیلہ بنایا اور اپنے اجدادِ عظام کی طرح دنیائے علم وادب کو "سفینۂ بخشش" کے نام سے ایک گراں قدر تحفہ عنایت کیا۔ آپ کا مجموعۂ کلام "سفینۂ بخشش" عشقِ رسولِ مقبول ﷺ میں ڈوبی ہوئی نعتوں کا ایک حسین وجمیل اور روح پرور گل دستہ ہے۔ جس میں مدحتِ رسول ﷺ کا عقیدت مندانہ بیان ہے۔ علامہ اختر رضا بریلوی کی نعت گوئی کو بھی دبستانِ بریلی کے دیگر شعرا کی طرح محض عشقِ رسالت مآب ﷺ کے اظہار کا مرقع نہیں کہا جاسکتا بل کہ آپ کا کلام فکر وفن، جذبہ وتخیل، زبان وبیان، فنی گیرائی وگہرائی، جدتِ ادا، زورِ بیان، حُسنِ کلام، تشبیہات واستعارات اور صنائع لفظی ومعنوی جیسے شعری وفنی محاسن کا آئینہ دار بھی ہے۔" (ص ۳)

حق گوئی و بے باکی: احقاق حق و ابطال باطل

، خانوادۂ رضویہ کی اُن صفات میں سے ہے جس کا اعتراف نہ صرف اپنوں بلکہ بیگانوں کو بھی کرنا پڑا۔ یہاں حق کے مقابل نہ اپنے پرائے کا فرق رکھا جاتا ہے نہ امیر وغریب کی تفریق کی جاتی ہے۔ اللہ رب العزت نے جانشین مفتی اعظم کو اپنے اسلاف کا پرتو بنایا ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو جن گوناں گوں صفات سے متصف کیا ہے، ان میں ایک عظیم صفت حق گوئی اور بے باکی ہے۔ آپ کی حق گوئی اور بے باکی بھی قابل تقلید ہے۔ وقتی مصلحتیں، طعن وتشنیع، مصائب وآلام آپ کو راہِ حق سے نہ ہٹا سکی۔ آپ نے کبھی اہل ثروت کی خوشی یا حکومتی منشا کے مطابق فتویٰ نہیں تحریر فرمایا، ہمیشہ صداقت وحقانیت کا دامن تھامے رکھا۔ اِس راہ میں کبھی آپ نے اپنے پرائے، چھوٹے بڑے کا فرق ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ ہر معاملہ میں آپ اپنے آبا واجداد کی روشن اور تابناک روایتوں کی پاسداری فرماتے رہے۔ آپ نے کبھی بھی صداقت وحقانیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، چاہے کتنے ہی مصلحت کے تقاضے کیوں نہ ہوں۔ جب کبھی بھی فتویٰ تحریر

کیا تو اپنے اسلاف اور آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بلاخوف وخطر تحریر فرمایا۔ حق گوئی کے شواہد آپ کے ہزاروں فتاویٰ ہیں جو ملک اور بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اعزاز: جامعۃ الازہر میں اپنی جماعت میں اول پوزیشن حاصل کرنے پر آپ کو اُس وقت کے مصر کے صدر کرنل جمال عبدالناصر نے تعلیمی اعزاز پیش کیا اور ساتھ ہی سند سے بھی نوازے گئے۔

(بحوالہ: مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء، ص ۱۵۰)

مئی ۲۰۰۹ء میں تاج الشریعہ دام ظلہ کے دورۂ مصر کے موقع پر جامعۃ الازہر قاہرہ مصر میں آپ کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی۔ عالمی شخصیات میں جو اعزاز آپ کو یہاں دیا گیا، وہ بھی اپنی نوعیت کا واحد اعزاز ہے۔

تبلیغی وتعلیمی اداروں کی سرپرستی: جانشین مفتی اعظم کی سرپرستی میں ہندوستان اور بیرون ممالک میں درجنوں تبلیغی اور تعلیمی ادارے رات دن مصروف عمل ہیں۔ غیر ممالک میں واقع اداروں میں سے زیادہ تر کے نام معلوم نہ ہوسکے۔ آپ جن اداروں کی سرپرستی کرتے رہے، اس کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

مرکزی دارالافتاء سوداگران بریلی شریف، ماہنامہ سنی دنیا، مکتبہ سنی دنیا بریلی شریف، اختر رضا لائبریری صدر بازار چھاؤنی لاہور (پاکستان)، مرکزی درالافتاء ڈین ہاگ ہالینڈ، جامعہ مدینۃ الاسلام ڈین ہاگ ہالینڈ، الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رام پور، الجامعۃ النوریہ عینی قیصر گنج ضلع بہرائچ، الجامعۃ الرضویہ و ماہنامہ نور مصطفی، مدرسہ عربیہ غوثیہ حبیبہ برہان پور، ایم پی، مدرسہ اہلسنت گلشن رضا بکارو اسٹیل دھنباد بہار، مدرسہ غوثیہ جشن رضا پٹیلا گجرات، دار العلوم قریشیہ رضویہ آسام، مدرسہ رضاء العلوم گھوگاری محلہ بمبئی ۳، مدرسہ تنظیم المسلمین بائسی پورنیہ (بہار)

وصال: ۶؍ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب حضرت کا وصال ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ امت مسلمہ کو آپ سا نعم البدل عطا فرمائے اور عشاق سے گذارش ہے کہ حضرت کے بتائے ہوئے نقوش پر عمل کریں، مساجد، مدارس اور اداروں میں قرآنی خوانی اور ایصال ثواب کا اہتمام کریں۔

حوالہ جات:

(۱) تجلیات تاج الشریعہ، رضا اکیڈمی ۲۰۰۹ء

(۲) اہلسنّت کی آواز، خلفائے خاندان برکات، جلد ۲۱، ص ر ۳۵۱ تا ۳۶۳، ۲۰۱۴ء، از: مولانا ناظم علی مصباحی۔

(۳) نغمات اختر المعروف سفینۂ بخشش، ص ۴

(۴) بلبلِ بُستانِ مدینہ: علامہ اختر رضا ازہری بریلوی، ص ر ۳، ناشر: ادارۂ دوستی، مالیگاؤں

(۵) دی مسلم ۵۰۰، ۲۰۰۹ء، ۱۴- ۲۰۱۳ء، ۱۵- ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۶ء اور ۲۰۱۷ء، دی رائیل اسلامک اسٹراٹیجک اسٹڈی سینٹر (جارڈن)

☆☆☆

ریسرچ اسکالر شعبہ اردو ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی، اورنگ آباد (مہاراشٹر) نمبر: 9270969026

لکھنؤ میں اہل سنت کی کتابوں کا عظیم مرکز

البرکات پبلشرز

ہر قسم کے قرآن پاک، تفسیر، حدیث، فقہ درسی وغیر درسی کتابیں، ٹوپی، مصلی، رحل، بریلی شریف کی انگشتریاں، کیلیں، نقش، عید میلاد النبی ﷺ کے جھنڈے، سیاسی پارٹیوں کے جھنڈے وغیرہ ہول سیل اور فکثر میں دستیاب ہیں۔ ایک بار ضرور تشریف لائیں۔

ایک اہم خوش خبری: مکاتب اہل سنت کے نونہالوں کے لیے ہندی زبان میں نئی کرن، از درجہ طفلاں تا درجہ پنجم (جو داخل نصاب ہے) کے لیے رابطہ کریں: مصنف عطاء المصطفےٰ یار علوی ابن حضرت علامہ الحاج محمد حلیم قادری۔

شاداب بھائی جھنڈے والے

گوئن روڈ چوراہا، امین آباد لکھنؤ (یوپی)

8317066923,9335979815

اصاغر نواز تھے تاج الشریعہ

محمد عارف رضا نعمانی مصباحی٭

تاج الشریعہ مفتی اختر رضا ازہری بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان (متوفی 20 جولائی 2018ء) نے بریلی کے مشہور علمی روحانی خانوادے میں آنکھ کھولی۔ پالنے میں ہی علم ادب کی لوریاں سنیں۔ بولنے سے پہلے ہی "حق ہو" کے روحانی نغمے کانوں میں گونجے۔ والد سے علم حاصل کیا۔ منظر اسلام کے موقر اساتذہ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کیا۔ علماے مصر سے فیضان علم میں اضافہ کیا۔ مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے، خاص کر فارسی، اردو، عربی اور انگریزی پر یکساں عبور تھا، آپ کو علم تو اپنے اجداد سے ورثے میں ملا تھا۔ آپ اگر یورپی ممالک میں تبلیغ دین کے لیے سفر کرتے تو وہاں انگریزی میں روانی کے ساتھ عوام سے خطاب فرماتے۔ آپ انگریزی زبان میں داخل سلسلہ کیا کرتے، ایسی روانی کے ساتھ انگریزی بولتے گویا کوئی انگریزی نژاد ہندی گفتگو کر رہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ملک اور بیرون ملک میں آپ کے مریدین کی تعداد بے شمار ہے۔ فقہ میں آپ کے علم کا یہ عالم تھا کہ جزئیات فقہ نوک زبان پر رہا کرتے، ادھر سوال ہوتا فوراً حضرت جواب ارشاد فرماتے۔

ایک بار مارہرہ شریف کے سفر میں بریلی شریف حاضری ہوئی۔ بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضری دے کر بارگاہ مرشد کی حاضری عزیز ہوئی تو دیکھا کہ حضرت کی بیٹھک میں عشاق کا ہجوم ہے۔ حضرت کی طبیعت کچھ علیل تھی۔ بھاپ کے ذریعے دوا پہنچائی جارہی تھی، حجرہ بھرا تھا، میں نے کمرے کے ایک کونے میں ہی کھڑے ہو کر زیارت کرنے میں عافیت جانا کیوں کہ ادب اسی میں ہے کہ مرشد کو تکلیف دیے بغیر زیارت کر لی جائے۔ کثیر تعداد میں مریدین و معتقدین زیارت کرتے رہے لیکن حضرت علالت کے باوجود مولانا عاشق حسین رضوی مصباحی کشمیری کو کچھ املا کرا رہے تھے۔ وقت کی اہمیت کا اندازہ تاج الشریعہ کی اس محفل سے ہوتا ہے۔ حضرت مریدین کی اس بھیڑ میں بھی وقت کی اہمیت کا درس دے رہے ہیں۔ میں صبر کے ساتھ زیارت کرتا رہا، صبر کا پھل اللہ نے مجھے فوراً ہی دے دیا کہ دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی جس کے بارے میں سوچ بھی نہیں رہا تھا کیوں کہ میں حضرت کو تکلیف دے کر دست بوسی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنی ذات سے بڑوں کو تکلیف نہ دینا بھی ادب ہے۔

آپ اصاغر نواز بھی تھے، اگر کوئی آپ کی تربیت میں ہے یا کوئی عالم کسی کتاب کی تصحیح یا ترتیب کے سلسلے میں آیا ہے تو اس کے قیام وطعام کا بھی انتظام کرتے اور پوچھتے رہتے کہ کوئی ضرورت تو نہیں، کام کتنا ہوا، یا کیسا چل رہا ہے، کوئی پریشانی تو نہیں۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اخیر کے سالوں میں بھی دار الافتاء میں موجود علماے کرام سے کتابیں اور تراجم کتب املا کرایا کرتے قیام گاہ پر ملاقات کرنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی، لوگوں کی موجودگی میں بھی املا کا کام جاری رہتا، آپ نے اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا ترجمہ کیا اور بعض کو معرب کیا۔ آپ گوناگوں خصوصیات کے مالک تھے۔ ذہانت میں جواب نہیں تھا۔ تقویٰ و پارسائی اپنے اجداد سے حصے میں پائی تھی۔ آپ صرف ایک شخصیت نہیں، ایک مکمل انجمن تھے۔ ایک ملت تھے۔ ایک عظیم رہنما تھے۔ مرجع عالم اور مرشد کامل تھے۔ ایسے مرشد کامل کہ زمانہ آپ کی ارادت پر ناز کرے۔ اب آپ دار بقا کے راہی ہیں، لیکن آپ کی شخصیت ابھی بھی معتقدین و متوسلین کے لیے منارہ نور ہے جس کی روشنی سے گم گشتگان راہ کو اپنی منزل کا پتا ملتا رہے گا۔ آپ ایک مومن صالح تھے۔ آپ کی مثال ڈھونڈنے سے بھی دور دور تک نہیں ملتی۔

آپ کے وصال سے دنیائے علم وفن پر جو بیتی وہ آپ کے جنازے میں سروں کے بے کراں سمندر سے عیاں تھی۔ ملک و بیرون ملک سے اکابرین کے بے شمار تعزیت نامے آئے۔ آنے والے آئے، جو نہیں آسکے، انھوں نے دور سے ہی خراج پیش کیا۔ بالآخر سب نے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں امت مسلمہ کو آپ کا بدل عطا فرمائے۔ آمین

○○○

٭نائب مدیر، سہ ماہی پیام برکات (ہندی)
البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

دیوان عام

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

امین شریعت مفتی عبد الواجد نیر قادری بھی نہ رہے

محمد عبد المبین نعمانی قادری*

ابھی ہم لوگ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا غم بھلا بھی نہ پائے تھے، کہ خبر آئی: امین شریعت، ادارہ شرعیہ بہار حضرت علامہ مفتی عبد الواجد قادری، دربھنگوی بھی نہ رہے، یعنی ۲۶ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز پنج شنبہ (جمعرات، ۱۲رذیقعدہ: ۱۴۳۹ھ) ہالینڈ میں راہی ملک بقا ہو گئے، نعش مبارک وہاں سے انڈیا لائی گئی اور دربھنگہ (بہار) میں آپ کی مخصوص زمین پر بعد نماز جنازہ تدفین عمل میں آئی، بڑی تعداد میں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ ادا کی اور ایصال ثواب کی شکل میں خراج عقیدت پیش کیا، عمر شریف تقریباً نوے (۹۰) سال تھی۔ بڑی بااخلاق، ملنسار اور خوش خصال شخصیت کے مالک تھے۔

امین شریعت، ایک عرصے تک ادارہ شرعیہ پٹنہ میں دار الافتا کی زینت بنے رہے پھر ایک طویل زمانہ ہالینڈ کی سرزمین پر گزارا، وہاں دین کی خدمت اور مسلک حق کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے وہاں کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا ایک مجموعہ بنام ”فتاوائے یورپ“ بھی شائع ہو چکا ہے، ادارہ شرعیہ میں قیام کے دوران جو فتاوی تحریر میں آئے تھے۔ ان کی بھی کئی جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ آپ کی اور بھی تصانیف ہیں، جن میں ”قرآنی تعلیمات“ (دو حصے) کافی مقبول ہوئی۔

ایک اہم کتاب قادیانی دھرم ہے، جو عصر حاضر میں قادیانیت کے رد پر واحد تحقیقی کتاب ہے، اس کی اشاعت مکتبہ جام نور دہلی سے ہو چکی ہے، لیکن افسوس کہ اس وقت مارکیٹ سے غائب ہے، جب کہ اس کی خوب خوب اشاعت ہونی چاہیے بلکہ ھندی، انگریزی زبانوں میں بھی اسے منتقل کیا جانا وقت کا اہم تقاضا ہے، کیوں کہ قادیانیت مری نہیں، قادیانی اپنے فاسد افکار ونظریات کی ترویج واشاعت میں لگے ہوئے ہیں، وہ ایسے گاؤں اور دیہاتوں میں جا کر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں، جو دینی تعلیم میں بہت پیچھے ہیں اور خود شہروں میں بھی مسلمانوں کا اپ ٹو ڈیٹ (up to date) طبقہ جسے دین کی صحیح معلومات حاصل نہیں، ان کے فاسد افکار کا شکار ہو رہا ہے، سنی اداروں اور تنظیموں کو چاہیے، کہ اس کتاب کی ترویج وتقسیم میں بطور خاص دلچسپی لیں، تاکہ ناواقف مسلمان قادیانیت کے جراثیم سے محفوظ رہیں اور جو آگاہ ہیں، ان کی معلومات میں اضافہ ہو، اور کبھی قادیانیوں سے سابقہ پڑ جائے تو بحث کر کے انھیں زیر کر سکیں۔

حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ سے میری آخری ملاقات دو سال قبل پونڈ، ضلع دربھنگہ کی ایک دینی کانفرنس میں جاتے ہوئے ہوئی تھی بلکہ دربھنگہ سے پونڈ تک ان ہی کی گاڑی سے اور حضرت ہی کی ہم رکابی میں سفر طے ہوا تھا، خاص اس سفر میں بھی حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ کے مشفقانہ برتاؤ اور اخلاق کریمانہ سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا تھا۔

حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ ہالینڈ میں رہتے ہوئے بھی ادارہ شرعیہ کی تعمیر وترقی میں کوشاں رہتے اور اس کے نظام کی درستی پر بھرپور توجہ دیتے اور جب ہندوستان آتے تو اپنا قیمتی وقت ادارے کو عنایت فرماتے۔

آپ کی ذات اہل سنت کے لیے اتحاد کی علامت تھی، آپسی انتشار کو سخت ناپسند فرماتے اور اسے جماعت کے خسارے کا سبب گردانتے۔ آپ کے فرزند سعید مولانا مفتی فیضان الرحمٰن سبحانی ازہری آپ کے سچے جانشیں ہیں، آپ کی خدمات کو آگے بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں، والد گرامی کے اشارے پر ایک اچھا تعلیمی ادارہ بھی قائم کیا ہے، جس میں جدید خطوط پر تعلیم وتربیت کا کام انجام پا رہا ہے، مولیٰ عزوجل اس ادارے کو ترقی وکامیابی سے ہمکنار فرمائے اور اہل خیر حضرات کو اس کے تعاون کا حوصلہ بخشے۔ آمین

حضرت امین شریعت کے اٹھ جانے سے جماعت اہل سنت

میں ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے، ادارہ شرعیہ کا بھی اس سے ایک ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، آپ نے ہند و بیرون ہند جو دینی خدمات انجام دی ہیں انھیں قبول فرمائے، آپ کے درجات بلند کرے، اور صاحبزادہ والا تبار کو آپ کی خدمات کا امین و وارث بنائے اور سچا جانشین۔ آمین

میں عزیز موصوف اور دیگر پسماندگان کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تعزیت پیش کرتے ہوئے صبر کی تلقین کرتا ہوں اور صبر و شکر پر ماجور و مثاب ہونے کے لئے دعا گو بھی ہوں۔

الحمد للہ صاحب زادے میں بھی حضرت علیہ الرحمہ کی بہت ساری خوبیاں پائی جاتی ہیں، ان کے اخلاق و کردار کے آئینہ دار بھی ہیں، رب کریم استقامت سے نوازے اور والد گرامی کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم

غم زدہ و دعا گو

محمد عبد المبین نعمانی قادری

ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۳۰؍جولائی ۲۰۱۸ء

خادم: دار العلوم قادریہ چریا کوٹ، مئو، یوپی

وارد حال

۲۱، مرکز اشاعت کنز الایمان ادارہ نشان اختر، ابراہیم منزل، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔ ۳

اب کہاں اُجالا ہوگا تیرے جانے کے بعد

مورخہ ۲۶؍جولائی بروزِ جمعرات بعد نمازِ مغرب، دار العلوم قادریہ رحمانیہ کے مہتمم مولانا ریحان رضا انجم رحمانی مصباحی اور جملہ اساتذہ وطلبائے کرام دار العلوم، ایک مجلس بنام "تاج شریعت کانفرنس" میں موجود تھے کہ اچانک جدید ذرائع ابلاغ پر خبر گردش کرنے لگی کہ اہل سنت وجماعت پر ایک اور غم کا پہاڑ ٹوٹا۔ یعنی مفتی اعظم ہالینڈ، امین شریعت، خلیفہ مفسر اعظم ہند، بدر الفقہاء، مبلغ اسلام خطیب اعظم حضرت مولانا الحاج الشاہ مفتی عبد الواجد قادری نور اللہ مرقدہ بانی الجامعۃ الواجدیہ، دربھنگہ کا وصال ہوگیا۔ (بمقام ہالینڈ) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

خبر سنتے ہی ہم سب پر سکتہ طاری ہوگیا اور محفل کی کارروائی روک کر نم آنکھوں سے مفتی محمد فقیہ القمر نعمانی ثقافی نے وصال کی خبر دی اساتذہ وطلبائے کرام آبدیدہ ہوگئے۔ ہم تمام اساتذہ وطلبائے کرام امین شریعت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں کلمات تعزیت پیش کرتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں جنت میں سرور کائنات ﷺ کی خدمت ورفاقت نصیب فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ ان کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے اور الجامعۃ الواجدیہ کے مہتمم مفتی فیضان الرحمٰن سبحانی ثقافی اور مدرسہ کے تمام اساتذہ وطلبائے کرام کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر وتحمل عطا فرمائے۔ آمین

شریک غم:

مولانا ریحان رضا انجم رحمانی مصباحی، مولانا عالم گیر مصباحی، مفتی محمد فقیہ القمر نعمانی ثقافی، مولانا شاہنواز علی جامعی، محمد رضا چشتی رحمانی

انجمن نور اسلام، پوکھر ٹولہ، بسٹی ضلع مدھوبنی (بہار)

اوکھلا دہلی کے پانچ دینی اداروں میں ہوئی قرآن خوانی

محمود ملت حضرت مفتی محمود احمد رفاقتی مظفر پوری، تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری بریلوی اور حضرت مفتی عبد الواجد قادری امین شریعت کی دعائے مغفرت کے لئے ایصال ثواب اور تعزیت کی محافل جامعہ حضرت نظام الدین اولیا ذاکر نگر، جامعہ قادریہ دار العلوم قادری مسجد روڈ، جوگابائی، مدرسہ ابراہیمیہ جامعۃ القرآن مسجد خلیل اللہ بٹلہ ہاؤس، مدرسہ نظامیہ فیض العلوم مسجد غوثیہ جسولہ گاؤں اور جامعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مدن پور کھادر میں منعقد ہوئیں۔ (مولانا) مقبول احمد سالک مصباحی، دہلی

اظہار و اعتراف

ہمارے دور کے ابن بطوطہ صوفی عبدالواجد

احمد جاوید (صحافی)★

مولانا صوفی عبدالواجد قادری، جن کی ذات کے اجالے اور خدمات کے دائرے برصغیر ہندو پاک سے مغربی یوروپ کے ملکوں تک پھیلے ہوئے تھے، جمعرات کی دوپہر ایمسٹرڈم (ہالینڈ) میں اچانک اپنے چاہنے والوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے۔ قحط الرجال کے اس زمانے میں ان کی شخصیت کو دیکھ کر دلوں کو راحت اور ذہنوں کو اطمینان ہوتا تھا کہ کوئی تو ہے جہاں سے پیاسے اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں۔ ان کی کثیر الجہات شخصیت نمونۂ اسلاف تھی۔ وہ اس دور کی نشانیوں میں سے تھے جب علمائے دین سچ مچ جامع العلوم اور بحر العلوم ہوا کرتے تھے۔ غم اسی کا نہیں ہے کہ وہ چلے گئے، دکھ تو یہ بھی ہے کہ اب ان سا کون ہے۔

طالب علموں کے لیے وہ ایک عظیم مدرس تھے، مدارس کے لیے بہترین منتظم اور کامیاب ماہر تعلیم، متعدد اداروں کے بانی و سرپرست تھے، علما و فقہا کے لیے اپنے دور کے فقیہ اعظم تھے، زاہدوں اور عارفوں کے لیے عارف و صوفی تھے، اپنے ہزاروں متوسلین کے لیے شیخ کامل تھے، ادارہ شرعیہ کے امین شریعت اور ورلڈ اسلامک مشن کے مرکزی دارالافتا (یوروپ) کے مفتی تھے، اسلام کے ایک عظیم داعی و مبلغ تھے جنھوں نے مشرق و مغرب میں ہزاروں متلاشیان حق کے دلوں کی کایا پلٹی، ایک قادر الکلام شاعر اور دلوں پر راج کرنے والے خطیب کی حیثیت سے دور دور تک ان کی شہرت تھی اور وہ درجنوں دینی کتابوں کے مصنف تھے لیکن میرے لیے وہ ہمارے زمانے کے ابن بطوطہ تھے جن کی آنکھوں سے میں نے مشرق و مغرب کی سیر کی، دنیا بھر کے ملکوں اور معاشروں کو دیکھا سمجھا، تاریخی مقامات اور مقدس زیارت گاہوں کا مشاہدہ کیا اور ان کی تاریخ و جغرافیہ میں اترا۔ میری آنکھوں پر دنیا روشن ہوئی تو اس میں ان کے علم کا وفور، ان کے مطالعہ کی وسعت اور ان کی آنکھوں کی بصیرت بھی شامل تھی۔ ابن بطوطہ نے مغرب سے ہندوستان کا سفر کیا تھا، دہلی میں قیام کیا اور سلطنت دہلی کا قاضی القضات رہا لیکن وہ جس مہم پر نکلا تھا اسے ترک نہیں کیا۔ ہمارے صوفی عبدالواجد قادری نے مشرق سے مغرب کا سفر کیا، ایمسٹرڈم کو اپنا مستقر بنایا، اسلامک سینٹر نیدرلینڈز کی خدمات ان کے سپرد تھیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ جب یوروپ کے لیے انہوں نے رخت سفر باندھا تھا، ان کا یہ ارادہ تھا یا انہوں نے وہاں پہنچ کر اس ضرورت کو محسوس کیا لیکن اسی غرض سے انہوں نے یوروپ اور مشرق وسطی کے ملکوں کا ایک سے زائد زمینی سفر کیا، اس کی مشقتیں برداشت کیں اور پھر اہل مغرب کو مشرق اور اہل مشرق کو مغرب دکھانے کی جو سعی کی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اپنے وقت کے جن دو تین علماء و مصنفین کے نام اور کام سے ہمارے کان شعور کی آنکھیں کھلنے سے پہلے ہی آشنا ہو چکے تھے، ان میں ایک نام مولانا صوفی عبدالواجد قادری صاحب نیر رضوی کا بھی ہے۔ اس شناسائی میں ابتدا ہی سے ایک خاص قسم کی اپنائیت کا عنصر غالب تھا۔ ویسے تو ان دنوں یہاں کونسی محفل تھی جس میں ان کا ذکر نہ تھا لیکن یہ میرے والد مرحوم کے دوست اور خاندان کے طبیب خاص مولانا حکیم شاہ حبیب اللہ قادری کی مجلسیں تھیں جن میں ان کے تذکروں نے دل میں ان کی ایک خاص جگہ بنا دی تھی۔ ایک سے بڑھ کر ایک روشن صورتوں، علم و فضل اور جاہ جلال کے کئی پیکروں، کئی پیران طریقت اور صوفیوں کے درمیان یہ ایک ممتاز اور خاصی اونچی جگہ تھی جس پر یہ متمکن تھے۔ شاہ صاحب ایک وسیع المطالعہ اور جہاندیدہ شخص تھے، بڑے ہی دانا، بینا اور روشن ضمیر۔ وہ ایک مسیحا نفس حکیم تھے۔ آسانی سے نہ کسی کی باتوں میں آتے نہ کسی کے قائل ہوتے، ان کی گفتگو میں بھی منتخب روزگار ہی جگہ پاتے۔ اکثر میرے یہاں کئی دن اور کبھی کبھی ہفتوں قیام فرماتے۔ یاد آتا ہے کہ ان ہی کی خواہش اور تحریک پر مولانا شاہ ولی محمد قادری مبارکی کے عرس کی مجلس میں خلاف معمول اور شاید پہلی بار کسی کی تقریر ہوئی تھی اور غالباً یہی

میری مولانا صوفی عبدالواجد قادری کی پہلی دیدوشنید تھی۔ وہ ان دنوں دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ دربھنگہ کے نائب صدر المدرسین، ناظم تعلیمات اور قلعہ گھاٹ کے قدیمی دارالافتاء کے مفتی تھے۔ آپ کے ذہن میں کسی کی جو غائبانہ تصویر بنتی ہے، عموماً اس سے مل کر، اس کو دیکھ اور سن کر ڈھہ جاتی ہے لیکن جو تصویر میرے ذہن میں تھی ان کی دیدوشنید سے مزید چمک اٹھی۔ ایک آٹھ دس سال کے بچے کی بساط کتنی اور اس کا آئینۂ ادراک کیا، اس سے زیادہ وہ کیا محسوس کر سکتا تھا لیکن اب سوچتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ یہ ایک عبقری عالم وفقیہ کا ذہن، ایک روشن ضمیر درویش کا دل اور ایک قادر الکلام شاعر وادیب کی زبان تھی جس کا جادو ہر کس وناکس کے سر چڑھ کر بولتا تھا۔

چند سال بعد مدھوبنی میں ایک جلسہ تھا۔ اس جلسہ کے محرک بھی مولانا حکیم شاہ حبیب اللہ قادری تھے۔ میں نے پہلی بار اسی جلسہ میں محدث کبیر علامہ شاہ ضیاء المصطفی اعظمی کو دیکھا سنا تھا۔ یاد نہیں آتا کہ اس جلسہ میں مولانا صوفی عبدالواجد قادری آئے تھے یا نہیں جو ان دنوں ادارہ شرعیہ بہار کے صدر مفتی تھے لیکن جلسہ گاہ کے باہر کتابوں کے ایک اسٹال پر 'تازیانہ' اور 'ضیائے تصوف' موجود تھی اور یہی دونوں کتابیں مصنف کا مجھ سے پہلا باضابطہ تعارف تھا۔ کچھ دنوں بعد ان کی نعتوں اور غزلوں کا مجموعہ 'نقش دوام' بھی نظر نواز ہوا جس کا مقدمہ علامہ قتیلؔ دانا پوری نے لکھا تھا۔ جن لوگوں کی نگاہوں سے یہ کتابیں گزر چکی ہیں وہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کتابیں کتنی بھرپور قوت کے ساتھ ان کی شخصیت کے تین مختلف اور متوازی جہات پیش کرتی ہیں۔ فقیہ، شاعر اور صوفی، ہر جہت یکساں روشن اور توانا۔

ان کو اور بھی قریب سے دیکھنے سننے کا موقع اس وقت ملا جب ہم اور ہمارے اساتذہ ان کو جامعہ اسلامیہ امانیہ لوام دربھنگہ میں درجات عالیہ کے مدرس کے ایک عہدے پر لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ خوش قسمتی سے میں ان طلبہ میں شامل تھا جن کو انٹرویو کے دوران ایکسپرٹس کی موجودگی میں بطور امتحان درس دینا تھا۔ مقابلہ سخت تھا۔ امیدواروں کی طویل فہرست تھی جن میں بڑے عالم فاضل قسم کے کئی امیدوار شامل تھے اور کچھ لوگوں نے ایک خاص مسلک کے امیدوار کے لیے ساری طاقت جھونک رکھی تھی۔ ایکسٹرنل ایکسپرٹ شیخ عبدالخالق سلفی (پرنسپل، مدرسہ احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ) تھے جو سوالات عربی میں کر رہے تھے۔ امیدواروں کے پسینے چھوٹ چھوٹ جاتے تھے۔ کئی نے گونگا بن جانے میں عافیت سمجھی، کئی جغادری کے ہاتھ پیر کانپتے دیکھے، ایک نے گھبراہٹ میں کہہ دیا 'انا اقول قلیلا' لیکن مفتی صاحب کے استحضار علم کے کیا کہنے۔ جن لوگوں کو یہ اور اس قسم کے طعنے بہت زچ کرتے تھے کہ تمہارے علماء کی عربی کمزور ہوتی ہے، ان کے تو سینے چوڑے ہوگئے (اور اب تو انگریزی اور ڈچ زبانوں میں بھی ان کی تصانیف خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں)۔

تقرری کے لیے منتخب امیدواروں کی فہرست میں پہلا نام ان کا تھا (حالانکہ وہ اس ملازمت کو قبول نہیں کر سکے تھے کیونکہ ادارہ شرعیہ کے ذمہ داران بالخصوص علامہ ارشد القادری نے ان کو باصرار پٹنہ سے دربھنگہ منتقل نہیں ہونے دیا تھا)۔ یہ ان کی شخصیت کا ایک اور پہلو تھا جو اس دن ہمارے سامنے آیا۔ ان ہی دنوں آپ کے صاحبزادے خالد رضا قادری نے جامعہ اسلامیہ امانیہ لوام میں داخلہ لیا تھا اور وہ میرا ہم سبق ساتھی تھا۔ ہماری یہ قربت بتدریج گہری دوستی میں بدل گئی، یہاں تک کہ جب میں کالج کے دنوں میں دربھنگہ آیا تو وقفہ وقفہ سے کافی دنوں ان کے گھر میں رہا۔ گویا ان کی خانگی اور شخصی زندگی کو بھی کسی حد تک قریب سے دیکھنے کا موقع ملا لیکن ان کی شخصیت کا اصل ڈسکورس مجھ پر اس وقت ہوا جب ان کا سفرنامہ 'کائنات آرزو' منظر عام پر آیا۔ اس کتاب کو میں نے ایک دو بار نہیں بار بار پڑھا اور اب بھی جب جب موقع ملتا ہے پڑھتا ہوں۔

جن دنوں امریکہ نے عراق پر فوج کشی کی تھی اور بابل، بصرہ، بغداد، موصل، نجف، کربلا اور عراق کے دوسرے چھوٹے بڑے شہروں کو بموں اور میزائلوں سے تہہ وبالا کیا جا رہا تھا، میں نے ہفت روزہ 'نئی دنیا' دہلی میں 'کائنات آرزو' کے عراق سے متعلق حصے کو بالاقساط شائع بھی کیا اور اسے قارئین کی بے پناہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ جن تاریخی مقامات اور عالمی ورثہ کو اس حملے میں نقصان پہنچا، ان کی اس سے بہتر اور تفصیلی معلومات کسی اور ذرائع سے مل بھی نہیں سکتی تھی۔ سفرنامہ کیا ہے؟ ایک جہان علم وآگہی جس میں ان کی شخصیت کا ہر پہلو اپنی پوری توانائی کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ یہ مغرب سے مشرق کا ایک ایسا سفر ہے جو آپ کو تاریخ، تہذیب، جغرافیہ، سیاست، ثقافت اور معیشت، غرضیکہ زندگی کے

ہر پہلو سے روبرو کراتا ہے۔ اسلوب نگارش ایسا کہ ہر منظر نگاہوں میں پھر جائے، محسوس ہو کہ آپ اپنی سر کی آنکھوں سے ان مقامات کی سیر کر رہے ہیں اور ایسی کہ منظر ہی نہیں، پس منظر اور پیش منظر تک کو پالیں۔ کوزہ میں سمندر سمودینا سنا تھا، اس سفرنامہ کی شکل میں یہ دیکھ بھی لیا کہ کوزہ میں سمندر سمونے کا عمل کیا ہوتا ہے۔ یوروپ کے سات آٹھ ملکوں کا جغرافیہ، ان کی سیاسی، سماجی اور اقتصادی زندگی کی جھلک، ان ملکوں سے ترکی کی سرحد کی طرف راستوں کی معلومات، ترکی، عراق اور حجاز کے مقدس مقامات کی تفصیلات، عجائب گھروں میں محفوظ آثار و تبرکات کی جانکاریاں، اثنائے سفر ذاتی واردات و تاثرات، کیا نہیں ہے جو یہاں ایک لڑی میں نہ پرودی گئی ہے۔

اردو میں سفرناموں کی کمی نہیں ہے، برصغیر سے مشرق یا مغرب کو بیرون ملک سفر کرنے والا ہر وہ شخص جس کی دسترس میں قلم ہے، پہلا کام یہی کرتا ہے اور مقصود 'ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا' ہوا کرتا ہے۔ لیکن 'کائنات آرزو' اس کے برعکس ایک ایسا سفرنامہ ہے جس میں مصنف اپنی کثیر الابعاد و ہمہ جہات شخصیت کے ساتھ ہر جگہ موجود تو ہے لیکن کہیں بھی منظر اور قاری کے درمیان حائل نہیں ہے۔ ابن بطوطہ کی طرح ہی 'کائنات آرزو' کے مصنف نے بھی نہ تو بے مقصد سفر کیا اور نہ بے مقصد سفرنامہ لکھا، مقصد مغرب کے باشندوں کی رہنمائی اور منزل صاحب لولاک کا در ہے اور اس کے لیے معلومات کے سارے دستیاب ذرائع استعمال کئے گئے ہیں حتی کہ اسی مقصد سے دوبارہ سفر کیا ہے تاکہ زیادہ بہتر لکھ سکیں اور زیادہ سے زیادہ معلومات مہیا کراسکیں۔ زبان و بیان کی خوبی یہ ہے کہ ایک عام آدمی بھی اسی طرح استفادہ کرسکتا ہے جس طرح کوئی عالم فاضل۔ پھر یہ کہ آپ جتنی بار پڑھتے ہیں ہر بار لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ آپ کی معلومات میں بھی اضافہ کرتا ہے اور جذبات میں بھی تموج لاتا ہے۔ ایک زندہ ادب کی بنیادی خوبی یہی ہے اور بلاشبہ یہ سفرنامہ ہمیشہ زندہ رہے گا بلکہ مرور ایام کے ساتھ اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہی ہوگا۔ یہ سفرنامہ آپ کو اصحاب کہف کے غار میں بھی لے جاتا ہے اور تاریخ کے نہاخانوں کی بھی سیر کراتا ہے۔ آپ یہ صوفیہ کی سیڑھیوں پر ہی نہیں چھوڑتا، قلوپطرہ کے مجسمہ اور بحر مرمرا کے ساحلوں پر بھی لے جاتا ہے۔ یہ بھی دکھاتا ہے کہ تہذیبیں کیا کیا کروٹیں لے رہی ہیں اور اس کے محرکات و عوامل کیا ہیں۔ مسافر کی اصل منزل تو ترکی، عراق اور حجاز کے مقدس مقامات ہی ہیں لیکن ان ملکوں کی عام زندگی، سیاست اور معیشت بھی خود بخود آپ کی نگاہوں پر کھلتی چلی جاتی ہے۔ مصنف کے لطیف، بامعنی اور فکر انگیز تبصرے جا بجا آپ کی توجہ کھینچ لیتے ہیں۔ آپ حیران رہ جاتے ہیں کہ مصنف عالم و فقیہ بھی ہے، مصلح اور مفکر بھی، سیاست کی باریکیوں سے بھی اتنا ہی آگاہ ہے جتنا معیشت کے نشیب و فراز اور اقتصادیات جدیدہ کی باریکیوں سے۔ تاریخ پر بھی اس کی اتنی ہی گہری نظر ہے جتنی جغرافیہ پر، کسی نے سچ کہا ہے کہ انسان آپ پر صحیح معنوں میں اس وقت کھلتا ہے جب آپ اس کے ساتھ سفر کرتے ہیں۔ 'کائنات آرزو' میں مولانا کی شخصیت کے ہر رنگ اپنے جلوے بکھیر رہے ہیں۔

فلاسفہ نے خمسہ متحیرہ کے تعلق سے لکھا ہے کہ یہ پانچ سیارے ہیں، زحل، عطارد، مشتری، مریخ اور زہرہ اور ان کو خمسہ متحیرہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی چال مختلف، ان کی شکل مختلف اور یہاں تک کہ ان کا حجم مختلف ہے لیکن پھر بھی وہ ایک ربط باہم رکھتے ہیں اور ان کا یہی ربط ایک نظام تشکیل دیتا ہے ورنہ نظام کائنات درہم برہم ہوجائے۔ قرآن پاک کی ایک آیت (فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس) کی تفسیر میں آیا کہ یہ ان کے وقوف، استقامت اور رجعت کا بیان ہے کہ یہ سیدھے چلتے ہیں، پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں، پھر ٹھہرتے ہیں، پھر سیدھے ہوجاتے ہیں اس لیے ان کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں۔ ابن ابی حاتم نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہ کا یہ قول پیش کیا ہے کہ وہ پانچ ستارے ہیں زحل، عطارد، مشتری، مریخ اور زہرہ، کوئی ستارہ ان کے سوا کہکشاں کو قطع نہیں کرتا۔ یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں، وہیں کے وہیں ہیں، جو اس کے آس پاس ہیں وہ بھی وہیں ہیں، ان کی حرکت خفیفہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے، چند ساعت میں اس پار چلے گئے۔ اقبال نے تمثیلی اور وسیع تر معنی میں کہا تھا 'جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں، ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے' لیکن یہ مولانا صوفی عبدالواجد قادری کی شخصیت پر حقیقتاً حرف بہ حرف صادق آتا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک خمسہ متحیرہ تھے اور

شاید اس عہد میں کوئی ستارہ ان کے سوا کہکشاں کو قطع نہیں کرتا تھا۔

جس دور میں لوگ یوروپ یا امریکہ کے کسی شہر کا ایک تبلیغی دورہ کرلیں یا کہیں کسی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد یا برائے نام اسلامی مرکز میں بھی ملازم ہوجائیں تو دور دور تک ڈھنڈورے پیٹ دیں، اگر کوئی مسلسل پچیس تیس برسوں سے دیار مغرب میں اسلام کی گونا گوں خدمات انجام دے رہا ہو، دین کی تبلیغ واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو، الگ الگ ملکوں کے ایک سے زائد، سب سے بڑے اور مرکزی دارالافتاء کے صدر کے منصب عالیہ پر فائز ہو اور اردو، انگریزی اور ڈچ زبانوں میں درجنوں کتابیں لکھ کر دینی ضرورتوں کی تکمیل کر رہا ہو اور نام ونمود سے گریزاں صرف کام کی دھن میں مگن ہو تو کس کا جی نہ چاہے گا کہ اس کی عظمتوں کو سلام کرے۔ مفتی عبدالواجد قادری شمالی بہار کے ایک دور افتادہ و پسماندہ گاؤں میں (۱۹ر فروری ۱۹۳۴ء، دوگھرا، جالے ضلع دربھنگہ) پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں علیم آباد اہیاری اور نانیہال دوگھرا میں ہوئی، پھر پرائمری مکتب چھوٹا اور اس کے بعد کمتول ہائی اسکول میں داخل کیے گئے۔ دینی تعلیم کے لیے اتر پردیش کا سفر کیا جہاں فتح پور، الہ آباد، دریاباد اور بنارس کے مدارس میں رہے اور الہ آباد بورڈ سے منشی، عالم اور کامل کیا۔ وہ بنارس سے بریلی شریف آئے جہاں جامعہ منظر اسلام میں دورۂ حدیث کی جماعت میں داخل ہوئے۔ ان کا قیام اعلیحضرت کے مزار شریف کے بالائی حصہ کتب خانہ حامدی میں تھا۔ ۱۹۵۷ء میں حضور مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا جیلانی میاں، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی مفتی اجمل حسین سنبھلی اور دیگر علما ومشائخ کے ہاتھوں ان کے سر دستار فضیلت باندھی گئی۔ بریلی شریف میں ان کو حضور مفسر اعظم ہند کا قرب خاص حاصل تھا اور ان کے ساتھ انہوں نے ملک کے کونے کونے کا سفر کیا۔ حضور مفتی اعظم ہند کے حکم پر بریلی شریف سے مدرسہ رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا ضلع سیتامڑھی آئے۔ پھر وہ ایک مدت تک کاٹھمنڈو کی تاریخی کشمیری مسجد کے امام وخطیب کی حیثیت سے نیپال میں بھی رہے جہاں ان کو ملک کا شیخ الاسلام تصور کیا جاتا تھا اور نیپال کا راجا بڑے اعزاز واکرام سے پیش آتا تھا۔ اسی زمانے میں ان کی کتابیں تنویر نیر (حمد ونعت کا مجموعہ)، تازیانہ (منظوم مناظرہ) اور پھولواری (نظموں کا مجموعہ) شائع ہوئیں۔ وہاں سے اکابر اہلسنت کے اصرار پر شمالی بہار کی مرکزی درسگاہ دارالعلوم مشرقیہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ، دربھنگہ آئے۔ پھر پٹنہ میں ادارہ شرعیہ کا قیام عمل میں آیا تو اس کے دارالافتا کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی۔

مولانا اکتوبر ۱۹۸۵ء میں نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی کی دعوت پر ہالینڈ گئے۔ ۱۹۸۷ء میں ورلڈ اسلامک مشن نے جامعہ مدینۃ الاسلام (دی ہیگ) میں مرکزی دارالافتا والقضا قائم کیا تو عراق، ترکی، شام، مغرب اور دوسرے مسلم ملکوں کے سفیروں اور عمائدین ملک وملت کی موجودگی میں قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور دوسرے اکابر علما ومشائخ نے اس کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد کیں۔ آپ کا مستقل قیام آمسٹرڈم میں تھا جہاں ۱۹۹۹ء میں آپ کی سرپرستی میں اسلامک فاؤنڈیشن (تنظیم القرآن) نیدرلینڈ کا قیام عمل میں آیا تو اس کے دارالافتاء وقضا کی ذمہ داری بھی آپ نے خود ہی سنبھالی۔ یوروپ کے مسلمانوں، ان کی نئی نسلوں اور نومسلموں کو نگاہوں میں رکھ کر دو جلدوں میں 'قرآنی تعلیم' لکھی، کائنات آرزو، فتاوی یوروپ، کتاب الدعوات، قادیانی دھرم اور تمہید ایمان جیسی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے دو انگریزی اور دس کتابیں ڈچ زبان میں بھی شائع ہوئیں حتی کہ مقامی مسلمانوں کے ذوق ایمان وعقیدت کی تسکین کے لیے اپنے مجموعہ حمد ونعت 'تنویر نیر' کا ڈچ ترجمہ بھی پیش کیا۔ جو کام اکیڈمیاں کرتی ہیں انہوں نے تنہا انجام دیے اور ایسا کہ ان کا ہر کام اور ان کی شخصیت کا ہر پہلو حیران کرتا ہے۔

آہ! اس عظیم عالم وفقیہ، عابد شب زندہ دار عارف، روشن ضمیر صوفی اور اس صاحب بصیرت مصنف کی دید وشنید پھر کبھی نہ ہوگی، جس کو سن کر دل بیدار، جس کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور جس کو پڑھ کر ذہن روشن ہوا کرتا تھا۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

ooo

☆ ریزیڈنٹ ایڈیٹر، روزنامہ انقلاب، پٹنہ (بہار)
ahmadwjd@gmail.com

اصلاح معاشرہ

تاج الشریعہ اور معاشرتی اصلاح

مفتی محمد مجاہد حسین حبیبی*

میں اپنی زندگی کے اِس انمول اور سنہرے لمحے کو تاحیات فراموش نہیں کرسکتا جب میری آنکھیں پہلی مرتبہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ کی زیارت سے مشرف ہوئی تھیں۔ یہ ۱۹۹۴ء عرس حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے ٹھیک ایک روز قبل کی بات ہے کہ آپ فاتحہ پڑھنے کے لیے حضرت مجاہد ملت کے روضے پر تشریف لائے تھے۔ والد بزرگوار خلیفہ حضرت مجاہد ملت حضرت الحاج مدثر حسین حبیبی مدظلہ العالی نے حضرت کے سامنے مجھے پیش کیا اور حضرت سے دعا کی درخواست کی، حضرت نے مجھ سے میرا نام دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا: میرا نام محمد مجاہد حسین حبیبی ہے اور میرا نام حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے تجویز فرمایا ہے پھر حضرت نے دوبارہ سوال فرمایا: کیا پڑھ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضور مولوی درجے میں ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت نے اپنا دست شفقت میرے سر پر رکھا اور فرمایا ''اللہ تمہیں اسلام کا مجاہد بنائے، کام کا عالم بنائے، سنت وشریعت اور خدمت دین کا کام لے۔''

حضرت کے تعلق سے یہ وہ سنہری یاد ہے جو ان شاء اللہ تاحیات باقی رہے گی۔

ویسے نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ علامہ الحاج الشاہ محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات اسلامیان ہندوپاک کے لیے محتاج تعارف نہیں۔ آپ اپنے بزرگوں کے بہترین یادگار اور گوناگوں صفات حسنہ کے حامل تھے۔ آپ کی صبح وشام خلق خدا کی رشد وہدایت اور دین وشریعت کی ترویج واشاعت میں صرف ہو رہی تھی۔ خلق خدا کا آپ کی طرف رجوع کا یہ عالم کہ ایک محتاط اندازے کے مطابق لاکھوں افراد ہندستان کی سرزمین میں آپ کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں۔ دیگر ایشیائی، افریقی، یورپی، امریکی اور مغربی ممالک میں بھی مریدین کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔ عامۃ الناس کے علاوہ ملک وبیرون ملک کے ہزاروں علما، ائمہ اور حفاظ آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہیں اور دینی ومذہبی امور میں آپ ہی کو اپنا مرجع ومقتدا تسلیم کرتے ہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کو مختلف علوم وفنون میں کامل دسترس اور عبور حاصل تھا جس پر فقہ، حدیث، تفسیر، کلام، تجوید، نعتیہ شاعری، ردومناظرہ وغیرہ پر درجنوں کتابیں شاہد ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ملک وبیرون ملک کے کثرت اسفار اور خلقت کے بے پناہ رجوع نے آپ کو اتنی فرصت نہ دی کہ آپ باضابطہ تصنیف وتالیف اور تدریسی خدمات انجام دے سکیں تاہم اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود جو، رسائل وکتب آپ نے تصنیف فرمائی ہیں اور جو تلامذہ آپ نے چھوڑے ان سے آپ کی خداداد صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

متعدد امراض، کثرت اسفار، ہجوم افکار، ذکرواذکار اور دیگر نجی مصروفیات کے باوجود آپ انتہائی اہم فریضہ یعنی خلق خدا اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ جہاں موقع ملتا، جہاں خرابی نظر آتی، یا آپ کے سامنے ایسی باتوں کا تذکرہ ہوتا فوراً اصلاح فرماتے، اس سلسلے میں اپنے بیگانے کی آپ نے کبھی پروانہ کی، علما ہوں یا عوام سبھوں کی رہنمائی اور اصلاح کا فریضہ انجام دیا، معاشرہ میں پھیلی بے راہ روی کا سدباب فرمایا۔ ذیل کی سطریں پڑھ کر آپ بخوبی اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

نس بندی حرام ہے: نس بندی شرعاً حرام ہے اور یہ ایسی حرام مبین ہے جس کی حرمت میں عالم تو عالم، کسی جاہل غبی کو بھی ادنیٰ شک نہیں، اولاً کون نہیں جانتا کہ بلاضرورت شرعیہ ننگا ہونا حرام اور بے حیائی کا کام ہے اور اس امر کی قباحت نہ صرف اسلام میں بلکہ دیگر مذاہب میں بھی ثابت ومقرر ہے، اس پر آدمی کا دوسرے کے عضو غلیظ کو چھونا قباحت بالائے قباحت ہے۔ ثانیاً یہ تغیر خلق اللہ ہے اور تغیر

خلق اللہ شرعاً حرام اور شیطانی کام ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، جون: ۱۹۹۵ء)

داڑھی منڈانا: داڑھی منڈانے کے تعلق سے فرماتے ہیں ۔داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم کرانا اور اس کی عادت گناہ کبیرہ ہے، یحرم علی الرجل قطع لحیة اور داڑھی کی حد شرع یک مشت ہونی چاہیے، اسی میں ہے "اعلان گناہ کا مرتکب فاسق معلن ہے۔"

(سنی دنیا، نومبر ۲۰۰۰ء)

قبر پر اذان: آج کل بعض لوگ قبر پر اذان دینے کو ناجائز وبدعت قرار دے کر لوگوں کو سخت تردد میں مبتلا کر دیتے ہیں جب کہ یہ عمل ہمیشہ مسلمانوں میں رائج رہا ہے۔ حضرت تاج الشریعہ سے اس سلسلے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا "جائز اور مستحسن ہے اور دلائل کثیرہ سے اس کا جواز و استحباب ثابت ہے اور بعض نے اسے مسنون بھی فرمایا ہے۔" (ماہنامہ سنی دنیا، اپریل: ۱۹۸۶ء)

سود لینا: آج کل بعض مسلمان بھی سودی کاروبار میں گرفتار ہیں اور اپنا کاروبار اُسی سے چلاتے ہیں۔ اس تعلق سے حضرت تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"سود لینا اور دینا دونوں حرام بدکام بدانجام ہیں۔ حدیث میں ہے "اللہ کی لعنت ہے سود کھانے اور کھلانے والے پر۔"

(سنی دنیا، جنوری: ۲۰۰۵ء)

شادی کب کرنی چاہیے؟ اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "ہر دن اور ہر ماہ میں جائز ہے کسی دن اور کسی مہینہ کی تخصیص نہیں" (سنی دنیا، اپریل: ۱۹۹۳ء)

بے اصل رسم و رواج: آج کل معاشرے میں لوگوں نے اپنی طرف سے ایسی باتوں کو رواج دے رکھا ہے، جس کی اصل شریعت میں کہیں نہیں ملتی، لوگ شرعی احکام پر عمل کر کے اپنی آخرت کو تو نہیں سنوارتے بلکہ اتباع نفس میں معاشرے ہی کو بے اصل باتوں سے پراگندہ کر دیتے ہیں، ایسا ہی ایک سوال تاج الشریعہ سے بھی کیا گیا کہ کسی کے انتقال کے بعد اس کے گھر کی کوئی چیز قابل استعمال نہیں سمجھتے بلکہ تیار شدہ کھانے کو بھی نہیں کھاتے تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ

"پانی پھینکنا، ناجائز و گناہ اور وہ خیال محض بیہودہ خیال ہے جسے دور کرنا لازم۔" (ماہنامہ سنی دنیا، فروری، مارچ: ۱۹۸۶ء)

حیض و نفاس کی حالت میں خواتین کھانا بنا سکتی ہیں؟ جب دریافت کیا گیا کہ ہندہ کہتی ہے کہ حیض و نفاس کی حالت میں چالیس روز تک کھانا نہیں پکا سکتی اور اس گھر میں جس میں حائضہ ہو فاتحہ تلاوت قرآن یا کوئی دینی کتاب نہیں رکھی جا سکتی تو آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں "وہ غلط کہتی ہے۔ ان میں (جو باتیں) مذکور ہوئیں کوئی ممنوع و ناجائز نہیں۔ اس (ہندہ) پر توبہ لازم ہے۔ (سنی دنیا، دسمبر: ۱۹۹۷ء)

مرد کے لیے سونے چاندی کا استعمال: اس سلسلے میں فرماتے ہیں "سونے چاندی کی چیزیں عورتوں کو جائز ہے مردوں کو حرام ہے اور تانبہ، پیتل، اسٹیل وغیرہ مرد عورت دونوں کو حرام ہے۔" (سنی دنیا، نومبر: ۱۹۹۶ء)

مزارات پر چادر پوشی: "نیاز، فاتحہ اور اولیاے کرام کے مزارات پر چادر ڈالنا اور کلمہ شریف کا ورد مروجہ معمولات اہل سنت ہیں جن کی ممانعت پر شرع مطہرہ سے اصلاً دلیل نہیں بلکہ اُن کے جواز و استحباب پر دلیل ہے اور اُن امور پر سنیوں پر طعن ممنوع و حرام ہے بلکہ گمراہی و بے دینی ہے۔"

(ماہنامہ سنی دنیا، جون جولائی: ۱۹۹۶ء)

مسلمان کی غیبت اور چغلی کرنا: فرماتے ہیں "حرام بدکام بدانجام ہے۔" (سنی دنیا، جنوری: ۱۹۶۷ء)

رشوت ستانی: حضرت تاج الشریعہ رشوت جیسی قبیح عمل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "قرآن شریف میں اس کی حرمت مصرح ہے اور حدیث شریف میں فرمایا: ولعن اللہ الراشی والمرتشی۔ یعنی اللہ کی لعنت ہے رشوت لینے اور دینے والے پر۔

(مسند امام احمد جلد ۲، ص: ۳۸۷)

یعنی رشوت لینے والا مطلقاً مستحق لعنت ہے اور دینے والا بھی اسی میں گرفتار ہے جب کہ ناجائز کام کے لیے رشوت دے یا بغیر مجبوری کے دے اور دفع ظلم اور جائز حق کی تحصیل کے لیے جب رشوت دیئے بغیر چارہ نہ ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے اور دینے والا اس وعید کا مصداق نہیں۔" (آثار قیامت، ص: ۳۱)

مردوں سے مشابہت: فی زمانہ عورتیں لباس میں، طور

طریقے اور نت نئے فیشن میں، مردوں سے مشابہت کرنے میں ذرہ نہیں رکتیں ہیں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ایسی عورتوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بلا ضرورت صحیح عورت کو گھوڑے پر چڑھنا منع ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا مردانہ کام ہے۔ حدیث میں اس پر لعنت آئی ہے۔ ابن حبان اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے آخری زمانے میں کچھ ایسی عورتیں ہوں گی جو مردوں کی طرح جانوروں پر سوار ہوں گی اور اس کے آخر ی یہ الفاظ آئے: ان عورتوں پر لعنت بھیجو کیوں کہ وہ ملعون ہیں۔
(آثار قیامت، ص: ۶۴)

مزید آگے تحریر فرماتے ہیں:

''زنان عرب جو اوڑھنی اوڑھتیں، حفاظت کے لیے سر پر پیچ دے لیتیں اُس پر یہ ارشاد ہوا کہ ایک پیچ دیں دو نہ دیں کہ عمامہ والے مردوں سے مشابہت نہ ہو جائے کیوں کہ عورتوں کو مردوں سے اور مردوں کو عورتوں سے تشبہ حرام ہے۔'' (آثار قیامت، ص: ۶۵)

فرمایا'' عورت کو اپنے سر کے بال کترانا حرام ہے اور کترے تو ملعون کہ یہ مردوں سے مشابہت ہے اور عورتوں کا مردوں سے تشبہ حرام۔ درمختار میں ہے کہ کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو گنہگار ہوئی نیز اس پر اللہ کی لعنت ہوئی۔ اس میں جو علت مؤثرہ ہے وہ مردوں سے تشبہ ہے۔ (آثار قیامت، ص: ۶۶)

محرمی کپڑے: عاشورہ کے موقع پر محبت امام حسین میں لوگ قسم قسم کے رنگ برنگ کپڑے خود بھی پہنتے اور بچوں کو بھی پہناتے ہیں۔ حضرت تاج الشریعہ حکم شرع صادر فرماتے ہیں:

''مسلمان کو چاہیے کہ عشرہ مبارکہ میں تین رنگوں سے بچے سبز، سرخ، سیاہ۔'' (آثار قیامت، ص: ۷۲)

مزید لکھتے ہیں عشرہ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں، یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں۔'' (آثار قیامت، ص: ۷۳)

غیر اللہ کی قسم: نوجوان طبقہ بات بات پر مختلف چیزوں کی قسم کھاتا نظر آتا ہے جیسے ماں قسم، اولاد قسم، قرآن قسم، مسجد قسم وغیرہ۔ اس سلسلے میں تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''غیر اللہ کی قسم، قسم شرعی نہیں۔ علما فرماتے ہیں کہ اگر غیر اللہ کی قسم کو قسم شرعی جانے اور اس کا پورا کرنا لازم سمجھے اس صورت میں آدمی کافر ہو جائے گا۔''

امام رازی نے فرمایا میری جان کی قسم، تیری جان کی قسم کہنے والے پر مجھے کفر کا اندیشہ ہے اور لوگ عام طور پر یہ نادانی میں کہتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کہتا یہ شرک ہے۔ (ایضاً، ص: ۷۷)

آگے لکھتے ہیں'' حدیث شریف میں غیر اللہ کی قسم کھانے والے کو جو مشرک فرمایا گیا اُس سے اس شخص کا بھی حکم ظاہر ہے۔ جو یوں قسم کھائے اور اگر میں یہ کام کروں تو یہودی یا نصرانی یا ملت اسلام سے بری و بیزار ہو جاؤں، ایسی قسم کھانا سخت حرام بدکام کفر انجام ہے۔''
(ایضاً، ص: ۷۹)

آخر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو کثرت قسم سے منع کرتا ہے اور بے باکی سے باز رکھتا ہے، اس لیے اس سے باز رہنے میں ہی پرہیز گاری اور تمہاری بھلائی ہے۔ (ایضاً، ص: ۷۹)

چھٹ پوجا کی منت ماننا: ایک مسلمان مرد و عورت نے یہ منت مانی کہ ہمیں لڑکا ہوگا تو چھٹ کی پوجا کریں گے۔ اس طرح منت ماننا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی ایسی منت مانے تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟ سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ دونوں مرد عورت اس منت کے سبب کافر و مرتد بے دین ہو گئے۔ دونوں پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح فرض ہے۔ جب تک سچی توبہ نہ کرلیں، ہر واقف حال مسلمان پر فرض ہے کہ انہیں چھوڑے رہے۔ (دوری بنائے رکھے) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ تاج الشریعہ، جلد اول، ص: ۷۲)

ہندو کے سلام کا جواب دینا:

اگر کوئی ہندو یعنی غیر مسلم مسلمانوں کو سلام کرے۔ اسے اسلامی طور طریقہ سے جواب دینا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: بے ضرورت ابتداً سلام کرنا ناجائز ہے اور بہ ضرورت شرع جائز ہے۔ یہاں اصل سے ظاہر کہ جب اندیشہ شدید فتنہ کا ہو یا ضرورت شرعیہ ہو تو جواب دینا جائز ہے۔
(فتاویٰ تاج الشریعہ، جلد اول، ص: ۸۶)

کاهن کی تصدیق کرنا: کاہنوں کے پاس جانا حرام ہے اور ان کی تصدیق بحکم حدیث کفر ہے کہ ارشاد ہوا:

مَنْ اَتٰى عَرَّافًا اَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ

بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ۔ (کنز العمال، ج ۶، حدیث نمبر: ۱۷۶۸۰۔ کتاب السحر والعین والکھانۃ ص: ۳۱۹۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یعنی جو کسی پیشگو یا کاہن کے پاس آکر اس کے کہے کی تصدیق کرے تو وہ اس سے کافر ہو گیا جو محمد ﷺ پر اترا۔

(فتاویٰ تاج الشریعہ، ص: ۱۰۰)

کیا کسی پر بزرگوں کی روح آتی ہے: یہ جو عوام میں پھیلا ہوا ہے کہ فلاں صاحب یا فلاں بزرگ صاحب اور فلاں جن صاحب اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فلاں شیخ یا فلاں عورت پر آئے اور بڑے بڑے کرشمے بھی دکھائے، کام بھی انجام کو پہنچائے۔ ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جواباً آپ نے فرمایا "یہ تمام خرافات واوہام عوام۔ ان باتوں پر اعتماد جائز نہیں۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ، جلد اول، ص: ۱۱۵)

کافر کے لیے دعائے مغفرت کرنا: کافر مر جائے تو اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے۔ لیے اس کے گھر پر قرآن خوانی کرنا کیسا ہے؟ جو لوگ اس کے گھر قرآن خوانی میں شریک ہوں، ان کے لیے شریعت کیا کہتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: کافر کے لیے دعائے مغفرت کفر ہے۔ رد المحتار میں ہے:

الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالیٰ فیما اخبر۔ (رد المحتار، ج ۲، ص: ۲۳۶، مطلب فی الدعاء المحرم، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ان پر توبہ وتجدید ایمان فرض ہے۔ اگر بیوی رکھتے ہوں تو تجدید نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ تاج الشریعہ، جلد اول، ص: ۱۲۹)

مسلمان کا ٹیکا یا قشقہ لگانا: ہندو جو پیشانیوں پر صندل کا قشقہ تلک ٹیکا لگاتے ہیں، یہ ان کا مذہبی شعار ہے یا نہیں؟ اور مسلمانوں کے لیے ایسا کرنے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ یہ عمل تشبہ مع الکفار ہے یا نہیں؟ بزرگان دین کے عرس کے موقع پر مزارات پر صندل چڑھتا ہے تو مزار شریف کے چڑھے ہوئے صندل کا قشقہ تلک مسلمانوں کو لگانا لگوانا جائز ہے یا حرام ہے یا کفر ہے؟

اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: یہ ضرور اُن کا مذہبی شعار ہے، مسلمان کو قشقہ لگانا حرام بدکام بدانجام بلکہ کفر ہے کہ یہ کفار سے پوری مشابہت ہے، حدیث میں ہے: مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔ (یعنی جو جس قوم سے مشابہت کرے وہ اسی سے ہے)(فتاویٰ تاج الشریعہ، جلد اول، ص: ۱۳۹)

مذکورہ بالا سطریں پڑھ کر آپ اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت نے ہر محاذ پر علما اور عوام کے درمیان پائی جانے والی خرابیوں کی اصلاح کا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے مگر یہ امر اچھی طرح ذہن نشیں رہے کہ جو اصلاحی معاملات آپ کے ذریعہ انجام پائے، ان کی تعداد اُن سے کہیں زیادہ ہیں جو یہاں تحریر ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے ہم بھی غلامان غوث وخواجہ ورضا کو حضرت کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔

آمین ثم آمین

○○○

☆ آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال، ۶ تالتلہ لین، کلکتہ

ہر طرف مغمومیت کے شامیانے تن گئے

حضرت تاج الشریعہ کا نعم البدل تو دور، ہمیں آپ کا بدل دور دور تک کہیں نظر نہیں آرہا ہے۔ آپ برصغیر میں، جماعت اہل سنت کے بیباک ترجمان اور پاکان امت کی رحمتوں کا محافظ رہے ہیں۔ جماعت اہل سنت کو سینکڑوں، طوفانوں کے باوجود ایک ہی لڑی میں پرو کے رکھنے کے لئے حتی الامکان آپ کی کوششیں اور اقدامات لائق تحسین تھے، آپ کی علمی، فکری، روحانی، تحقیقی خدمات پچھلی کئی دہائیوں کو محیط ہیں۔ جماعت اہل سنت کے لیے آپ کا وجودِ مسعود، گرمی کی دھوپ میں ایک گھنا سایہ تھا، جس سے اب محروم ہو کر دنیائے سنت کھلے آسمان تلے آچکی ہے، یوں محسوس ہو رہا ہے کہ یتیمی کی فضا، ہر طرف مغمومیت کے شامیانے کھڑا کر رہی ہے، اس لیے کہ صدیوں بعد ایسی شخصیات کرہ ارض کو اپنے وجودِ مسعود سے منور تابناک کرتی ہیں۔ ہم تاج الشریعہ کی بارگاہ میں تہہ دل سے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے، اور اعلیٰ علیین میں قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد یوسف رضا مصطفائی مصباحی، خادم التدریس والافتاء مرکزی ادارہ صوت الاولیاء، باغ نوگام، اشاجی پورہ، اسلام آباد، کشمیر

منظر نامہ

'کائناتِ آرزو' ہر دل کی جستجو

محمد افروز قادری چریاکوٹی*

سفرناموں کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنا خود سفر۔ سفر کے نتیجے ہی میں سفرنامے وجود میں آئے۔ کبھی یہ محض حافظے کی زینت رہا کرتے تھے؛ مگر آج اسے رنگ تحریر دے کر ہر ایک کے لیے استفادے کی میز پر سجادیا جاتا ہے کہ اگر کسی کی قسمت یاوری نہ کرے اور وہ دنیا جہان کے ان مقامات پر نہ بھی پہنچ سکے تو کم از کم چشم تصور کے سہارے وہ خود کو ان مناظر و مرایا سے محظوظ و مسرور کر سکے۔ 'سفر وسیلہ ظفر' صحیح معنوں میں اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ 'مسافر' اپنے سفر میں دوسروں کو بھی شریک کرے۔ اور سفر میں دوسروں کو شریک کرنے کی ایک امکانی صورت یہ بھی ہے کہ تمام تجربات و مشاہدات کو اس طرح بیان کر دیا جائے کہ سفرنامہ پڑھنے والا ذہنی طور پر انھیں راستوں اور گزرگاہوں پر خود کو گام فرما پائے۔

'سفرنامہ' علمی و ادبی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے، یہ واحد صنف ادب ہے جس کا تقریباً تمام اہم معاشرتی علوم سے گہرا تعلق ہے۔ مؤرخوں، سوانح نگاروں اور جغرافیہ دانوں نے اس صنف سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے، اور اسی وجہ سے دنیا کی تمام بڑی چھوٹی زبانوں کے ادبیات میں سفرناموں کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اَدبیات و تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں پر عیاں ہوگا کہ تحریری شکل میں سب سے پہلا سفرنامہ ابن جبیر (م ۶۱۴ھ) کے قلم سے معرضِ وجود میں آیا، بلکہ حاجی خلیفہ کی تحقیق سے باور ہوتا ہے کہ مجاہد یورپ ابن رشد (م ۵۹۵ھ) نے سب سے پہلے اپنا سفرنامہ مرتب کیا تھا۔ پھر سفرنامے کا یہ سلسلہ عہد بہ عہد چلتا ہوا ابن بطوطہ (۷۷۹ھ) کی دہلیز تک پہنچا جس کی نیرنگی فکر اور جودتِ طبع نے اسے مستقل ایک فن بنا دیا۔ اس لیے اہل علم و ادب نے رحلہ ابن بطوطہ مسمّٰی بہ۔ تحفۃ النظار فی غرائب الامصار وعجائب الاسفار۔ کو اپنے موضوع پر ایک شاہکار اِنسائیکلوپیڈیا اور عہد آفریں کارنامہ قرار دیا ہے۔

تاریخ نے اپنے دامن میں بہت سے سفرنامے محفوظ کر رکھے ہیں جن میں بعض مشہور رحلات یہ ہیں: رحلۃ ابن رشد (۵۹۵ھ)، رحلۃ ابن جبیر (۶۱۴ھ)، رحلۃ ابن الصلاح (۶۴۳ھ)، رحلۃ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ)، رحلۃ بدرالدین (۹۸۴ھ)، رحلۃ الدرعی (م ۱۱۲۹ھ)، رحلۃ العیاشی (۱۱۴۹ھ)، رحلۃ الزبادی (۱۲۰۹ھ) وغیرہ۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ ہر دور میں اہل علم نے سفرناموں سے خصوصی اعتنا برتا ہے اور اپنے تجربات و مشاہدات کو دوسروں تک پہنچانے کا مؤمنانہ فریضہ سرانجام دیا ہے۔ قرونِ اولیٰ اور قرونِ وسطیٰ میں اولیاے کرام اور صلحاے عظام کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ منازلِ سلوک طے کرنے کے لیے 'سفر' اختیار کیا کرتے تھے اور اس سفر میں وہ دیگر برکاتِ روحانی کے علاوہ اکابر اولیا کی صحبتوں سے بھی فیض یاب ہوتے، اور صلحاے اُمت کے مزارات سے بھی اکتساب رنگ و نور کرتے تھے۔ ہماری درخشندہ اسلامی تاریخ ایسے صوفیہ کرام سے مالامال ہے: مثلاً سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، مخدوم جہانیان جہاں گشت بخاری، حضرت داتا گنج بخش عثمان ہجویری، خواجہ غوث علی شاہ قلندر پانی پتی وغیرہ۔

یوں ہی اکابر اولیا و صلحا کے حالات و معمولات میں 'رحلہ' (سفر) ایک باقاعدہ باب رہا ہے۔ کتب تصوف اس حقیقت پر شاہد عدل ہیں۔ سمندر کی لہروں سے لڑنا، ہولناک ریگستانوں سے گزرنا، پرشور دریاؤں کو کھنگالنا، فلک رفعت پہاڑوں پر چڑھنا، جنگلوں اور بیانوں کو عبور کرنا اور برفستانوں کو قطع کرنا آسان کام نہیں۔ ہمارے دور میں بھی بعض اہل علم نے اہل اللہ کی اس سنت و روش کو زندۂ جاوید کرنے کے لیے مختلف بلاد واَمصار کا سفر اختیار کیا ہے، اور اس کی برکتوں سے اہل اسلام کے مشامِ جاں کو مہکانا چاہا ہے۔ ایسے ہی خوش بختوں میں ایک نام امین شریعت علامہ مفتی عبد الواحد قادری کا ہے، جن کی زندگی 'ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن' کی تفسیر ہے۔ وہ ہمہ دم

رواں دواں رہتے ہیں تاکہ حیاتِ جاوداں پاسکیں۔ سچ پوچھیں تو زندگی حرکت عمل ہی سے عبارت ہے؛ ورنہ جمود و تعطل سے بڑھ کر کوئی موت نہیں۔ وہ ہمیشہ نئے آفاق کی تسخیر میں جٹے ہوتے ہیں، اور قومِ مسلم کے لیے روشن امکانات کی تلاش میں سرگرداں۔

’کائناتِ آرزو‘ زیاراتِ مقدسہ کی تفسیر و تفصیل پر مشتمل علامہ کے مطالعاتی سفر کی پُرشوق داستان ہے۔ علامہ کا یہ سفرنامہ کئی حیثیتوں سے اپنے اندر انفرادی شان رکھتا ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک سفرنامہ ہے؛ مگر اس کے مندرجات، اندازِ بیان، اور علامہ کے تفحص و تجسس نے اسے تاریخ و سیرت کا حسین گلدستہ بنادیا ہے۔

اس سفرنامے میں مؤلف کا بطورِ خاص ارتکاز عرب، عراق اور ترکی ہی کی سیر و سیاحت پر ہے؛ مگر سفرنامے کو دلچسپ بنانے اور قارئین کو دنیا جہان کی سیر کرانے کے شوق نے علامہ سے دیگر بہت سے ممالک کے خط و خال بھی کھنچوا دیے ہیں: مثلاً ہالینڈ، بلجیم، فرانس، اٹلی، یوگوسلاویہ، بلغاریہ، جرمنی، اور آسٹریا وغیرہ۔ اس طرح علامہ نے اس سفرنامے میں اتنا کچھ جمع کردیا ہے کہ پڑھنے والا دنگ ہوکر رہ جاتا ہے۔

آپ ذرا غور تو کریں کہ اس میں کیا نہیں ہے، نوادرات بھی ہیں، تعلیمات بھی، ملفوظات بھی ہیں علمی نکات بھی، شعر و ادب بھی ہے اور فقہ و فلسفہ بھی، زبان و بیان کی رنگارنگی بھی ہے اور منظر کشی کے عجائب بھی، علمیت بھی ہے اور معلومات بھی، سلاست و روانی بھی ہے اور بوقلمونیت بھی، ندرتِ فکر بھی اور رفعتِ خیال بھی، عربیت بھی ہے اور فارسیت بھی، جدید تحقیق نگاری بھی ہے، اور علما و فضلا سے استفادے بھی؛ غرض کہ مفتی صاحب نے اس کتاب کو زبان و بیان اور خوب و مرغوب کا ایک شاہکار بنادیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

کئی دنوں سے یہ سفرنامہ میرے خوانِ مطالعہ کی زینت بنا ہوا ہے۔ میں نے کئی ایک سفرنامے دیکھے اور پڑھے، اور یہ سمجھتا رہا کہ سب سے سہل قلم کاری ’سفرنامہ‘ ہی میں ہوسکتی ہے کہ سفر کے دوران جو کچھ دیکھا گیا اسے بلاکم و کاست سپردِ قرطاس کردیا جائے، ساتھ ہی ساتھ خیال آرائی اور حاشیہ آرائی کا اس پر غازہ چڑھا دیا جائے بس سفرنامہ تیار ہے۔ یعنی اکثر سفرناموں کا اسٹائل ایسا ہی ہوتا ہے؛ مگر ’کائناتِ آرزو‘ کا آہنگ بہت مختلف اور علمی و فکری رنگ لیے ہوئے ہے۔ علامہ کو خدائے بخشندہ نے مومنانہ بصیرت سے نوازا ہے۔ انھوں نے دورانِ سفر ہر مقام کو ایک مردِ مومن کی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کی ہے، اور ان مقامات کو جن کو لوگ عموماً ظاہری آنکھ سے دیکھ کر ان کا حال لکھ دیتے ہیں علامہ نے اپنے نورِ فراست سے ان کے باطن میں بھی جھانکا ہے اور اس کا حال بھی زینتِ قرطاس کردیا ہے۔

ڈاکٹر امجد رضا امجد کی طرف سے یہ الطافِ خسروانہ ’کائناتِ آرزو‘ مجھے کمپوزڈ ملے ہیں، جس میں نہ تو نمبرنگ ہے اور نہ ہی فہرست سازی، شاید عجلت کے باعث ایسا ہوا ہو، خیر! اس پر مجھ سے اظہارِ خیال کا مطالبہ ہوا ہے، تو خیالِ خاطر احباب کے پیش نظر چند سطریں سپردِ قرطاس کی جاتی ہیں۔ کتاب کا آغاز مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی کے فکر انگیز اور معلومات آفریں مقدمے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد مولف کتاب نے ’آغازِ سخن‘ میں اپنے کچھ ذاتی حال احوال کے ساتھ اس کتاب کا شانِ نزول اور منشا تخلیق بیان کیا ہے۔ اور پھر ’چل رے خامہ بسم اللہ‘ کی ضرب لگا کر قلم و قدم کو جادہ پیمائی پر لگا دیا ہے۔

سفر کا باضابطہ آغاز ہالینڈ سے ہوتا ہے اور ترکی و عراق کے بے شمار معروف و غیر مشہور علاقوں سے ہوتے ہوئے سرزمین عرب پر جا کر ختم ہوجاتا ہے۔ کیوں؟ اس کی وجہ مولف نے خود بیان کردی ہے: ’تاکہ آخری منزل میرے آقا و مولیٰ سید کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیار پرانوار اور روضہ گہر بار ہو۔ خدا کرے کہ میری زندگی کے سفر کا خاتمہ بھی اسی طرح ہو۔ آمین‘۔

تو اس ترتیب سے علامہ اپنے عارضی وطن ہالینڈ کے بہت سے خوبصورت شہروں اور رشک چمن زار وادیوں سے گزرتے ہوئے ترکی پہنچتے ہیں۔ وہ سرزمین جو تقریباً چھ سو سال تک اسلامی سلطنت کا مرکز رہی ہے ہم آج اسے ’ترکی‘ کے نام سے جانتے ہیں۔ ترکی عثمانیوں کے دورِ خلافت میں دولتِ عثمانیہ کہلاتی تھی۔ ترکی کے دو حصے ہیں: ایک اناطولیہ جو کہ ایشیائی حصہ ہے؛ جبکہ دوسرا رومیلی جو کہ یورپی حصہ ہے۔ اس طرح یہ ملک ایشیا اور یورپ دونوں میں واقع ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ سلطنت چالیس ہزار مربع میل کے رقبے پر مشتمل تھی؛ مگر خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد اناطولیہ اور رومیلی کا علاقہ ہی اب ترکوں کا ترکہ رہ گیا ہے۔

عثمانی خلافت، تاریخ اسلامی میں وسعت کے لحاظ سے وسیع ترین خلافت تھی۔ اس اسلامی سلطنت نے یورپ کی ناک کے نیچے جنم لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یورپ کے بہت سے خطوں کو (بشمول بازنطینی ریاست کے پایہ تخت کے) اپنے اندر سمولیا تھا۔ کم وبیش چھ صدیوں تک عثمانی سلطنت کی وجہ سے بین الاقوامی توازن برقرار رہا تھا؛ سیاسی واقتصادی لحاظ سے بھی، اور تمدن وثقافت کے اعتبار سے بھی۔ شاعر علامہ محمد اقبال نے اپنی مشہور نظم جواب شکوہ میں اسی قوم وقبیلہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

یہاں 'شانِ کئی' سے اقبال کی مراد سلجوقی سلطنت اور سلطنت عثمانیہ تھی۔ اور شعر میں اس نئی دنیا کا حوالہ ہے جہاں سلطنت عثمانیہ کی توسیع کے نتیجہ میں اسلام پہنچا تھا۔ سلجوقی سلطنت کے بہت سے بادشاہوں کے نام کا جزء لقب 'کے' ہوتا تھا جیسے: کے خسرو، کے قباد، کے کاس۔ یہ لقب قبیلہ کئی سے ان کے انتساب اور شجاعت وجواں مردی کی دلیل ہوتا تھا۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عثمانی خلافت بہت وسیع الظرف تھی، صرف مسلمانوں ہی کے لیے نہیں ظلم کے مارے یہودی یا عیسائی اگر کہیں نقل مکانی کر کے سکون پاسکتے تھے تو وہ سلطنت عثمانیہ ہی کی سر زمین تھی۔ سلطنت کی پوری تاریخ میں کوئی ایک حاکم بھی ایسا نہیں گزرا جس نے قبیلے یا خاندانی مفاد کو شریعت پر ترجیح دی ہو۔ تمام سلاطین نسلی اور قومی تعصب سے دور اپنے آپ کو دین اور شریعت کا محافظ سمجھتے تھے۔

چھ سو سالہ طویل ترین تاریخ کی مالک 'سلطنتِ عثمانیہ میں ہر مذہب، نسل، زبان اور ثقافت رکھنے والے گروہ موجود تھے۔ اگرچہ عثمانی ترک نژاد تھے؛ مگر ان کی سلطنت کے سائے میں عربی، کردی، یونانی، بلغاری، بوسنائی اور سربی نسلی گروپوں کے ساتھ ساتھ مسلمان، عیسائی، یہودی اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے انسان بھی زندگی بسر کرتے رہے تھے۔ چھ سو سال تک قائم سلطنتِ عثمانیہ میں کبھی بھی کلاسیکی طرز کی خانہ جنگی نہیں ہوئی تھی اور یورپی سلطنتوں کی طرح کبھی بھی دینی اور مذہبی جھڑپیں منظر عام پر نہیں آئی تھیں۔

عثمانیوں نے دیگر مذاہب اور ثقافتوں کے ساتھ ہمیشہ رواداری کا مظاہرہ کیا تھا۔ دینِ اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں انہوں نے اہلِ کتاب یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کو خود مختاری دیتے ہوئے انہیں ہر طرح کا تحفظ فراہم کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۴۹۲ء میں اسپین سے ملک بدر کیے جانے والے یہودیوں نے سلطنتِ عثمانیہ میں پناہ لیتے ہوئی پوری زندگی امن و امان کے ساتھ گزاری تھی۔ یہودیوں، عیسائیوں اور آرمینیوں کو سلطنتِ عثمانیہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا گیا تھا اور اس طرح وہ اپنی خدمت کے ساتھ ساتھ سلطنتِ عثمانیہ کے فروغ میں بھی مددگار ثابت ہوئے تھے۔

لیکن چھ صدیوں سے زائد عرصہ تک جو ملک 'اسلام کا محافظ رہا، اور جس کے سلاطین ورعایا ایسے اوصاف کے حامل رہے، اسے صرف آٹھ سال کے اندر اسلام سے بیگانہ کر دیا گیا، اور اسلامی احکام بری طرح پامال کیے گئے؛ پھر نتیجے میں ۲۹/اکتوبر ۱۹۲۳ء کو باقاعدہ جمہوریت کا اعلان کر دیا گیا اور مصطفی کمال اتاترک نے صدر کا عہدہ سنبھال لیا جس کے بعد اسلامی قوانین تبدیل کر دیے گئے؛ مگر الحمد للہ! آج پھر ترکی کے لوگ اسلامی نظام زندگی کے لیے جدوجہد کرتے نظر آتے ہیں۔ اب وہاں اسلام پسندوں کی حکومت ہے اور سیکولر جماعتیں انتخابات میں بری طرح شکست کھا چکی ہیں۔ امید کی جاسکتی ہے کہ ان شاء اللہ! ترکی دوبارہ احیاے دین اور اسلام کی سربلندی میں اپنا کردار ضرور ادا کرے گا۔

یہ تھا ترکی کا ایک تاریخی اور جغرافیائی پس منظر؛ مگر علامہ نے ترکی کی جوانو کھی پہچان بتلائی ہے، وہ سننے سے تعلق رکھتی ہے، فرماتے ہیں:

'استنبول میں جب ہماری گاڑیاں پہنچیں تو مسجدوں سے صلوٰۃ وسلام کی آوازیں بلند ہونی شروع ہوئیں جس کو سن کر گاڑیاں روک دی گئیں'۔

تاریخ گواہ ہے کہ اہل استنبول (یا دنیا جہان کے بہت سے شہروں) نے یہ عمل از خود شروع نہیں کیا بلکہ اسلام کی کئی صدیوں تک صلوٰۃ وسلام کی یہ آواز عرب کی مسجدوں کے مناروں سے برابر پھوٹتی رہی ہے؛ مگر جائے تف ہے کہ آج کا سعودی عرب جو خود کو اسلام کا سب سے بڑا ٹھیکیدار سمجھتا ہے وہاں کی فضاؤں کو اس صلوٰۃ وسلام کی آواز سے آج یکسر محروم کر دیا گیا ہے۔

استنبول میں پہنچ کر علامہ نے سب سے پہلے صحابی ومیزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (م ۵۲ھ) کی مزار اور مدرسہ ایوبیہ کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا۔ اور ظاہر ہے یہ بڑے شرف اور اعزاز کی بات تھی۔ اس کے بعد مسجد سلیمانیہ، مسجد فتح، اور مسجد صوفیہ وغیرہ کی زیارت کرتے ہوئے دنیا کا مشہور ترین میوزیم 'ٹوپ کاپی پیلیس' کا رخ کیا، اور بقولِ مولف 'یہی اس سفرنامے کا مقصود و معراج ہے'۔ کیوں کہ اس میں عجائباتِ عالم کے علاوہ تبرکات وآثارِ نبوی کثیر تعداد میں موجود ہیں، جن کی زیارت قلب وباطن میں نور وسرور کے اُجالے بکھیر دیتی ہے۔

ترکی چوں کہ زیارت وشعائر الٰہیہ کا اس وقت سب سے بڑا مرکز تصور کیا جاتا ہے، اور اہل ترکی نے ان کی حقیقی عزت وحفاظت کر کے صحیح معنوں میں ایک عالمی ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ اس لیے اس سفرنامے کا تقریباً نصف حصہ ترکی کی علمی وروحانی خدمات سے معنون ہے۔

علامہ بہت سے اہل اللہ کے مزارات سے اکتسابِ فیض کرتے ہوئے قونیہ میں مولائے روم اور آپ کے استاذ شمس تبریزی کی تربت پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور رحمت ونور کی برکھا میں نہا نہا کر باہر نکلتے ہیں۔ پھر ایک دیہات میں پہنچتے ہیں جہاں کے ملاقاتیوں نے علامہ کو بہت متاثر کیا، علامہ بیان کرتے ہیں:

'ترکی کے شہریوں سے دیہاتیوں کی ملنساری میں بہت فرق ہے۔ جو بھی دیہاتی ملے گا، اہلاً وسہلاً مرحبا کے ساتھ سلام میں پیش قدمی کرے گا۔ خندہ پیشانی کے ساتھ خیریت دریافت کرے گا اور اگر اسے معلوم ہو جائے کہ مخاطب سنی حنفی ہے تو عجز وانکساری میں اپنی پلکیں بچھادے گا۔ دیہاتوں کے بچے کو آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنے کام کو چھوڑ کر سلام کرنے کے لیے دوڑیں گے اور اگر مہمان داڑھی ٹوپی والا ہے تو اس کے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھنا باعث برکت وثواب سمجھیں گے، اور اکثر بچے ہاتھ بھی چوم لیتے ہیں'۔

اتراک کی بڑی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ خوش عقیدگی کے ساتھ آثار قدیمہ اور زیاراتِ مقدسہ کے امین بھی ہیں اور محافظ بھی۔ ان کی اس خوبی کا ذکر علامہ نے ایک مقام پر بڑی فراخ دلی سے یوں کیا ہے:

'ترکی مسلمانوں کی قدامت پسندی کو داد وتحسین دینے کو جی چاہتا ہے جس کی قدامت نے قدیم ترین عمارتوں اور تاریخی مقامات کو من وعن آئندہ نسلوں کے لیے باقی اور محفوظ رکھا جن سے آج بھی زائرین وناظرین نصائح وعبرت حاصل کرتے ہیں۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ'۔

اسی مفہوم کو ایک دوسرے مقام پر یوں ادا کیا ہے:

'یہاں انبیا ومرسلین اور اولیائے کاملین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے موالد مقدسہ اور آستانہ مبارکہ۔ بحمدہ تعالیٰ۔ محفوظ ومامون ہیں۔ آثار شریفہ اور تاریخی مقامات کی بھی عزت وحفاظت ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ۔

ترکی کے اہم شہر؛ مثلاً انقرہ، قونیہ، طارسس، عرفہ اور حران کے عجائبات ومقدسات کی زیارت کرتے ہوئے علامہ اب مدینۃ الاولیاء عراق کی طرف رواں دواں ہیں۔ اس طرح ترکی کا سفر ختم ہوا اور شہر عقیدت 'بغداد' کی مقناطیسیت قدموں کی رفتار کو بڑھا رہی ہے۔

عراق اہل اللہ کی سرزمین ہے۔ صدیاں اس کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے متمتع ہوتی رہی ہیں۔ اربابِ عشق وادب نے ہر دور میں اپنا آہوئے شوق اس سمت ہنکایا ہے، اور مقصود آشنا ہوئے ہیں۔ کتنے لوگ ہیں جو اہل اللہ کے مزارات ومقابر سے بے پرواہانہ گزر جاتے ہیں اور انھیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آج یہ جو گنبد بلند نظر آرہا ہے اس کے سائے میں آرام گزیں کون ہے؟۔

کاش! انھیں کوئی بتادیتا کہ اپنی صفات اور اپنے کردار کی خوشبو مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے، جن مزاروں پر خوشبو اور چراغ ہو، ان صاحبانِ مزار کی زندگی نیکی اور خیر کی زندگی ہوگی۔ جن لوگوں کے مزار پر گنبد نظر آتے ہیں، وہ لوگ زندگی میں ہی غبارِ راہِ حجاز ہو چکے ہوتے ہیں، ان کی آنکھوں میں خاک مدینہ ونجف کا سرمہ لگ چکا ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ جس انسان کے دل میں روشنی نہ ہو وہ چراغوں کے میلے سے کیا حاصل کرے گا۔

خیر! چھوٹے بڑے بہت سے شہروں کی سرحدیں عبور کرتے ہوئے علامہ ماردین پہنچتے ہیں، جمعہ کا دن ہے اور وہاں کے لوگوں کی خوش عقیدگی کا عالم یہ ہے کہ بارہ بجے ہی سے قصیدۂ بردہ کے اشعار مائک پر پڑھنے شروع کر دیے تاکہ لوگ جلد از جلد خانۂ خدا کا قصد کریں۔ عراق کے مختلف شہروں سے گزرتے ہوئے اور سادات موصل و اولیائے سامرہ سے سلام ونیاز حاصل کرتے ہوئے علامہ کا قافلہ بغداد

معلیٰ پہنچتا ہے۔ یہ بغداد کیا ہے؟ خود علامہ کے الفاظ میں سنیے:

’شہر بغداد بہت قدیم اور تاریخی ہے جس نے امتدادِ زمانہ کی یادوں کو اپنے دامن میں سمیٹ رکھا ہے۔ اس نے نوشیرواں کو بھی دیکھا اور چنگیز وہلاکو کو بھی؛ لیکن نوشیرواں کی یادیں بغداد کے قریب ونواح میں اب تک موجود ہیں جب کہ چنگیز اور ہلاکو کے ظلم وبربریت کا کوئی نشان باقی نہیں ہے۔‘

پھر آگے اس کی علمی وروحانیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے اور جن کے قدم سے اس کا بھرم قائم ہے اس کا انکشاف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

’ملک عراق میں قدامت واکثریت آبادی وشہریت کے اعتبار سے بغداد شریف ’اول‘ ہے۔ بزرگوں نے اس مبارک شہر کا نام ’مدینۃ الاولیاء‘ رکھا ہے۔ کبھی یہاں دنیا کی سب سے عظیم دینی یونیورسٹی تھی۔ امام الائمہ کی وہ درس گاہ تھی جہاں سیدنا عبد اللہ بن مبارک و سیدنا سفیان ثوری جیسے شناورانِ معرفت، اور امام ابو یوسف وامام محمد وامام زفر جیسے غواصانِ شریعت زانوے ادب وتلمذ تہہ فرماتے تھے۔ یہیں سے شیخ الاقطاب امام احمد رفاعی اور شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کا چشمہ فیضان جاری ہوا۔ امام غزالی جیسے معقولی ومنقولی متبحر عالم نے علوم وفنون اور شریعت ومعرفت کے دریا بہادیے، نیز یہ نیر توالی مقدس سرزمین حضور پرنور غوث الاغواث، قطب الاقطاب، فرد الافراد، شہنشاہِ بغداد، قطب ربانی، غوثِ صمدانی، سیدنا وملجانا وماوانا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا مرکز علم ودانش محیطِ عرفان وآگہی، مخزنِ فیوض وبرکات اور معدنِ لطف وعنایات رہا ہے۔‘

مذکورہ تمام بزرگوں کی مزاراتِ مقدسہ سے پورے طور پر فیض یاب ہوتے ہوئے علامہ سید السالکین ابوالحسین نوری، امام ابوبکر شبلی، سیدنا موسیٰ کاظم، سیدنا امام محمد تقی، امام ابو یوسف، سید بہلول دانا، سیدنا یوشع بن نون، شیخ جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، شیخ معروف کرخی، سیدہ زبیدہ خاتون، امام احمد غزالی، شیخ ابراہیم الخواص، (اطراف بغداد میں) سیدنا سلمان فارسی، سیدنا حذیفہ یمانی، سیدنا عبد اللہ بن جابر، امام طاہر بن امام باقر بن امام زین العابدین، امام احمد بن حنبل، شیخ نجیب الدین سہروردی، شیخ ذوالنون مصری، شیخ حبیب عجمی، شیخ منصور سرد، امام ابن جوزی، امام مسلم بن عقیل، امام مسلم، ہانی بن عروہ (نجف اشرف میں) سیدنا مولیٰ علی، (کربلا میں) امام حسین، اور امام عباس علمبردار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابر مقدسہ پر شرفِ حضوری حاصل کیا، اور ان میں سے بیشتر کے احوال وکوائف پر بھی کتاب میں روشنی ڈالی ہے۔

اس طرح عراق کا بارڈر بھی پیچھے چھوٹ گیا؛ کیوں کہ آگے شہر محبت' رسولِ رحمت آقاے نعمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیارِ بابرکت دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔ دیوانگانِ عشق کا قافلہ مدینہ پہنچتا ہے، سب سے پہلی حسرت مینار ہاے مسجد نبوی کو دیکھنے کی ہوتی ہے کہ وہ دور سے نظر آنے لگتا ہے، علامہ لکھتے ہیں:

’بس سے اُترنے کے بعد متجسس نگاہوں نے مسجد نبوی کے فلک بوس میناروں کو تلاش کرنا شروع ہی کیا تھا کہ قافلہ سے درود وسلام کی صدا بلند ہوئی، دیکھا تو مینارے کے سائے ہی میں قافلہ کھڑا ہے۔ رعب حسن وجمال اور بارشِ انوار ورحمت سے نظریں جھپک جھپک جاتی تھیں۔ پھر گوشہ چشم نے جرأت کی تو سامنے گنبد خضرا کو جلوہ فگن پاکر گردنیں فرطِ ادب سے جھک گئیں۔ قلب بریاں نے چشم گریاں کے ساتھ دیر تک ہچکیوں کے ماحول میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور بارگاہِ عرش پائیگاہ میں باریابی کی اجازت طلب کی‘۔

پھر مکین گنبد خضرا علیہ التحیۃ والثنا کے روبرو پہنچ کر علامہ کی کیفیت کچھ ایسی دگرگوں ہوئی کہ ان کی تحریروں سے اسے بآسانی محسوس کیا جاسکتا ہے:

’بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہتے ہوئے خزینہ قدرت کی طرف ڈرتے کانپتے روتے سسکتے آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ اے کاش! حقیقتاً آنکھوں سے چلنا نصیب ہوتا۔ ویسے آبگینۂ دل کے نادیدہ ٹکڑے قدموں کے اردگرد منتشر ہوچکے تھے جو کسی آئینہ ساز کی صنعت شیشہ گری میں چمکنے دمکنے کے لیے، بے قرار تھے۔ قربان اس اداے بندہ پروری پر جس نے ہر ایک ریزہ کو خاک آلود ہونے سے بچالیا۔ آستانہ قدس میں مخصوص مخلوق کا اس قدر ازدحام کہ سانس لینا مشکل، قدم بڑھانا ناممکن۔ پھر رکوع وسجود والے شکرانے کا خیال ہی عبث تھا۔ ہاں! دل سراپا مشکور بنا ہوا سجدوں پر سجدے کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ بالآخر پائنتی شریف میں پہنچنا نصیب ہوگیا‘۔

پھر علامہ نے مسجد نبوی کی وہ تفصیلات بیان کی ہیں، جو جج و

زیارت کی کتابوں میں عموماً موجود ہوتی ہیں۔ اور پھر یہیں پر آ کر اپنا سفرنامہ اس دعا و التجا کے ساتھ ختم کر دیا ہے کہ خدایا! جس طرح میرے سفرنامے کی آخری منزل میرے آقا و مولیٰ سید کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیار پرانوار اور روضہ گہربار ہے، یوں ہی میری زندگی کے سفر کا خاتمہ بھی اسی طرح فرمایا۔

یہ تو سفرنامے کی ایک اجمالی تصویر تھی؛ لیکن اب 'مشتے از خروارے' چند دل چسپ، علمی، حیرت انگیز، معلوماتی اور تعلیماتی نکات سے اپنی تحریر کو مزین کرتا ہوں، تا کہ سفرنامے کی اہمیت و افادیت پورے طور پر ابھر کر سامنے آ جائے۔ اس اعتراف کے ساتھ کہ میں نہ تو علامہ عبد الواجد قادری ہوں، نہ میری تحریر میں ان کی تحریر کی سی مقناطیسیت ہے اور نہ ہی ہفت ذائقہ' خوانوں سے ایک ایک لقمہ اور چاول چکھنے سے سیری ہو سکتی ہے؛ لہٰذا اصل لطف تو 'کائنات آرزو' پڑھ کر ہی آئے گا یہ تو محض آتش شوق کو بھڑکانے اور علمی و مطالعاتی ذوق کو چمکانے کے لیے ہے۔

تحقیق و تفحص: مولانا نے اپنے اس سفرنامے میں متعدد مقامات پر تحقیق انیق کے جوہر دکھائے ہیں، اور کثرت مطالعہ سے متعدد آرا اپنے قاری کے سامنے کھول کر رکھ دی ہے۔ ایک مقام پر ترکی کے اندر لفظ 'مولانا' کی بحث چھیڑتے ہوئے ایک عجیب راز کا انکشاف کرتے ہیں:

'ترکی کے پورے طول و عرض میں 'مولانا' سے مراد صرف مولانا روم علیہ الرحمہ ہی کی ذات گرامی ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم و فقیہ ہو یا امام و خطیب ہو مولانا روم کے احترام میں اسے مولانا نہیں کہا جاتا، بلکہ حضرت، حضور اور خواجہ وغیرہ کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے'۔

علامہ کی یہ بات میں اس لیے آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیتا ہوں کہ میں نے دور حاضر کی ترکی کی بہت بڑی علمی و روحانی ہستی شیخ عثمان نوری توپباش کی کسی کتاب میں یہ عجیب بات پڑھی تھی کہ جس طرح ترکی میں مولانا کے احترام میں کسی کو 'مولانا' کہہ کے نہیں پکارا جاتا۔ اسی طرح ان کی مثنوی بھی اپنی ایک جداگانہ شان رکھتی ہے، کہ ترکی کے اندر تین کتابیں ایسی ہیں جنھیں 'شریف' کے لاحقے کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے، اور وہ یہ ہیں: قرآن شریف، شفا شریف، اور مثنوی شریف

طارسس سے کوئی چار سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک شہر بنام عرفہ واقع ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے ولادت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ علامہ کی تحقیق کی مطابق آج بھی مولد براہیمی سے ٹھنڈہ و شیریں پانی کا ایک چشمہ اُبل رہا ہے جس کو کنویں کی منڈیر کی شکل دے کر دو حصوں میں مرد و عورت کو علاحدہ علاحدہ سیراب ہونے کے لیے بانٹ دیا گیا ہے...... یہی نہیں بلکہ آپ کا جسم مقدس پہاڑ و مینار کی بلندی سے آگ کی جس پستی والے حصے میں آیا وہاں سے بھی آج تک ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا آبشار جاری ہے۔ پھر یہاں اگلا اسٹیشن حران تھا جہاں چاہِ کنعان واقع ہے اور صدیاں گزر جانے کے بعد بھی وہ آج تک باقی ہے۔ علامہ نے اس موقع پر قدرتِ خداوندی کا نظارہ کرتے ہوئے لکھا ہے: 'قدرت کی حفاظت دیکھیے کہ اس نے ان شعائر کو کس طرح محفوظ رکھوایا ہے۔ مولد ابراہیمی ہو یا قریۂ حران، اصحاب کہف کا غار ہو یا چاہِ کنعان، سب موجود ہیں صرف دیدۂ عبرت کی کمی ہے۔ یہ تاریخی کنواں جو ایک نبی کی نسبت پا کر نسلوں کے لیے عبرت کا نشان بن گیا، نہایت تنگ و تاریک اور نہ معلوم کس قدر عمیق ہے، منڈیر سے اندر جھانکیے تو خوف معلوم ہوتا ہے'۔

حران کے مقام پر غنج غاز کا ایک قبرستان ہے جہاں ہر قبر پر کتبے لگے ہوئے ہیں۔ جب علامہ یہاں پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک کتبہ پر حضرت سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے، جو ایک سفید گنبد کے اندر ہے۔ لیکن انھوں نے جب اپنے اشہب تحقیق کو ایڑ لگائی تو معلوم ہوا کہ یہ یکے از عشرۂ مبشرہ عبد الرحمن بن عوف کا مزار نہیں ہو سکتا، بلکہ کسی اور کا مزار ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

'تاریخوں کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ یہ قبر شریف حضرت عبد الرحمن بن عوف کی نہیں ہے؛ کیوں کہ آپ کی وفات ۲۳ھ میں مدینہ طیبہ کے اندر ہوئی اور آپ جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔ یہ صاحب مزار' تابعین میں سے ہیں جن کا نام عبد الرحمن بن حیان انصاری ہے، یہ علم کیمیا کے عظیم ماہر اور عالم دین تھے'۔

بغداد شریف کے اندر اگر کبھی کوئی راہ بھول جائے اور درگاہ غوثیت مآب میں نہ پہنچ سکے تو اس کا آسان طریقہ بیان کرتے ہوئے علامہ رقم طراز ہیں:

'اگر شہر میں کسی جگہ بھی راستہ مشتبہ ہو جائے تو 'باب الشیخ' دریافت کر لیجیے، ہر گلی کوچے میں دیوانگانِ غوث مل جاتے ہیں جو

بارگاہِ غوثیت مآب تک رہنمائی کردیتے ہیں۔ بغداد مقدس میں آپ کا مزار پرانوار باب الشیخ ہی سے موسوم و مشہور ہے۔'

مدینہ منورہ کے اندر مسجد القبلتین بہت ہی معروف و مشہور ہے کہ وہاں پر تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا؛ لیکن اس طرف کم لوگوں کی توجہ گئی کہ مسجد نبوی کے اندر اس سمت کی محراب کس طرف تھی، چونکہ موجودہ محراب تو تحویل قبلہ کے بعد کی ہے، اس خاص نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ رقم طراز ہیں :

'مئذنہ کے بعد شمال کی طرف شرقاً وغرباً مسجد شریف کا تیسرا حصہ ہے جس کے ستون روضۃ الجنۃ کے ستونوں سے مختلف ہیں، ان کا رنگ کھتئی اور سنہری ہے۔ اسی حصے میں تحویل قبلہ سے قبل کی محراب تھی جس کی جگہ کو شریف کے زمانے میں لکیروں کے ذریعہ متمیز کردیا گیا تھا جو اب تک ہے؛ لیکن دبیز قالینوں کے بچھے رہنے کی وجہ سے اس کا دیکھنا ممکن نہیں اور تلاش کرنا بھی مشکل ہے۔'

حیران کن معلومات:

ٹوپ کاپی پیلس کے عجائبات وتبرکات کو بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر آکر مولف نے بڑی حیرت انگیز اور جدید معلومات فراہم کی ہے۔ لکھتے ہیں:

'تخت والی الماری کے سامنے ایک دوسری الماری میں حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام سے منسوب داہنا ہاتھ (کہنیوں سے انگلیوں تک) سونے کے خول میں رکھا ہے جس کے سامنے اسی الماری میں سر مبارک کے دو ٹکڑے بھی ہیں: ایک جواہرات سے ملفوف ہے اور ایک یوں ہی ہے۔ الماری میں ایک کارڈ بھی رکھا ہے، جس میں اس ہاتھ کے حصول کے ذرائع اور تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ہاتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام ہی کا ہے۔ شہادت کے بعد شاہِ وقت نے اسے دفن ہونے سے روک لیا اور اپنے پاس رکھا، پھر دمشق سے یہ ہاتھ یروشلم لایا گیا جو وہاں کے بادشاہوں میں منتقل ہوتا رہا۔ والی ترکی سلطان احمد اول نے اسے یروشلم ہی سے حاصل کیا اور جب سے یہ ترکی کی حفاظت میں ہے۔ واللہ اعلم'۔

پھر اس کے نیچے علامہ نے کچھ مفید نوٹ لگائے ہیں جس سے اس حیرانگی میں مزید اضافہ ہوتا ہے:

'پہلے سفر میں ان تینوں چیزوں کو اسی حال میں میں نے توشہ خانہ خاص۔ جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات ہیں۔ دیکھا تھا؛ لیکن اس سفر میں جب اسے چوتھے کمرے میں دیکھا تو تعجب ہوا۔ ہمارے ساتھیوں نے ہاتھ اور سر کے ٹکڑے کا کوئی فوٹو بھی بنایا بلکہ بعض عورتوں نے مردوں سے چھپ چھپا کر فوٹو لیا؛ لیکن کسی کے نیگیٹیو سے ایک فوٹو بھی نہیں بن سکا، جب کہ دوسرے تمام فوٹو اسی ریل سے صاف ستھرے بنے۔ خدا ہی اس راز کو بہتر جانے'۔

طارسس کے تاریخی وروحانی شہر میں ایک مسجد سے متصل ایک وسیع حجرے کچھ تاریخی حقیقتیں بند ہیں جن کو واشگاف کرتے ہوئے علامہ گہرفشاں ہیں:

'ایک وسیع حجرہ میں داخل ہوتے ہی میں نے داہنی جانب ایک قبر کو دیکھا جو غربت ومسکنت کی داستان بنی ہوئی ہے، اگرچہ اس پر سرخ چادریں چڑھی تھیں لیکن نہایت خستہ و بوسیدہ۔ یہ قبر امیر المومنین ہارون رشید کے بیٹے مامون رشید کی ہے، جس کے متعلق عجیب وغریب کہانیاں مشہور ہیں۔ اسی وسیع حجرہ میں حضرت لقمان حکیم کی قبر مبارک بھی ہے جو ڈھائی تین میٹر بلند قفس کے اندر محفوظ ہے اور محراب کی دوسری جانب حضرت شیث علیہ السلام کی قبر ہے۔ یہ قبر بھی ایک چوبی قفس کے اندر ہے جس پر سرخ مخملی غلاف چڑھا ہوا تھا'۔

پھر طارسس کے اندر ہی علامہ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کھدے ہوئے ایک کنواں کا ذکر کیا ہے، جس کا پانی ہلکا اور میٹھا ہے، اور جہاں ہر وقت زائرین وشاربین کا تانتا لگا رہتا ہے۔ یہیں پر شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی کے بلافصل پوتے حضرت سید شاہ عبدالمجید علیہ الرحمہ کا مدفن بھی ہے۔ یہیں حضرت دانیال علیہ السلام بھی آرام فرما ہیں۔ شہر سے پرے اصحاب کہف کا مدفن اور ان کا غار ہے۔ اگلا پڑاؤ مقام عُرفہ میں ہوتا ہے جسے حضرت ابراہیم کا مولد ہے، حضرت ایوب نے بیماری کے ایام یہاں گزارے، یہیں پر وہ چشمہ شفا بھی ہے جس سے آپ کی بیماری دور ہوئی۔ اور اسی جگہ پر شیخ عبدالقادر جیلانی نے چلہ فرمایا۔

عرفہ کے اندر ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرودی آتش سوزاں میں منجنیق کے ذریعہ پھینکا گیا تھا؛ لیکن کرشمہ خداوندی سے وہ گلزارِ براہیمی میں تبدیل ہوگئی۔ علامہ نے ان پہاڑوں کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد جو تاثر دیا ہے وہ دیدنی ہے :

'آج تک وہ پہاڑ، دیواریں اور مینار بھی کچھ بطور عبرت ویادگار باقی ہیں اور اس کی آغوش میں پھلواریاں بھی موجود ہیں جو نمرودی ظلمتوں پر اب تک ہنس رہی ہیں'۔

اسی عرفہ کے مقام پر وہ چشمہ شفا بھی ہے جس نے حضرت ایوب کی بیماری کو دور کیا تھا۔ اللہ کی شان کہ وہ آب چشمہ صدیاں گزر جانے کے بعد آج تک شفایابی کا فریضہ انجام دیتا آرہا ہے۔ اس کی تصدیق علامہ کے اس واقعے سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں :

'حاجی اسماعیل کا بیٹا (علامہ کے شریک سفر) ریحان ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ علاج ومعالجہ کے علاوہ دعا وتعویذ میں بھی انھوں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ ہالینڈ سے پاک وہند تک جتنے عاملوں کا سراغ انھیں مل سکا سب کا علاج چلایا لیکن وہ اچھا نہیں ہوا۔ لیکن اس ماے شفاے غسل کے بعد یک بیک وہ ایسا پرسکون ہوگیا گویا کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ پورے سفر اور ایام حج میں نہایت خیر وخوبی اور اچھائی سے رہا۔ اور گھر آنے کے بعد بھی بحمدہٖ تعالیٰ صحت مند وتوانا رہا'۔

بیان ووضاحت:

آغاز کتاب میں علامہ جب ہالینڈ سے نکلتے ہیں اور پیرس کے عجوبہ روزگار 'ایفل ٹاور' کو دیکھتے ہیں تو اس کے ارد گرد کا نقشہ کھینچتے نظر آتے ہیں:

'رات ڈھل چکی تھی؛ لیکن ایفل ٹاور کا ماحول پیرس کی سہ پہری خوشبو سے اب تک مہک رہا تھا۔ پیرس کی سنگی نہروں میں خوبصورت اور مزین بآلات جدیدہ کشتیاں تتلیوں کی طرح اڑ رہی تھیں جن کو کسی نہ کسی راستے سے ایفل ٹاور کی قامت (۳۲۰ میٹر بلند) اور زیبائش اپنی دید کے لیے بلا لیتی تھی'۔

یوں ہی ترکی کے دار الحکومت 'انقرہ' کی توصیف میں گہرپاش ہیں:

'یہ بہت ہی پرشکوہ اور وسیع وعریض شہر ہے، جو مختلف پہاڑوں کے دامن اور سطح زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ رات کے وقت شہر کی پہاڑی آبادی دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔ بجلی کی بہتات اور قمقموں کی کثرت کی وجہ سے سطح زمین سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمانی ستاروں سے ہم آغوش وہمدوش ہے...... قلعہ انقرہ تیز روشنیوں سے ایسا سجایا گیا ہے کہ پندرہ کلومیٹر دور ہی سے نظر آتا ہے۔ اور جب اس قلعہ پر چڑھ جائیے تو پورے انقرہ کی آبادی ایک جھیل معلوم ہوتی ہے'۔

آج ہم جتنی فوقیت واہمیت مغربی تہذیب اور انگریزی زبان کو دیتے ہیں شاید کسی اور چیز کو نہیں؛ کیوں کہ ہمارے ذہن وفکر میں یہ بات رچا بسا دی گئی ہے کہ کاروبار حیات میں انگریزی جانے بغیر سوداگری نہیں ہوسکتی، اور انگریزی جانے بغیر ہم مہذب نہیں کہے جاسکتے؛ شاید اسی لیے برصغیر ہندو پاک میں اس زبان کو اکلوتی حیثیت حاصل ہے، اور اردو زبان خود اپنے ہی گھر میں زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے۔ مولانا نے مندرجہ ذیل حقیقت آشکار کرکے ہمیں اپنی سوچ پر نظر ثانی کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں شعور کی آنکھیں کھولنے کی دعوت بھی دی ہے۔ سنیے انگریزی کی بے چارگی اور کسم پرسی کا حال خود اس کے دیار میں:

'ہالینڈ سے یوگوسلاویہ تک ایک خاص بات یہ دیکھنے میں آئی کہ ہر ملک کا رسم الخط رومن ہی ہے؛ لیکن زبانیں اپنی اپنی اور مختلف ہیں۔ ایک زبان والا دوسری زبان کے اسپیلنگ (ہجے) کو صحیح طور پر ادا نہیں کرپاتا ہے۔ کہیں بھی ان ملکوں کے اندر انگریزی زبان کو اولیت حاصل نہیں ہے، اور نہ ہی تحریروں میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے، جس سے یورپ ہی کے اندر انگلش کی بے چارگی و بے پناہی اظہر من الشمس ہے۔ ان ملکوں میں انگریزی بولنے والوں کو ہر دفتر، ہر کارخانہ، ہر محاذ پر دوسرے نمبر پر رکھا جاتا ہے، اور مقامی زبان بولنے والوں کو اولیت دی جاتی ہے۔ میں نے یہاں تک محسوس کیا کہ اشارے کنائے کی زبان استعمال کرنے والوں کو بھی انگریزی بولنے والوں پر فوقیت دی جاتی ہے'۔

اور یہ معاملہ صرف ہالینڈ سے یوگوسلاویہ تک ہی محدود نہیں، بلکہ چین اور جاپان جن کی ایجادات وتخلیقات آسمان سے باتیں کررہی ہیں، اور جن کی اقتصادی صورتحال اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہے وہ بھی انگریزی زبان کو کسی کھاتے میں نہیں لاتے اور اس کے بغیر ہی سارا کاروبار حیات چلا رہے ہیں۔ یہ یقینا ہمارے لیے ایک سوالیہ نشان ہے جو سنجیدگی کے ساتھ اس معاملے پر غور وخوض کا تقاضا کرتا ہے۔ آگے مولانا نے اس کا رونا خود رویا ہے:

'اس ماحول سے گزرتے ہوئے برصغیر کی اس ذہنیت پر لاحول پڑھنے کو جی چاہتا ہے کہ نصف صدی سے زائد گزر جانے کے بعد بھی غلامی کی بدبو وہاں کی زبانوں سے آرہی ہے بلکہ ہر محاذ پر اس کی

پذیرائی ہوتی ہے۔ ملکی یا علاقائی زبان بولنے والوں کو ہمیشہ دوسرے تیسرے درجے پر رکھا جاتا ہے اور ایس، ٹو کرنے والوں کو اولیت دی جاتی ہے۔ بدقسمتی سے یہی حال تحریروں کا بھی ہے کہ آفس اور کارخانے وغیرہ میں انگریزی تحریر کو مقامی تحریروں پر فوقیت دی جاتی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ دورِ غلامی کی یہ لعنت برصغیر پر کب تک چھائی رہے گی اور اذہان وافکار کب تک اس کا شکار رہیں گے۔'

بے شک زبان کوئی بھی ہو اس کا سیکھنا یا سکھانا معیوب نہیں ہوتا؛ مگر ہم نے انگریزی کو اپنے اوپر ایسا سوار کر لیا ہے کہ اُردو کا پانی ہم سے بالکل اُتر ہی گیا۔ گھر، دفتر، اسکول ادارے ہر طرف انگریزی کا راگ ہی الاپا جا رہا ہے، اور اردو کو بالکل درخوراعتنا نہیں سمجھا جا رہا۔ تو دراصل اردو کے ساتھ یہ سوتیلا پن قابل نکیر ہے۔ اس کی وضاحت مولانا نے متذکرہ بالا پیراگراف کے اخیر میں یوں کی ہے :

'میں ہرگز کسی زبان کا مخالف نہیں ہوں بلکہ بقدر ضرورت سیکھنے سمجھنے بولنے پر زور دیتا ہوں لیکن اپنی زبان اپنی زبان ہے، جس کی اولیت اور اہمیت وافادیت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ یورپین حضرات بھی اسی فارمولے پر گامزن بلکہ رواں دواں ہیں'۔

مولانا نے اپنی زبان سے بے اعتنائی اور دوسری زبان اپنانے کا صرف شکوہ ہی نہیں کیا ہے، بلکہ انگریزی بولنے - جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے بغیر کاروبار یا ملازمت وغیرہ حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ انھیں اپنے گہرے تجربے کی روشنی میں ایک بڑا ہی مفید اور کارآمد مشورہ بھی دیا ہے۔ فرینک فرٹ کے اطراف واکناف میں موجود قصبات کاشت کاری وغیرہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے، تو اس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

'ان علاقوں میں کسان لوگ تعلیم یافتہ، محنتی اور نہایت چست وچالاک ہیں۔ غالباً یہ علم ہی کی دین ہے کہ قدرت کی عنایات کو زمین کے سینے چاک کر کے نکالنے میں شب وروز مشغول ہیں اور اس طرح ملک کی معیشت کو بہتر سے بہتر بنانے میں کوشاں ہیں۔ کاش! ہندوستان کے پڑھے لکھے اور اسکول وکالج سے ڈگریاں حاصل کیے ہوئے حضرات ملازمت کی غلامی سے صرف نظر کر کے کبھی قدرت کے زیر زمین مخفی خزانوں کی طرف دیکھتے اور ان خزانوں سے ملک کے ساتھ ساتھ اپنے کو بھی مالامال کرتے'۔

ٹوپ کاپی پیلس کی زیارت کے دوران مولف نے دریاے مرمرا کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بڑا ہی اچھوتا اور دل چھوتا ہے :

'کمرے سے باہر نکلیے تو ایک کھلی ہوئی بارہ دری ہے جہاں سے دریاے مرمرا کا حسین نظارہ ہوتا ہے اور سیاحین کو قدرے آرام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ دریاے مرمرا کا پانی نیلا اور فرحت بخش ہے۔ دریا کے دونوں کناروں پر سیاحین کے لیے میلوں میل میں پھلواریاں لگائی گئی ہیں۔ لوگ تیراکی سے لطف اندوز ہوتے اور پارکوں میں آرام کرتے ہیں۔ دریا کی موجیں اس قلعہ (ٹوپ کاپی) سے ٹکراتی رہتی ہیں'۔

ٹوپ کاپی کے تاریخی شہ پاروں کو دیکھنے کے بعد پھر اور کیا چیز آنکھوں میں جچ گی؛ چنانچہ آدھی میوزیم دیکھنے کے بعد علامہ آنکھ بند کیے باہر نکل آئے۔ جب مسجد خوجہ پہنچے تو اس کی دلکش طرزِ تعمیر علامہ کی توجہ اپنی طرف منعطف کرا دی، اس کی بہت سے اوصاف بیان کرنے کے بعد علامہ رقم طراز ہیں :

'القرہ کا قبہ مشرقین کے درمیان ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی تو محسوس ہوتا ہے کہ جنت کی بہاروں میں آ گئے۔ سردی اور گرمی کے لیے گرم اور سرد ہواؤں کا انتظام ہے۔ چھتوں اور ستونوں میں معماری کی ایسی ایسی فنکاریاں دکھلائی گئی ہیں کہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتے ہی رہ جایئے۔ بڑے گنبد کے درمیان میں ایک بہت ہی خوبصورت فانوس آویزاں ہے...... اس مثالی عمارت کے معماروں نے فن کاری گری کی انتہا محراب کے نقش ونگار پر کر دی ہے'۔

مجموعی طور پر یہ سفرنامہ سعادت بڑا دلچسپ ہے، ہاں اگر پروف ریڈنگ میں ژرف نگاہی سے کام لیا گیا ہوتا، جابجا ذیلی سرخیاں لگا دی گئی ہوتیں اور تفصیلی فہرست مرتب کر دی گئی ہوتی تو اسے دلچسپ تر ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ خدا کرے یہ 'سفرنامہ' پذیرائی ومقبولیت کا سفر طے کرے، لوگ اس سے بھرپور استفادہ کریں اور ان کا آہوے شوق انھیں کھینچ کر ان مقامات ومناظر تک لے بھی جائے۔ اللہ ہر حال میں ہمارا حامی وناصر ہو۔

○○○

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ
afrozqadri@gmail.com

یادِ رفتگاں

تاج الشریعہ کارآمد مذہبی شخصیت

علی اشرف چاپدانوی٭

اللہ کے ولی اور مقرب بارگاہ سے خرق عادت (خلاف معمول، انہونی) فعل، کے معرض وجود میں آنے کو کہتے ہیں۔

مثلاً چلچلاتی دھوپ میں بے شان وگمان اگر موسلا دھار بارش ہونے لگے اور بظاہر کوئی وجہ نہ ہو تو اُسے خدا کی قدرت کہتے ہیں۔ اگر کسی نبی کے توسط سے ہو تو اُسے معجزہ کہتے ہیں۔ اگر کسی ولی کی وجہ سے ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ شیطانی توت کے حاملین اگر ایسا کر دکھائیں تو اسے جادو کہا جاتا ہے۔

کرامت کا صدور ولی کے لیے ضروری نہیں اور نہ ولی کو پرکھنے کے لیے معیار ہے۔ کیونکہ خرق عادت فعل کبھی بددین و گمراہ شخص سے بھی سرزد ہو سکتا ہے جسے عام آدمی کرامت تصور کر لیتا ہے حالانکہ وہ استدراج، جادو یا شعبدہ ہوتا ہے۔

استدراج و کرامات میں فرق: کچھ گنہگار فاسق و فاجر اور کافر بندوں کو اُن کے کفر، سرکشی، اور عصیان پر مزید مہلت و بڑھاوا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ ڈھیل دیدیتا ہے اور ان سے بھی کچھ باتیں خرق و عادت صادر ہو جاتی ہیں، جسے استدراج کہتے ہیں۔ اگر کسی فاسق فاجر اور کافر بندے سے استدراجاً خرق عادت کوئی بات ظاہر ہو جائے، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اللہ کا ولی اور نیک بندہ ہے۔

اب رہی یہ بات کہ کرامت و استدراج میں کیا فرق ہے؟

تو آیئے ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

''صاحب کرامت کو ظہور کرامت کے وقت خوشی میسر نہیں ہوتی بلکہ اسے اللہ کا خوف ہوتا ہے اور قہر خداوندی سے وہ زیادہ ڈرنے لگتا ہے، اسے خوف ہوتا ہے کہ جسے وہ کرامت سمجھ رہا ہے، کہیں استدراج نہ ہو لیکن صاحب استدراج کا معاملہ بالکل دوسرا ہوتا ہے، وہ اپنے استدراج کو دیکھ کر مسرت و خوشی محسوس کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اُسے یہ کرامت (استدراج) بطور استحقاق ملا ہے، اب وہ اپنی عظمت کو پا کر دوسروں کو حقیر سمجھنے لگ جاتا ہے، اس میں غرور پیدا ہوتا ہے، اللہ کریم کے عتاب وگرفت سے وہ خود کو مامون سمجھنے لگ جاتا ہے، سوئے عاقبت سے نڈر ہو جاتا ہے، اب اگر دیکھنے والا ایسے حالات ملاحظہ کرتا ہے، تو اُسے یقین کر لینا چاہیے کہ یہ صاحب کرامت نہیں بلکہ صاحب استدراج ہے۔'' (جامع کرامت اولیا، ص: ۱۱۵)

علما اور صوفیہ نے بیان فرمایا ہے کہ ولی کی اصل پہچان اتباع سنت ہے، کیونکہ اس کے لیے سب سے بڑی کرامت اتباع شریعت اور استقامت فی الدین ہے، اس کرامت کے بعد خرق عادت کا صدور بھی اس سے ہو، تب واقعی وہ کرامت ہے۔

''تاریخ الاولیاء'' میں ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک شخص مہمان بن کر حاضر ہوا، چودہ دنوں تک شب و روز آپ کی خدمت میں لگا رہا۔ پندرہویں دن اس نے اپنے وطن واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کیوں آئے تھے؟ اس نے ندامت میں غلطاں ہو کر جواب دیا بس یونہی فیوض و برکات حاصل کرنے کی غرض سے آیا تھا۔ آپ نے فرمایا سچ سچ کہو! جو بات دل میں ہے اُسے صاف صاف ظاہر کر دینے میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ڈرتے ڈرتے وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

''حضور میں نے آپ کی ولایت کی بہت شہرت سنی تھی خیال آیا کہ دیکھیں کیسے ولی ہیں، اگر کرامت دیکھیں گے تو ان کے دست حق پر مرید ہو جائیں گے۔ آپ کی خدمت میں اتنے دن شب و روز رہا مگر کسی موقع پر کوئی کرامت دیکھنے کو نہ ملی اس لیے اپنی نیت بیعت کو دل کے نہاں خانے میں چھپائے لیے جا رہا ہوں۔''

حضرت نے فرمایا کہ یہ بتاؤ اس مدت میں سنت رسول ﷺ سے ہٹ کر مجھے کوئی کام کرتے بھی دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں! حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ نے فرمایا میرے مہمان!

''سمندر کی سطح پر چلنا اگر کمال ہوتا تو مچھلیوں کو زیادہ کمال

ہونا چاہیے کہ وہ اس پر تیرتی رہتی ہیں۔ اگر ہوا میں اڑنا کمال ہوتا تو پرندہ کو بہت بڑا کمال والا ہونا چاہیے۔ سنو! انسان کا پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا کرامت نہیں۔ کرامت تو یہ ہے کہ آدمی اپنا حال احکام اسلام کے تابع بنالے، اور اپنی زندگی کو رسول اکرم ﷺ کے پیرو کار بنالے اصل کرامت یہی ہے۔ اگر یہ ہے تو سب کرامت، کرامت ہے ورنہ سب فریب وفضول ہے۔'' اتنا سننا تھا کہ وہ شخص آپ کے قدموں سے لپٹ گیا، ہمیشہ کے لیے آپ کی غلامی کا طوق گردن میں پہن لیا پھر مرید ہوکر آپ کے جاں نثاروں میں شامل ہوگیا۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ اصل کرامت استقامت وپیروی شریعت ہے اگر یہ ہے تو خرق عادت والی کرامت معتبر ہوگی، ورنہ نہیں۔

مقبول بارگاہ رسول حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی سبع سنابل شریف میں پیر بننے کے لیے شرائط منضبط کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''دسویں شرط یہ ہے کہ کشف وکرامت کا متوالا نہ ہو بلکہ استقامت کا شیدائی ہو اس لیے کہ خلاف عادت امور اور کشف تو بے دینوں سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ حق پر ثابت قدم رہنا کرامت سے بڑھ کر ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ صحابہ کرام سے کرامات کا صدور کم کیوں ہوا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ایمان قوی تھے انہیں اس کی احتیاط تھی کہ انہیں کرامات سے تقویت دی جاتی۔ بعد کے لوگوں میں کوتاہی آتی گئی اس لیے ضرورت ہوئی کہ اظہار کرامت سے انہیں تقویت دی جائے۔

''ہر ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے۔''

یعنی اولیاء اللہ کی کرامات، معجزہ انبیا کا تکملہ ہیں کیونکہ یہ خوارق انہیں حضرات کی اتباع سے حاصل ہوتے ہیں''۔

حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری مخدوم بہاری علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

''تمہیں معلوم ہو کہ اہلسنت وجماعت کے فقہائے امت اور اہل معرفت کا اجماع ہے کہ کرامت کا صدور، اولیاء اللہ سے جائز ہے اگر چہ وہ مدہوش ذات تک کیوں نہ پہنچ جائے۔'' (مکتوبات صدی، ص: ۱۰۴)

ہمارے سوالوں کا جواب مل گیا: مشہور نقیب شاعر جناب حلیم حاذق رضوی ہوڑہ رقم طراز ہیں کہ فیل خانہ میں سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے ایک مرید جناب انوار احمد حبیبی ہیں۔ انہوں نے ایک بار مجھ سے کہا کہ حضرت تاج الشریعہ سے بعض شر پسند لوگوں کی غلط بیانیوں کے سبب میرے دل میں بھی ایک بے چینی تھی، اور میری عقیدت کی شمع ٹمٹماتی جا رہی تھی۔

ایک شب میرا نصیبہ بیدار ہوا، اور خواب میں دیکھا کہ سرکار مجاہد ملت اور حضرت ازہری میاں مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ابھی صحن مسجد میں سوچ ہی رہا تھا کہ سرکار مجاہد ملت نے مجھے ڈانٹ کر فرمایا ''ان کی خدمت کرو، یہ میرے مخدوم زادے ہیں'' اس کے بعد حضرت ازہری میاں کی طرف میرا دل کھینچتا چلا گیا۔

فیل خانہ ہوڑہ کے سکنڈلین میدان میں دیوبندیوں کا ایک جلسہ کوئی چار پانچ سال قبل ہوا تھا۔ اس جلسے میں ایک دیوبندی مقرر نے اعلیٰ حضرت اور مجاہد ملت کی شان میں گستاخانہ تقریر کی۔ صبح ہوتے ہی میں نے اس کی تقریر کیسٹ کو بڑی مشکل سے حاصل کیا، اور علاقائی علما سے رابطہ کیا کہ یہ پہلا اتفاق ہے۔ اگر اس کی جم کر تردید نہ کی گئی تو آنے والا وقت ہمیں معاف نہیں کرے گا۔ بہت سے احباب نے کہا یہ فلاں مولوی کی تقریر کا رد عمل ہے اور چند بالکل خاموش۔ حسن اتفاق سے تیسرے یا چوتھے دن حضرت تاج الشریعہ کی آمد ایک مدرسے کے جشن دستار بندی میں ہوئی۔ حضرت ختم بخاری شریف کے وقت تشریف لائے۔ دیوبندی مقرر کے ناقابل اعتراض جملوں اور بہتان طرازیاں کو نوٹ کر کے ان کی خدمت میں پہنچا کہ تمام صورت حال سے مطلع کروں مگر میں اپنی کوششوں میں ناکام ہوگیا، کہ حضرت سے ملاقات نہ ہو پائی۔ ختم بخاری شریف میں حضرت ازہری میاں فارغین کو آخری حدیث شریف کا درس دے رہے تھے اور میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ یا اللہ! ان اعتراضات وبہتان کا جواب کون دے گا مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حضرت ازہری میاں دیوبندی خیالات ونظریات کا رد بلیغ اسی آخری حدیث شریف کی تفسیر وتعبیر میں فرمانے لگے اور میرے بھی سوالات خود بخود روشن جوابات پاتے چلے گئے۔

(تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۲۰۳)

تصورِ شیخ نے شیخ کی زیارت کرادی: مولانا منصور فریدی سہ ماہی فیض الرضا بلاسپور (چھتیس گڑھ) تحریر کرتے

ہیں کہ ۲۰۰۳ء میں عرس حضرت مفتی اعظم ہند کے موقع پر دہانو روڈ ممبئی میں ایک سرائے کی بنیاد رکھی جانی تھی، جس میں حضرت تاج الشریعہ اور مولانا شعیب رضا بریلوی صاحب مدعو تھے، بحیثیت سامع میں بھی موجود تھا، اچانک دل میں خیال آیا کہ کاش تاج الشریعہ کے ساتھ ایک دستر خوان پر بیٹھنے اک موقع مل جاتا تو قسمت سنور جاتی، اسی تصور میں غرق قیام گاہ کے دروازہ پر کھڑا تھا میری طرح سینکڑوں مشتاقان دید قلب وجگر فرش راہ کیے ہوئے تھے، اچانک دروازہ کھلا کہ ایک صاحب نے آواز لگائی منصور فریدی کون ہیں؟ اندر آیئے! مجھے اس وقت اپنی سماعت پر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ تمہیں ہو جسے آواز دی جارہی ہے، مگر دل کہہ رہا تھا کہ ہاں ہاں تمہیں ہو، پھر کیا تھا فرط مسرت سے میری آنکھیں بھیگ چکی تھیں، آنسو پوچھتے ہوئے میں اندر گیا، سلام ومصافحہ سے سرفراز ہوکر گھنٹوں حضرت کی خدمت میں لگا رہا، آج بھی تصور کرتا ہوں تو اس کیف زا کیفیت سے قلب و روح کو ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔ میری تمنا کیا پوری ہوئی میرے اعتقاد کی دنیا نے ایک ٹھوس اور مستحکم قلعے کو گویا تسخیر کر لیا تھا، جہاں سے آج بھی تصور شیخ میری رہنمائی کرتا نظر آتا ہے۔

(تجلیات تاج الشریعہ،ص:۳۱۴)

چہرہ تھا ہی اتنا نورانی کہ مرید ہو گیا:

☆مفتی محمد عابد حسین قادری پرنسپل مدرسہ فیض العلوم جمشید پور (جھارکھنڈ) لکھتے ہیں کہ ۲۸؍جون ۲۰۰۸ء مولانا حافظ امتیاز نعمانی خطیب وامام جامع مسجد بھالوباسہ جمشید پور نے راقم الحروف سے ایک مجلس میں فرمایا کہ میرے گھر کے لوگ مجھے مدرسہ میں پڑھانا نہیں چاہتے تھے اور مجھے پڑھنے کا بے حد شوق تھا لہٰذا میں بھاگ کر کلکتہ پہنچا۔ وہاں ایک دکان میں کام کرتا تھا اور وقت نکال کر ایک مدرسہ میں حفظ قرآن کا دور سناتا تھا۔ میری علمی دلچسپی کو دیکھ کر ایک وہابی حافظ نے کہا کہ جب ایسی بات ہے تو میں ایک مدرسہ میں داخلہ کرا کے تمہارے کھانے پینے کا باضابطہ انتظام کرا دیتا ہوں۔ اس نے حمایت الاسلام نامی مدرسے میں داخلہ کر دیا اور میں پڑھنے لگا مگر میں بدمذہبوں کی اہل سنت کے خلاف شرارتوں سے پریشان تھا۔ میں وہاں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ طبیعت بے چین تھی اتنے میں معلوم ہوا کہ کیننگ اسٹریٹ کلکتہ کی شام طیبہ کانفرنس میں حضرت ازہری میاں تشریف لارہے ہیں۔ میرے دل میں کافی اشتیاق پیدا ہوا پھر وہاں پہنچ گیا اور حضرت کا دیدار کیا۔ حضرت کا جب میں نے دیدار کیا تو چہرہ اتنا نورانی اور پرکشش تھا کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا پھر حضرت سے اسی وقت مرید ہو گیا پھر میں نے اس مدرسہ کو چھوڑ کر ایک سنی مدرسہ میں داخلہ لیا اور علم حاصل کرتا رہا۔ مرید ہونے کا ایک خاص فائدہ یہ ہوا کہ وہابیت کی صحبت اور اس کی زد سے میں بچ گیا، وہابیت و دیوبندیت سے مزید نفرت ہوگئی پھر جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں داخلہ لے لیا۔ وہاں چھ سال رہا اور فراغت کے بعد سے آج تک دین و سنیت ہی کے کام میں لگا ہوں وللہ الحمد

نعمانی صاحب موصوف نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ بدمذہبوں کی سرکشی سے بہت پریشان تھا اور حضرت سے دعا کرانی وتعویذ کی اجازت لینی تھی اس لیے حضرت کے پاس فون کیا اور عرض کیا کہ حضور! میں بہت پریشان ہوں دعا کر دیں اور تعویذات کی اجازت دیدیں تو حضرت نے فرمایا کہ میں اجازت دیتا ہوں کہ تم اس کام کو کرو اور **حسبنا اللہ ونعم الوکیل** کثرت سے پڑھا کرو۔

نعمانی صاحب موصوف نے اپنی خوش بختی پر ناز کرتے ہوئے اپنے جذبات کا انوکھے انداز میں اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کلکتہ میں کثیر ازدہام کی وجہ سے چادر پکڑ کر مرید ہوا تھا کہ کاش حضور کی جی بھر کر زیارت کر لیتا اور مصافحہ کا موقع مل جاتا۔ کافی دنوں تک یہ مراد بر نہ آئی۔ ۳؍فروری ۲۰۰۳ء کو جب حضرت باری نگر ٹیلکو تشریف لائے تو جلسہ کی صبح مدرسہ فیض العلوم میں بھی تشریف لائے۔ میں مدرسہ کے سامنے کھڑا تھا کہ اتنے میں حضرت کی گاڑی آگئی۔ اس کے بعد کیا تھا میں نے خوب حضرت سے مصافحہ کیا، ہاتھوں کو بوسہ دیا اور ہاتھ پکڑ کر حضرت علامہ علیہ الرحمہ کی سابق رہائش گاہ میں لے گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اپنے اِس مرید کی دلی کیفیات سے آگاہ ہو گئے اس لیے اس مرتبہ اپنا موقع عنایت فرمایا کہ اس وقت میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس وقت حضرت کا چہرہ اتنا وجیہ اور خوبصورت تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ (تجلیات تاج الشریعہ،ص:۲۹۵)

حضرت کی دعا وتعویذ میں خدا داد اثر تھا: مفتی عابد حسین رضوی صدر المدرسین مدرسہ فیض العلوم جمشید

پورر قم طراز ہیں کہ آج سے تقریباً ۱۸ رسال قبل جب حضرت تاج الشریعہ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور تشریف لائے، اس موقع پر مجھ کو حضرت کی خدمت کا موقع ملا تھا۔ غسل وغیرہ کرانے کی سعادت ملی تھی، قبل ازیں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں بھی زمانہ طالب علمی میں ان کے ہاتھ پاؤں دبانے کا شرف ملا تھا۔ اس خدمت کے صلہ میں حضرت نے اپنے دست اقدس سے اپنا شجرہ بھی عطا فرمایا تھا۔

اس موقع سے ایک صاحب حضرت کے پاس آئے اور عرض کیا کہ حضرت میری اہلیہ کو اسقاط حمل ہو جاتا ہے، حمل ٹھہرتا ہے لیکن چند دن یا چند ماہ کے بعد گر جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سات سوئی لے کر آؤ، میں سات سوئی لے کر حاضر ہوا۔ حضرت نے تعویذ بنا کر دیا۔ وہ تعویذ اتنا اثر انداز ہوا کہ اسقاط کا مرض زائل ہو گیا، اور وہ صاحب اولاد ہو گئے۔

۲۲ رجون ۲۰۰۸ء محب محترم قاری عبد الجلیل صاحب شعبۂ قرأت مدرسہ فیض العلوم جمشید پور نے فقیر سے فرمایا کہ پانچ سال قبل حضرت ازہری میاں قبلہ دار العلوم حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ کی دستار بندی کی ایک کانفرنس میں خطاب کے لیے مدعو تھے۔ ان دنوں وہاں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ سخت قحط سالی کے ایام گزر رہے تھے، لوگوں نے حضرت سے عرض کی کہ بارش کے لیے دعا فرمادیں۔ حضرت نے نمازِ استسقا پڑھی اور دعائیں کیں، ابھی دعا کر ہی رہے تھے کہ وہاں موسلا دھار بارش ہونے لگی اور سارے لوگ بھیگ گئے۔ (تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۲۹۲)

آج بھی قحط سالی ہوتی ہے، بارش نہیں ہوتی لیکن ہمیں نمازِ استسقاء یاد نہیں رہتی۔ ایسے موقع پر اپنے شیخ کی سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

فیضان تاج الشریعہ: مولانا غلام معین الدین امام جامع مسجد گوری پور، ضلع شمالی چوبیس پرگنہ (بنگال) تحریر کرتے ہیں کہ حضرت کا فیضان ہندستان کے دیگر صوبوں میں بھی دیکھا گیا۔ کرناٹک کی سرزمین پر حضرت سرا سے ہاسن کی طرف بذریعہ کار تشریف لے جا رہے تھے، کہ اچانک کار الٹ گئی، سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے مگر جب حضرت کو دیکھا تو الحمد للہ تاج الشریعہ سجدے کی حالت میں پڑے تھے اور کچھ بھی نہ ہوا۔ حضرت مفتی اعظم کے مرید خلیفہ حضرت مفتی عبد الحلیم صاحب قبلہ جنہوں نے تقریباً چالیس سال سے زائد انگس (ضلع ہگلی) کی سرزمین پر امامت کا فریضہ انجام دیا، حضرت ان سے بہت محبت فرماتے تھے، ایک جلسہ کے سلسلے میں حضرت تشریف لے گئے۔ تقریر کے موڈ میں نہیں تھے، مگر ایک نعت خواں نے اعلیٰ حضرت کے مشہور نعتیہ کلام لم یات نظیرک فی نظر میں ہندی الفاظ میں ”مورا تن من دھن سب پھونک دیا“ پڑھا۔ حضرت اسٹیج پر تشریف لے گئے، پھر ایک نعت خواں نے اعلیٰ حضرت کی لکھی ہوئی نعت پاک ”واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ“ پڑھ دیا، حضرت نے مائک لے کر اللہ اللہ پورے دو گھنٹے صرف انہیں دو اشعار کی تشریح پر علمی تقریر فرمائی۔

حاجی نگر والوں کا کہنا ہے کہ حضرت، زاہد صاحب کلکتہ کے یہاں سے حاجی نگر تشریف لا رہے تھے کہ اچانک بارک پور موڑ پر کار خراب ہو گئی، اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے۔ ڈرائیور نے کہا گاڑی ایک انچ آگے نہیں جائے گی۔ سبھی حیران و پریشان تھے۔ دوسری گاڑی بھی تلاش کی گئی وہ بھی نہیں ملی، تب حضرت نے حکم دیا ”ڈرائیور گاڑی چلاؤ“ وہ پس و پیش میں تھا مگر چونکہ حضرت کا حکم تھا، البتہ یہ بھی کہا کہ گاڑی کہیں روکنا نہیں آہستہ کر لینا، پھر وہ گاڑی لے کر چلا، حاجی نگر والے استقبال کے لیے کھڑے تھے، انہیں اشارہ سے بتا دیا گیا گاڑی رکے گی نہیں۔ آہستہ ہو کر اپنے منزل کی طرف رواں ہو گئی، مدرسہ کے پاس گاڑی رکی، حضرت تشریف لے گئے، ڈرائیور معافی کا طلب گار ہوا۔ اس نے مجمع میں مائک پر برجستہ کہا ”بارک پور سے یہ گاڑی یہاں کس طرح آئی یہ مجھے معلوم نہیں۔ دو دن تک ایک انچ آگے بڑھے بغیر رکی رہی۔

(تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۲۵۶)

بڑا حادثہ معمولی خراش میں تبدیل ہو گیا:

مشہور نقیب شاعر حلیم حاذق رضوی ہوڑہ رقم طراز ہیں کہ ایک موقع پر محمد پور بزرگ ضلع مظفر پور میں صوفی جمیل رضوی قادری نے ایک بہت عالی شان جلسہ کیا جس میں خصوصیت کے ساتھ حضرت تاج الشریعہ مدعو تھے۔ یہ شاید اس علاقے کا نمائندہ جلسہ تھا کہ آس پاس کے سینکڑوں علما محض تاج الشریعہ سے شرف بیعت کے لیے

حاضر ہوئے تھے۔ میں اپنی نقابت کے ذریعہ سلام ودعا تک بخوبی جلسہ کو پہنچا چکا تھا مگر بیعت وارادت کے مشتاق کے دیوانے اور پروانے قابو سے باہر ہو رہے تھے، آخر ایک بڑا اسیلاب اسٹیج تک پہنچ گیا۔ تاج الشریعہ کرسی پر تشریف فرما تھے، اور میں مائیک پر بار بار التجا پر التجا کرتا کہ اسٹیج کمزور ہے۔ للہ کرم کیجئے۔

اسی اثنا میں چرمرانے کی آواز ابھری کہ پورا اسٹیج جو کافی اونچائی پر بنایا گیا تھا، زمین بوس ہو گیا۔ لوگ چیخ پڑے۔ حضرت کی کرسی کو میں اور صوفی صاحب نے پوری قوت سے پکڑ لی مگر ایک بانس کی قینچی میرے پیٹ میں یوں لگی کہ اگر جنبش ہو تو پیٹ میں گھس جائے، مگر اراکین وسامعین نے کمال ہوش مندی سے اس بانس کی قینچی کو آرے سے کاٹ دیا، اگر میں شیروانی نہ پہنا ہوتا تو بے دریغ بانس کی پھرائی پیٹ پھاڑ دیتی۔

صبح کے وقت ناشتے پر حضرت نے مجھ سے پوچھا ''آپ کو چوٹ تو نہ آئی ہوگی'' میں نے عرض کیا'' حضور آپ کی موجودگی میں بڑا سانحہ معمولی خراش میں بدل گیا۔'' حضرت نے بے پناہ دعائیں کیں۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ برکت تاج الشریعہ کی تھی، ورنہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ (تجلیات تاج الشریعہ، ص:۲۰۵)

یہ جتنی باتیں لکھی گئی ہیں حقائق پر مبنی ہیں انھیں حضرت تاج الشریعہ کی کرامت بھی کہہ سکتے ہیں۔ البتہ یہ تو طے ہے اور تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حضرت تاج الشریعہ بلاشبہ ایک کارآمد علمی اور مذہبی شخصیت تھے۔ زمانہ اس کا معترف ہے۔

OOO

☆ آئی ۱۲۸ر پہاڑ پور روڈ خیابرج کلکتہ۔ مغربی بنگال
Mob: 8336899819

بریلی شریف کو تاج الشریعہ کی علمی وجاہت کے سبب مرکزیت حاصل تھی

مسجد غوثیہ جسولہ گاؤں جامعہ نگر دہلی میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب کی مجلس میں علمائے کرام کا ازہری میاں کی عظمت کا اعتراف

موت اُس کی ہے زمانہ کرے جس پر افسوس، یہ منظر نامہ ہم نے دیکھا حضرت تاج الشریعہ کے وصال پر۔ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند کے دور میں جس طرح بریلی شریف کو مذہبی قیادت اور جماعتی مرکزیت حاصل تھی، تاج الشریعہ کے دور میں بھی اُن دو بزرگ علمائے اہل سنت اور مفتیان شریعت کی نیابت ونمائندگی کی بنیاد پر مرکزیت حاصل رہی لیکن افسوس کہ تاج الشریعہ کے بعد ہماری مذہبی قیادت، جماعتی مرکزیت، فقہی سرپرستی اور مرکزی نمائندگی پر جو گہن لگا ہے، وہ ختم ہونے والا نظر نہیں آتا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خداوند قدوس صحابیٔ رسول حضرت معاذ ابن جبل کے صدقے ہمیں کسی بھی علمی اور مذہبی خانوادے میں تاج الشریعہ کا نعم البدل عطا فرمائے اور تاج الشریعہ کے صاحب زادے کو اُن کے علمی وتعلیمی مشن کو باقی رکھنے اور ترقی دینے کی توفیق عطا فرمائے، کیوں کہ ہم سے زیادہ انھیں یہ احساس ہوگا کہ بریلی شریف کو تاج الشریعہ کی علمی وجاہت کے سبب جو مرکزیت حاصل تھی، اس کے تقاضے کیا ہیں۔

مسجد غوثیہ جسولہ گاؤں جامعہ نگر دہلی میں ۲۸ جولائی کو بروز منگل قرآن خوانی اور ایصال ثواب کی مجلس میں حضرت ازہری میاں کی عظمت وخدمات کا اعتراف واظہار کرتے ہوئے مسجد کے امام وخطیب مولانا محمد زین اللہ نظامی نے ان خیالات کا اظہار کیا۔ مولانا مقبول احمد سالک مصباحی نے کہا کہ یہ انسانی سماج کا فطری تسلسل رہا ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں نے نماز جنازہ میں شریک عقیدت مندوں کی تعداد کی قلت وکثرت کو شخصیات کی قدر ومنزلت کی عظمت کا پیمانہ بنایا ہے جسے حسن عقیدت اور جذبات کی تسکین کے لئے ہمیں تسلیم کر لینا چاہئے اور حقیقت ہے کہ وقت فرصت، وسائل اور مالی سہولت کے باوجود، دور دراز کے شہروں سے اپنوں کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے والے بے شمار افراد نے اپنی جماعت کے عظیم عالم دین اور مریدین نے اپنے پیر طریقت کی نماز جنازہ میں جتنی بڑی تعداد میں شرکت کا نمونہ پیش کیا ہے، یہ اپنے آپ میں واقعی تاریخی واقعہ ہے لیکن قلت وکثرت کی جنگ بھی انتہائی افسوس ناک واقعہ ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

بعد نماز مغرب قرآن خوانی ہوئی اور بعد نماز عشا مولانا غفران احمد استاذ غوثیہ نظام العلوم جسولہ نے قرآن کریم کی تلاوت سے تعزیتی محفل شروع کی۔ تاج الشریعہ کی شخصیت اور علمی ودینی خدمات کا تعارف مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے کرایا۔ محفل میں مولانا محمد اقلیم رضا مصباحی، شکیل احمد صاحب، محمد شاہد خان لمرا ہوسں وغیرہ شریک تھے۔

رپورٹ: اعجاز احمد فیضی ڈاکٹر ذاکر حسین کالج دہلی یونیورسٹی

پس منظر

تاج الشریعہ کی دینی فقاہت ومہارت

محمد کمال الدین اشرفی مصباحی*

برصغیر ہند میں بریلی شریف کی مردم خیز اور سبز وشاداب سرزمین پر بہت سے لعل وگہر اور علم وفضل کے مہر درخشاں جنم لیے جو اپنی خداداد صلاحیت، ذہانت وفطانت، علمی بصیرت، تقویٰ وطہارت، رشد وہدایت، دینی، علمی اور مذہبی خدمات کی بدولت افق عالم میں نیر تاباں بن کر چمکے۔ مسلکی، تجدیدی، اصلاحی، فکری اور قلمی وتحریری خدمات سے سوادِ اعظم مسلک حق وصداقت کی خوب خوب آبیاری کی، مجدد اسلام امام اہل سنت فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری، مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خان قادری، مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس شہر علم وفضل کے وہ گوہر نایاب اور انمول ہیرے ہیں جن کی دعوت وتبلیغ اور دینی ومذہبی خدمات کی بدولت شہر بریلی کو چہار دانگ عالم میں بے پناہ شہرت ملی، اہل عقیدت کے درمیان شہر بریلی کو ''شریف'' ہونے کا مبارک شرف ملا، اسلامی دنیا میں ''مرکز اہل سنت'' جیسا عظیم لقب ملا، اس کی نسبت کو عوام اہلسنت کے درمیان مسلک حق وصداقت کا علامتی امتیازی نشان سمجھا جانے لگا اور خواص اہلسنت نے عقائد اہل سنت کی سند اور پہچان تسلیم کیا۔

اسی شہر حکمت ومعرفت اور خانوادۂ علم وفضل میں مفسر اعظم ہند کے گھرانے میں۔ آفتاب رشد وہدایت، مخزن علم وحکمت، تاجدار سنیت، پاسبان مسلک اہلسنت، بدر طریقت، تاج علمائے شریعت، نبیرۂ اعلیٰ، نواسہ وجانشین مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند، جگر گوشۂ جیلانی، فرزند لاثانی، افقہ الفقہاء، مصدر العلماء، حضرت علامہ حافظ وقاری ومفتی الحاج الشاہ اختر رضا خان قادری بریلوی المعروف ب ازہری میاں، تاج الشریعہ نوّر اللہ مرقدہ و تغمدہ بغفرانہ ولادت ۱۴ر ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۳ر نومبر ۱۹۴۲ء بروز سہ شنبہ) خاندانی روایتوں کے امین، اسلاف کے فضل وکمال کا مظہر، مجدد اسلام کے علوم وفنون کے سچے وارث، مفتی اعظم ہند کے زہد وتقویٰ کا عظیم پیکر، عالم اسلام کے ایک عظیم محقق ومفکر اور جماعت اہلسنت کے ایک ممتاز ونامور مذہبی رہنما اور قائد کی حیثیت سے جنم لیا۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو علم وفضل، تحقیق وتنقیح، فقہ وافتاء، تصنیف وتالیف، شعر وسخن، احقاق حق وابطال وباطل، تصلب فی الدین، اتباع شریعت، زہد وتقویٰ، دعوت وتبلیغ، مسلکی قیادت، اسلاف کے عقائد ونظریات کی پاسداری، جیسے اوصاف وکمالات اور گونا گوں خوبیاں ورثہ میں ملی تھیں، خانوادۂ رضویہ کے عظیم چشم وچراغ اور جماعت اہلسنت کے مقتداء اور پیشوا کی حیثیت سے، بہت ہی قلیل مدت میں عالمی سطح پر آپ کی شخصیت مقبول ومتعارف ہوئی، عروج وارتقاء اور بلندی کے جس نقطۂ منتہا تک آپ نے چند برسوں میں سفر طے کیا تھا، لوگ مدتوں کی تگ ودو اور سعی پیہم کے بعد اس منزل اور مقام تک پہنچتے ہیں، آپ فخر خاندان ووقارِ خانوادہ تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے علوم وفنون کے وارث حقیقی اور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے سچے جانشین تھے، قاضی القضاۃ فی الہند کے منصب جلیل پر فائز جماعت اہلسنت کی عالمی سطح پر قیادت وترجمانی کرتے تھے، افکار رضا کے بے باک ناشر وترجمان تھے۔ آپ رضویت کی شان، سنیت کی جان، مسلک اہلسنت کے علامتی نشان وپہچان اور مسلک حق وصداقت کی آبرو اور سرمایہ افتخار تھے، ہندوسندھ، عرب وعجم میں جو مقبولیت اور شہرت آپ کو حاصل تھی اسمیں آپ عدیم النظیر اور یکتائے روزگار تھے۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو اِس صدی میں اپنے اقران ومعاصرین میں جس وصف نے سب سے زیادہ ممتاز ومنفرد بنایا تھا میری نظر میں وہ وصف ہے آپ کا تفقہ فی الدین اور مسلک اعلیٰ حضرت سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کی صیانت وپاسداری، آپ بیک وقت محدث ومفسر، مفتی وفقیہ، مصنف ومولف، مترجم ومحشی، ادیب وناقد، شاعر وخطیب تھے، ان تمام خوبیوں میں تفقہ فی الدین اور فتاویٰ نگاری آپ کا امتیازی وصف تھا جو آپ کے خاندان کا طرۂ امتیاز اور آپ

کو یہ فن ورثہ میں ملا تھا، آپ کے فتاوی میں مفتی اعظم ہند کے فتوں کی جھلک، حجۃ الاسلام کی تحریر کا دلکش نمونہ اور اعلیٰ حضرت کے فتاوی کی روانی وسلاست اور توضیح وتنقیح جیسے اوصاف نمایاں طور پر موجود ہیں۔ نو پید مسائل کو حل کرنا، الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانا، مسائل شرعیہ کو کثرت دلائل وشواہد اور فقہی جزئیات سے حل کرنا، سائل کی زبان کی رعایت، مسئلہ سے متعلق دیگر علوم وفنون کا استعمال، متعارض اقوال میں تطبیق اور اس طرح کے دیگر اوصاف اور نمایاں خصوصیات میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے آپ مظہر اتم اور عکس جمیل تھے، آپ کے فتوؤں کو عالم اسلام میں سند کی حیثیت حاصل ہے، مسائل شرعیہ میں عوام وخواص سبھوں کا آپ پر کافی اعتماد ووثوق تھا، آپ کے موقف اور فتوی پر اہل سنت وجماعت اور بالخصوص خانوادۂ رضویہ کے عقیدت مندوں کا بڑی سختی کے ساتھ عمل بھی ہے۔

فروعی مسائل میں اپنے دور کے نامور مفتیان کرام اور فقہائے عظام سے نظریاتی اختلافات کے باوجود بھی حلقوں میں آپ یکساں مقبول تھے، ہر ایک کے نزدیک آپ کی ذات مسلم الثبوت تھی اور قدر و منزلت کی نگاہوں سے آپ دیکھے جاتے، اس بات کا اندازہ تاج الشریعہ کی وفات کے بعد ہند و بیرون ہند کی تمام خانقاہوں کے سجادہ نشینان اور جماعت اہلسنت کے نامور ممتاز علمائے کرام اور مشائخ عظام کے تعزیت ناموں، تاثراتی تحریریں اور ایصال ثواب کی محافل ومجالس سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے، اس صدی میں کسی کی وفات پر آنکھوں نے نہ ایسا دیکھا، کانوں نے سنا اور نہ تحریروں میں پڑھنے کو ملا۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء.

آپ عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں فتاوے لکھتے تھے، آپ کے بعض تحقیقی فتاوے رسالے کی شکل میں موجود ہیں، المواهب الرضويه في الفتاوي الازهريه المعروف به ''فتاوی تاج الشریعہ'' جو دو جلدوں پر مشتمل ہے اس کے مطالعہ سے آپ کے فتاوی کی جامعیت ومعنویت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے سب سے پہلا فتوی ۱۹۶۶ء میں تحریر فرمایا، مدینہ منورہ سے استفتا ہوا تھا۔ نکاح، طلاق اور میراث کے مسائل سے متعلق تھا۔ مفتی شہاب الدین رضوی اس تعلق سے یوں رقم طراز ہیں:

''حضرت تاج الشریعہ جب جامعہ ازہر سے لوٹ آئے تو درس کے ساتھ افتا نویسی کا بھی آغاز کیا، چنانچہ ۱۹۶۶ء ہی میں ایک استفتاء کا شاندار جواب لکھا۔ یہ استفتا مرکز اسلام مدینۃ المنورہ سے آیا تھا، طلاق، نکاح، میراث پر مشتمل تھا جواب لکھنے کے بعد حضرت نے پہلے بحر العلوم حضرت مفتی سید افضل حسین مونگیری صاحب کو دکھایا، انہوں نے دیکھنے کے بعد تحسین کی اور کہا کہ مولانا اُسے اپنے نانا جان مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا صاحب کو دکھایئے۔ حضرت نے اسے اپنے شیخ واستاذ نانا محترم کو دکھایا۔ نانا صاحب نے دلائل وبراہین سے مزین فتوی دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا اور صدائے تحسین بلند کی حوصلہ افزائی فرمائی۔''

(حیات تاج الشریعہ، ص:۱۹)

حضرت تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتوی نویسی کی ابتدا کے بارے میں خود تحریر فرماتے ہیں:

''میں بچپن سے ہی حضرت (مفتی اعظم ہند) سے داخل سلسلہ ہوگیا ہوں۔ جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتوی کا کام شروع کیا، شروع شروع مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمۃ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر فتوی دکھایا کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔'' (ماہنامہ استقامت کانپور)

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے پاس استفتے کی بھرمار رہتی تھی، ملک کے کئی نامور مفتیان کرام آپ کے پاس افتا نویسی کا کام انجام دیتے تھے، تاج الشریعہ کی فقہی بصیرت اور فتوی نویسی کے ملکۂ راسخہ کو دیکھ کر ایک دن مفتی اعظم ہند نے آپ کو بلا کر ارشاد فرمایا:

''اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں، یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ اب تم فتاوی نویسی کا کام انجام دو، میں دار الافتاء تمہارے سپرد کرتا ہوں پھر موجودہ لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے فرمایا آپ لوگ اب اختر میاں سلمہٗ سے رجوع کریں انہیں میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔ اسی دوران سے لوگوں کا رجحان آپ کی طرف زیادہ ہوگیا۔'' (حیات تاج الشریعہ ص:۱۷)

۱۹۶۷ء سے آپ مسلسل مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی نگرانی میں ہندوستان کی شہرہ آفاق درسگاہ جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف سے

درس وتدریس کے ساتھ فتوی نویسی کا کام مستقل طور پر انجام دیتے رہے اور جب ۱۹۸۱ء میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا وصال ہوا تو فتوی نویسی کی مکمل ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آگئی اور آپ مرجع فتاوی ہو گئے ۔آپ نے اس کام کو باضابطہ طور پر انجام دینے کے لئے ایک مستقل تحقیقی ادارہ "مرکزی دارالافتاء" کے نام سے بریلی شریف میں قائم فرمایا، معتبر و مستند مفتیان کرام کا ایک عملہ تشکیل دیا، ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں مسائل شرعیہ کا فقہ حنفی کی روشنی میں جوابات اپنی نوک قلم سے تحریر فرما کر امت مسلمہ کے حوالے کیا اور ان کی دینی رہنمائی کی۔

مفتیان کرام کو جب پیچیدہ اور لاینحل مسائل میں دشواری پیش آتی تو آپ کی طرف رجوع کرتے، آپ اپنی وسعت نظر اور فقہی بصیرت سے ان مسائل کی گھتیاں سلجھاتے اور ان کو مطمئن کر کے واپس کرتے۔ آپ سے گفتگو اور بحث وتمحیص کے بعد وسعت مطالعہ اور آپ کے تحقیق وتنقیح سے حیران وششدر رہ جاتے۔

ہند و بیرون ہند کے اکثر فقہی سیمیناروں میں بھی آپ کی شرکت ہوا کرتی۔ مجلس شرعی از ہر ہند باغ فردوس جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فقہی سیمیناروں میں پابندی کے ساتھ آپ شریک ہوتے اور صدارت وسرپرستی آپ ہی کی ہوا کرتی تھی، اس کے فیصل بورڈ کے ایک اہم رکن بھی تھے، اگر مفتیان کرام کا زیر بحث مسئلہ میں اختلاف رائے ہوتا اور کسی ایک قول پر تمام مندوبین کا اتفاق نہ ہوتا تو ایسی صورت میں وہ مسئلہ فیصل بورڈ کے حوالے ہو جاتا جس کو حل کرنے میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا کلیدی رول ہوا کرتا۔ آپ کی رائے اور قول کو قول فیصل اور قول آخر کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا، جس پر تمام مقالہ نگار، ارباب فقہ وافتاء اتفاق کرتے اور اس کی تائید میں اپنا اپنا دستخط بھی ثبت فرماتے۔

راقم الحروف (محمد کمال الدین اشرفی مصباحی) نے تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی سب سے پہلی زیارت مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے دوسرے فقہی سیمینار میں ۱۹۹۴ء میں کی تھی، سیمینار کا موضوع تھا "شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز یا ناجائز"؟

فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، رئیس القلم علامہ ارشد القادری، امام علم وفن خواجہ مظفر حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی، وغیرہم جیسے ملک کے نامور مفتیان کرام اور اجلہ فقہائے عظام کے درمیان آپ مسند صدارت وسرپرستی میں جلوہ بار تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شہر علم وعرفاں میں علم وفضل کا آفتاب اتر آیا ہے، فضل وکمال کا یہ کوہ بے مثال اور علم وحکمت کا یہ بحر ذخار اپنی فقہی تحقیق اور وسعت معلومات سے سب کو سیراب کر رہے ہیں، تمام مندوبین اور شرکائے سیمینار آپ کی طرف متوجہ تھے اور جب آپ کچھ لب کشا ہوتے تو سبھوں کے کان کھڑے ہو جاتے، آپ نے شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کھنچوانے کے تعلق سے فرمایا کہ:

چوں کہ اس صورت میں عند الطلب ضرورت ملجۂ یا حاجت شدیدہ متحقق ہوگی لہٰذا خاص شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کھنچوانے کی اجازت ہوگی **الضرورات تبیح المحظورات** وغیرہا۔ تمام مندوبین نے آپ کے موقف کی تائید کی اور اس کو خوب خوب سراہا۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف اور تعریب وتحشیہ سے بھی اپنے قلم کا رشتہ مضبوط رکھا، متعدد اہم موضوعات پر درجنوں کتابیں تصنیف کیں اور بہت سی کتابوں کا عربی سے اردو میں اور اردو سے عربی میں ترجمہ کیا۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ خانوادۂ رضویہ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے صرف علوم وفنون کے ہی وارث نہیں بلکہ اخلاق وکردار تقوی وطہارت میں اپنے اسلاف کی عملی تفسیر تھے، توکل وبے نیازی، سادگی و سادہ مزاجی، نرم گوئی وشیریں مقالی، جیسے اوصاف میں بھی ممتاز و بے مثال تھے۔ آپ نے اپنے اخلاق وکردار اور حسن سلوک سے احباب اہل سنت کو اپنا دیوانہ بنالیا اور مریدین ومعتقدین کے دلوں پر اپنا قبضہ جمالیا تھا، شہر ومضافات، گاؤں ودیہات ہر جگہ سے یہی آواز سننے کو مل رہی تھی "بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ"

اللہ تعالیٰ ہمارے سبھی مشائخ کرام کے درجات کو بلند کرے جو باحیات ہیں ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، ان کے نقوش زندگی کو ہم سبھوں کے لئے مشعل راہ بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ واجمعین

OOO

صدر مفتی وشیخ الحدیث، ادارۂ شرعیہ اتر پردیش، رائے بریلی (یوپی)
رابطہ نمبر: 9580720418

علم وفضل اور فقہ وافتا کے ایک عہد کا خاتمہ

سید محمد علیم الدین اصدق مصباحی٭

جس طرح چودھویں صدی ہجری کے اندر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند کا نام فہرست علما ومشائخ میں نمایاں نظر آتا ہے بلا مبالغہ موجودہ صدی میں تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی فہرست علما ومشائخ میں ممتاز دیکھائی دیتا ہے۔ حضرت تاج الشریعہ علوم اعلیٰ حضرت کے کامل وارث، سرکار مفتی اعظم ہند کے سچے جانشین، جماعت اہل سنت کے عظیم رہبر وقائد، صاحب تقویٰ ومرجع فتویٰ عالم ربانی، شریعت وطریقت کے بدر کامل اور کثیر المریدین شیخ طریقت تھے۔ اس وقت عالم اسلام کی سب سے معروف شخصیت میں آپ کا شمار تھا۔ عرب وعجم کے علما ومشائخ کو آپ کے علم وعمل، فضل وکمال اور فقہ وفتویٰ پر مکمل اعتماد تھا۔ آپ کی ذات والاشان سے سنیت نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہندوستان بھی بے حد مضبوط تھی۔

اللہ رب العزت نے احقاق حق وابطال باطل کا جذبہ صادق بطور خاص آپ کو ودیعت فرمایا تھا۔ مسلک حق مسلک اہل سنت وجماعت کے معتقدات ومعمولات کی تائید اور فرق باطلہ کی تردید آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ جماعت اہل سنت میں بھی اگر آپ کوئی خلاف شرع امور دیکھتے تو عوام ہوں کہ خواص بر وقت برمحل اُس پر گرفت فرما کر ایضاح مسئلہ شرعیہ کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ۲۰۱۰ء میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ دار العلوم قادریہ غریب نواز ساؤتھ افریقہ کے وسیع وعریض احسن العلماء ہال میں خطاب فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنے عربی خطبہ میں آیت درود کی تلاوت فرمائی، اثناء تلاوت کسی نے نعرہ لگایا۔ عربی خطبہ مکمل فرما کر حضرت تاج الشریعہ نے مسئلہ شرعی کی جو وضاحت فرمائی، وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"میں نے آیت درود پڑھی ابھی وہ پوری نہیں ہو پائی تھی کہ کچھ حضرات نے اس آیت کی تلاوت کے دوران کوئی نعرہ لگایا۔ اس سلسلے میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت جب شروع ہو تو شروع سے لے کر کے ختم تک یعنی قاری کی تلاوت جب تک ختم نہ ہو، سننے والوں کے اوپر چپ رہنا اور خاموشی سے سننا یہ فرض ہے۔ آیت درود کا بھی یہی حکم ہے جب آیت درود پوری ہو جائے تو اس کے بعد درود پوری ہو جائے تو اس کے بعد درود شریف پڑھیں یا جو بھی ذکر زبان سے کریں اس کی اجازت ہے۔ دوران تلاوت اس کی اجازت نہیں کہ کوئی slogan یا کوئی نعرہ یا کوئی آغاز دوران تلاوت نکالی جائے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: اذا قرء القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سننے کے لیے پہلے سے مستعد رہو، اس کی تلاوت کے دوران خاموش رہو، اس کو اس کی تلاوت کے دوران خاموش رہو اور اس کو سنو لعلکم ترحمون تاکہ تمہارے اوپر اللہ کی رحمت ہو۔"

تاج الشریعہ کے درجہ بالا خطاب کے تمام جملے اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ حق کی ترویج واشاعت، دینی مسائل کی حفاظت وصیانت اور نظام مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کے نفاذ کے جذبہ صادق سے سرشار تھے۔

سیدی وسندی تاج الشریعہ مجھ خاکسار سے بے حد محبت فرمایا کرتے، جب بھی ساؤتھ تشریف لاتے مجھ حقیر کو یاد فرماتے، میں حاضر بارگاہ ہوتا تو قریب فرماتے، راز ونیاز کی باتیں کرتے، بوقت رخصت نذر ونیاز پیش کرتا تو مسکرا کر پیار بھرے لہجے میں فرماتے "ارے بھائی آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں" میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اکثر اہل محفل سے فرماتے کہ میں مولانا سید علیم الدین صاحب کو ساؤتھ افریقہ سے پہلے جب یہ تنزانیا میں تھے تب سے جانتا ہوں اور ان کی دینی خدمات کا معترف ہوں۔ حضرت تاج الشریعہ دار العلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ کے اجلاس میں متعدد بار مجھ خاکسار کی دعوت پر تشریف فرما ہوئے۔ اس کے علاوہ بھی آپ جب لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ نزول اجلال فرماتے تو دار العلوم ضرور تشریف لاتے۔ دار العلوم کا نظم ونسق اور نصاب تعلیم ونظام

تربیت دیکھ کر بے حد خوش ہوتے اور دعائیں دیتے۔

دار العلوم کے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ نے دار العلوم قادریہ غریب نواز کے تئیں اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا

''الحمد للہ دار العلوم قادریہ غریب نواز کی خدمات کو میں کئی سالوں سے اپنی آنکھوں سے دیکھتا آرہا ہوں یہاں سنیت کا جو کام ہورہا ہے وہ اپنی نوعیت کا بالکل ممتاز اور منفرد کام ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس طرح سے دار العلوم قادریہ غریب نواز بھی سنیت کا ایک نشان ہے اور symbol ہے۔ مولانا سید علیم الدین قادری مصباحی صاحب نے اس طور پر یہ ادارہ قائم کیا۔ یہ مدرسہ قائم رہے اور اس کی branches پورے ساوتھ افریقہ میں پھیلیں اور مسلک اہل سنت و جماعت پر استقامت کے اور firmnes کے ساتھ لوگ اس سے اٹیچ رہیں اور اس کے publication میں اپنا بھر پور کردار ادا کرے۔ یہ ادارہ قائم رہے اور ترقی کرے۔ میں جہاں بھی solid کام دیکھتا ہوں مجھے اس سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ دار العلوم میں دین وملت کا منفرد اور ممتاز کام انجام پا رہا ہے۔ میں مولانا سید علیم الدین مصباحی صاحب کو اب سے نہیں جب یہ تنزانیہ میں تھے میں نے وہاں بھی ان کے نمایاں خدمات کو دیکھا اور یہاں بھی ان کے خدمات کو دیکھتا ہوں۔ بڑی خوشی ہوتی ہے۔ میری یہ advise ہے یہاں کے سنیوں اور یہاں کے ذمہ دار علما سے کہ آپ حضرت مولانا سید علیم الدین صاحب کی اس دینی خدمت میں معاون رہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس دار العلوم کو قائم رکھے اور ہمارے دلوں میں سرکار ابد قرار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کی محبت بیش از بیش فرمائے۔''

[خطاب تاج الشریعہ ۲۰۱۰ء دار العلوم قادریہ غریب نواز]

حضرت تاج الشریعہ کے مندرجہ بالا کلمات خیر دار العلوم کے تئیں ان کے اخلاص ومحبت اور قلبی لگاو کے ساتھ ساتھ جذبہ خدمت دین اور اصاغر نوازی کا بین ثبوت ہے۔ ڈاکٹر محمد منصور معینی جوہنس برگ سے تاج الشریعہ کے انتقال کی اندوہناک خبر موصول ہوئی تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑا۔ دل ودماغ کا عالم زیر وزبر ہوگیا، بمشکل آیت استرجاع تلاوت کر سکا۔ یقیناً حضرت تاج الشریعہ کا انتقال علم وعمل، فضل وکمال اور فقہ وافتا کے عہد کا خاتمہ ہے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈھنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

شریک غم

سید محمد علیم الدین اصدق مصباحی اعظمی غفرلہ
دار العلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ ساوتھ افریقہ

ذاتی طور پر شریعت کے پابند تھے تاج الشریعہ

حضرت مولانا محمد اسماعیل رضا معروف بتاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی، اعلیٰ حضرت کے علوم وافکار کے نقیب و نگہبان اور عاشقانہ اردو نعتیہ شاعری کے نمائندہ تھے، یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے لیکن ہمارے نزدیک اُن کی یہ خوبی زیادہ قابل ذکر ہے کہ جب تک اُن کی آنکھوں کی بینائی کام کرتی رہی، تب تک وہ بڑی پابندی سے مزار اعلیٰ حضرت سے متصل اپنے محلہ کی مسجد رضا میں باجماعت نمازیں ادا کرتے اور نماز کی پابندی کرنے والے علمائے کرام ہمیں دل سے پسند ہیں اور اُن ہی کو علمائے دین ہونے، کہنے اور کہلانے کا حق بھی حاصل ہے، اِس طرح اب یہ بات سمجھنے میں دقت نہیں ہوگی کہ ایک عالم دین کی موت، دنیا کی موت ہوا کرتی ہے، اِس لئے ہمیں، بہت دکھ ہے کہ آج سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کا معروف ومقبول نمائندہ دنیا سے چلا گیا لیکن یہ قانون قدرت کے تحت ہوا ہے، اِس لئے ہم صبر وشکر کے ساتھ اپنے قادرِ مطلق کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ ہمیں اُن کا نعم البدل عطا فرمائے، اُن کی مغفرت فرمائے اور اُن کے درجات کو بلند فرمائے۔

مدرسہ ابراہیمیہ جامعۃ القرآن مسجد خلیل اللہ میں قرآن خوانی اور تعزیتی مجلس میں دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا جس میں اپنے غم کا اظہار کرتے ہوئے مسجد خلیل اللہ کے امام وخطیب اور مدرسہ ابراہیمیہ کے بانی ومہتمم مولانا محمد یعقوب علی خان قادری نے اِن خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تاج الشریعہ ذاتی طور پر شریعت کے پابند تھے اور اپنے اکابر اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم ہند کی طرح اسلام وسنیت کا موقف اور حکم بیان کرنے میں بے باک تھے اور یہی اُن کی شخصی انفرادیت ہے۔ مجلس میں قاری محمد آفتاب عالم غازی پوری، حافظ مشتاق احمد ابراہیمی اور دیگر اساتذہ وطلبہ موجود تھے۔

اعترافنامے

تاج الشریعہ علمائے عرب وعجم اور مشائخ وسادات کرام کی نظر میں

طارق مصطفےٰ رضوی*

۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ کو جونہی تصدیق ہوئی کہ حضرت ازہری میاں کا وصال واقعی ہوگیا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) تو ہر آنکھ اشکبار ہوگئی ، اور لوگ کہہ اٹھے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچار پرسار کرنے والے ایک چمکتے سورج غروب ہوگیا ہے۔ ویسے ہمارے جتنے بھی اکابر ہم سے رخصت ہو چکے ہیں ان کی بھرپائی کبھی نہیں ہو پائی ہے۔ آج میں دنیائے اسلام کی کچھ عظیم شخصیتوں کے تاثرات کو آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

فخر ازہر تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پاسداریٔ شرع میں آپ اپنے اسلاف کے عکس جمیل ہیں۔ آپ کی شخصیت اتنی جامع ، باوقار اور عظیم ہے کہ عوام تو عوام عصر حاضر کے جید علمائے کرام ، مفتیان عظام ، مشائخ عظام ، محدثین ، خطباء ، مقررین ، مصنفین ، ادیب ، محققین ، مناظرین آپ سے تعلق ونسبت رکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور آپ کے وجود کو عالم اسلام کے لیے غنیمت سمجھتے ۔ تاج الشریعہ کی زندگی کا ہر ایک لمحہ مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف نظر آتا ہے۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ علمائے کرام وساداتِ کرام کا ادب واحترام فرماتے یہی وجہ ہے کہ سادات کرام بھی آپ سے بے پناہ محبت فرماتے ، آپ کو اپنا قائد وپیشوا تسلیم کرتے ۔ مندرجہ ذیل چند علماء ومشائخ وسادات کرام کے اقوال و تاثرات پیش کیے جارہے ہیں جن سے تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی عظمت وبلند مرتبہ کا پتہ چلتا ہے:

محدث مکۃ المکرمہ شیخ سید محمد بن علوی عباسی مالکی: آپ نے تاج الشریعہ کو محدث حنفی ، محدث عظیم ، عالم کبیر وغیرہ القاب کے ساتھ یاد کیا ہے اور اپنی ایک تقریر میں فرمایا ہے کہ میں حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کو اس مقام پہ فائز محسوس کرتا ہوں جس سے الفاظ اور حروف کی تعبیر آشنا نہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص:594)

شیخ جمیل بن عارف حسینی شافعی فلیسطین:

تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی ذات وہ ذات ہے کہ ان کے توسل سے دعائیں مانگی جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمائے گا۔ آپ نے اپنی تقریر میں تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کے لیے شیخ الاسلام والمسلمین ، عارف باللہ ، شیخ الکامل جیسے القاب کا استعمال کیے ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص:595)

شہزادۂ حضرت غوث اعظم ڈاکٹر عبد العزیز الخطیب حفظہ اللہ دمشق (شام):

"میں نے تمنا کی تھی آرزو کی تھی اے کاش آنے والے ان تمام صوفیاء کرام کی سرپرستی فرماتے العلامہ مفتی الامام الشیخ اختر رضا خاں الہندی حفظہ اللہ لیکن وہ اپنی مصروفیت اور دیگر مشکلات کے سبب نہ آسکے۔ ان کا فیض ہم پر جاری ہے اور ان کے فیض کی یہ برکت ہے کہ آج یہ اکابر صوفیاء حسنی حسینی شہزادے آپ کے سامنے ہیں۔

(اقتباس بیان ، بموقع انٹرنیشنل صوفی کانفرنس)

الشیخ محمد عمر بن سلیم المهدی الدباغ مدظلہ بغداد شریف: آپ تاج الشریعہ وصدر العلماء کی تعریف توصیف بڑی عقیدت مندانہ انداز میں فرماتے۔ شیخ صاحب نے حضرت کی شان میں عربی میں منقبت بھی لکھی آپ نے تاج الشریعہ سے سند الحدیث والافتاء اور اجازت وخلافت لی۔

(تجلیات تاج الشریعہ ص:595)

سید پیر علاءالدین گیلانی قبلہ: حضرت پیر صاحب قبلہ نے علامہ اختر رضا صاحب کی تعریف میں فی العدلیہ عربی میں ایک قطعہ پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ "اختر رضا ستارہ کی طرح تابندگی بکھرے گا۔" (تجلیات تاج الشریعہ ص:250)

احسن العلماء مارہروی علیہ الرحمہ: عرس قاسمی 1984 کی تقریب میں حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے

جانشین مفتی اعظم کا استقبال قائم مقام مفتی اعظم علامہ ازہری زندہ باد کے نعرہ سے کیا، مجمع کثیر میں جانشین مفتی اعظم کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی تمام خلافت واجازت عطا فرمائی۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص600)

خلیفہ مفتی اعظم حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرّحمۃ (پاکستان):

ہند و پاک میں ہماری مرکزی شخصیت حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں قادری رضوی بریلوی ہیں جو نائب مفتی اعظم ہند کے نام سے پہچانے جاتے ہے۔

حضرت علامہ سید عرفان مشہدی مد ظلہ: دور حاضر میں اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم کے سچے جانشین افکارِ رضا کے کھرے وارث قائد تاج الشریعہ: مفتی اعظم علامہ الشاہ اختر رضا قادری بریلوی ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص:46)

خلیفہ مفتی اعظم مفتی سید شاہد علی حسنی محدث رامپوری: عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے سچے وارث، حجۃ الاسلام ومفتی اعظم کے صحیح جانشین، روحانیت کے تاجدار، رضویت کے امین تاج الشریعہ، فقیہ اسلام، قاضی القضاۃ فی الہند محمد اختر رضا قادری ازہری ہیں جو، اہل سنت وجماعت کی عالمی سطح پر علمی ودینی، اعتقادی وفکری قیادت ورہبری فرما رہے ہیں جن کے آفتاب شہرت واقبال کی کرنیں سارے عالم کو روشن ومنور کر رہی ہیں۔

(حیات تاج الشریعہ، جدید اضافہ ص:12)

شہزادہ احسن العلماء شرف ملت سید شاہ اشرف میاں مارہروی قبلہ: دعاگو رہتا ہوں کہ کاش ہماری خانقاہ برکات کی اگلی پیڑھیاں اپنے زمانے کے پودے والے سے یہ کہہ سکیں کہ سنو ماضی قریب میں ہماری خانقاہ کی تین کرامتیں ہیں احمد رضا، مصطفےٰ رضا، اختر رضا دامت برکاتہم العالیہ۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص.285)

حضرت سید شاہ فضل المتین چشتی قبلہ گدی نشین اجمیر شریف: تاج شریعت مفتی اختر رضا ازہری صاحب کی ذات بابرکات علمی دینی روحانی سماجی خدمات کے حساب سے ایک مثال ہے۔ یہ اس وقت کی ایک اہم قابل ذکر اور قابل قدر شخصیت ہیں اور ایسے حلقے کے سربراہ ہیں جس کے ذکر کے بغیر ہمارے عہد کی دینی، مسلکی، فقہی تاریخ مکمل ہو نہیں سکتی۔ یہ بذات خود شخصی اعتبار سے بلند مرتبہ ہیں ہے۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص:35)

حضرت مولانا سید اویس مصطفیٰ واسطی بلگرام شریف: فقیر قادری کو جانشین مفتی اعظم ہند علامہ ازہری میاں صاحب سے بارہا ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے۔ یہ ملاقات و رابطے دیرانہ تعلقات کے باعث ہے جو خانقاہ بلگرام و بریلی میں ہمیشہ سے رہے ہیں۔ موصوف کو خانقاہ رضویہ میں وہ مقام حاصل ہے کہ تاج الشریعہ اور قاضی القضاۃ جیسے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص:601)

حضرت علامہ سید فخر الدین اشرف اشرفی الجیلانی سجادہ نشین کھچو چھہ مقدسہ:

اسی (خانوادہ رضویہ) عظیم روحانی خانوادے کے چشم و چراغ طریقت وشریعت کے علم بردار فقیہ عصر شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مولانا تاج الشریعہ الحاج اختر رضا صاحب قبلہ ملقب بہ ازہری میاں دامت برکاتہم العالیہ کی ذات ستودہ صفات ہے جو علم وعمل زہد و تقوی شرم وحیا صبر وقناعت صداقت واستقامت وغیرہ عظیم صفات حسنہ سے متصف ہیں۔ یہ عصر حاضر کی وہ عظیم ہستی ہیں جس سے عوام و خواص یکساں طور پر مستفید ہو رہے ہیں۔

(تجلیات تاج الشریعہ ص:249)

حضرت علامہ سید شاہ مظفر حسین شاہ صاحب قبلہ: الحمد للہ میرے شیخ (تاج الشریعہ) نے اس وقت فتاوی رضویہ کی تین جلدیں مکمل عربی میں کردی ہے اور عربی بھی وہ جس پر مصری بھی نثار ہو جائیں۔ تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کا آج کوئی نظیر نہیں نہ تقوی میں کوئی نظیر، نہ علم میں کوئی نظیر۔ (اقتباس تقریر)

نبیرۂ میر عبد الواحد بلگرامی حضرت سید سہیل میاں قبلہ ولی عہد خانقاہ واحدیہ بلگرام شریف: ہم سب نے اس وقت تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کو عالم سنیت کا جماعت کا رہنما اور قائد مان لیا ہے۔ ہم سب کو چاہئے کہ تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کا جو حکم ہو، اس پر عمل کرے۔ جب کسی مسئلے پر تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کا قلم چل جائے تو کسی سنی میں یہ جرأت نہیں ہونی چاہئے کہ ان کے قلم پر تضحیک کرے۔ (اقتباس تقریر امام احمد رضا کانفرس بموقع عرس رضوی 2015)

حضرت سید غیاث الدین قادری ترمزی صاحب سجادہ خانقاہ کالپی شریف: تاج الشریعہ کی علمی، فقہی، مسلکی، ملی، تصنیفی اور روحانی خدمات نے آپ کو عالم اسلام کا آفاقی شخصیت بنا دیا جسے کوانصاف پسند جھٹلا نہیں سکتا۔ آج بھی تاج الشریعہ دامت برکاتھم العالیہ جملہ سنیوں کے آئیڈیل ہیں۔

(تجلیات تاج الشریعہ ص:33)

جانشین مجاہد ملت حضرت مولانا سید غلام محمد حبیبی قبلہ اڑیسہ: تاج الشریعہ دامت برکاتھم العالیہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے علمی سرمایہ کے امین ہیں اور عالمگیر شہرت و مقبولیت کے حامل ہیں۔ لاکھوں اہل طریقت کے قبلہ و عقیدت، شرعی کاونسل کے ذریعہ امت مسلمہ کو درپیش دینی مسائل کا حل نکالنے والے اور سوادِ اعظم کے منتشر ارباب افتاء کو یکجہتی کا پیغام دینے والے قائد، قدیم علوم کے ساتھ جدید علوم کے ذریعہ عصری تقاضوں کی تکمیل کے لیے عظیم دانش گاہ کے بانی ہیں۔

(تجلیات تاج الشریعہ ص:74)

حضرت علامہ سید امین القادری مبلغ سنی دعوت اسلامی: تاج الشریعہ علامہ اختر رضا صاحب قبلہ ازہری دامت برکاتھم العالیہ اس وقت اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم علیہما الرحمۃ کے قائم مقام ہیں جو ہم سنیوں کی آبرو ہیں، ہم سنیوں کی پہچان ہیں الحمد للہ ﷺ یہ فقیر قادری بھی حضرت کا غلام ہے۔ (اقتباس تقریر)

حضرت میر سید حسنین میاں واحدی بلگرام شریف: مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ہی جنت کا راستہ ہے اور اس راستے کی کھلی پہچان تاج الشریعہ ازہری میاں دامت برکاتھم العالیہ ہیں۔

حضرت سید محمد اسماعیل گلزار میاں واسطی قبلہ سجادہ نشین مسولی شریف: مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کا انتخاب (تاج الشریعہ دامت برکاتھم العالیہ) لاجواب ہے یہی وجہ ہے کہ آج تنہا ایک میرے شیخ اعظم تاج الشریعہ دامت برکاتھم العالیہ کا ڈنکا بج رہا ہے۔ (اقتباس تقریر)

مفتی عابد حسین قادری: (جمشید پور، جھارکھنڈ) لکھتے ہیں: ۲۲/ جون ۲۰۰۸ محب محترم قاری عبد الجلیل صاحب شعبہ قرأت مدرسہ فیض العلوم جمشید پور نے راقم الحروف سے فرمایا کہ، ۵/ سال قبل حضرت ازہری میاں قبلہ دار العلوم حنفیہ ضیا القرآن، لکھنؤ کی دستار بندی کی ایک کانفرنس میں خطاب کے لئے مدعو تھے۔ ان دنوں وہاں بارش نہیں ہو رہی تھی، سخت قحط سالی کے ایام گزر رہے تھے، لوگوں نے حضرت سے عرض کی کہ حضور بارش کے لئے دعا فرما دیں۔ حضرت نے نمازِ استسقاء پڑھی اور دعائیں کیں ابھی دعا کر ہی رہے تھے کہ وہاں موسلا دھار بارش ہونے لگی اور سارے لوگ بھیگ گئے۔

[تجلیات تاج الشریعہ/صفحہ:۲۲۹]

معلوم ہوا کہ ہمیں قحط سالی اور خشک سالی کے زمانے میں نماز استسقاء کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ تاج الشریعہ کا طریقہ ہے اور ہمارے اسلاف کی سنت ہے۔

تاج الشریعہ اپنے جد امجد مجدد دین ملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مظہر اتم اور پرتو کامل ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تحریری خدمات اور طرز تحریر محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی تصانیف وتحقیقات مختلف علوم و فنون پر مشتمل ہیں۔ تحقیقی انداز، مضبوط طرز استدلال، کثرت حوالہ جات، سلاست وروانی آپ کی تحریر کو شاہکار بنا دیتی ہے۔

حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی قادری مصباحی دامت برکاتھم العالیہ فرماتے ہیں: تاج الشریعہ کے قلم سے نکلے ہوئے فتاویٰ کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تحریر پڑھ رہے ہیں، آپ کی تحریر میں دلائل اور حوالہ جات کی بھر مار سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ [حیات تاج الشریعہ/صفحہ:۶۶]

ان اقوال و تاثرات سے تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی عظمت و رفعت کا پتہ چلتا ہے۔ آج جو لوگ اپنی ساری توانائی تاج الشریعہ کی مخالفت پر صرف کر رہے ہیں ایسے لوگوں کو اپنا محاسبہ کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں کر رہے ہیں، شاید انہیں یہ نہیں پتہ ہے کہ اللہ پاک جس کو بلندی عطا فرماتا ہے اسے کوئی نیچا نہیں کر سکتا۔

ربّ کعبہ سے دعا ہے کہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سنی مسلمانوں کو سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت پر ہمیشہ قائم رکھ اور ایمان پر خاتمہ بالخیر نصیب فرما۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

ooo

☆ التفات گنج، ضلع امبیڈکر نگر (یوپی)

نقوشِ راہ

حضرت تاج الشریعہ اور فروغِ تعلیم

محمد ابو ہریرہ رضوی*

عالم اسلام کی عظیم مذہبی شخصیت حضرت تاج الشریعہ کے فروغ تعلیم کو میں نے اپنا موضوع سخن بنایا ہے۔

باتیں زیادہ، صفحات کم ہیں۔ کائنات علم کو آخر مٹھی میں بند کون کر سکتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ ممدوح کے گھر کا بچہ بچہ علم وفن کا کوہ ہمالہ ہو، پورا کا پورا گھرانہ علم وفضل کے زیور سے آراستہ ہو، اُن پڑھوں سے ہمیں بحث نہیں۔ پڑھے لکھے لوگوں سے پوچھ لیجیے حضرت رضا علی خاں ہندوستان کے کس عظیم سپوت کا نام ہے۔ حضرت مفتی نقی علی خاں کس متکلم زمانہ کو کہتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علم وفن کے کس حجت و برہان کا نام ہے؟ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں ہندوستان کے کس متقی و مدبر اعظم کا نام ہے؟ غرض کہ خانوادۂ رضویہ کے افراد واشخاص کا آپ بہ نظر انصاف جائزہ لیتے ہیں تو حقیقت خود آپ کو بتاتی جائے گی کہ ابھی جو، ایشیا و یورپ میں دین وسنیت کی بہاریں ہیں، مدارس اہل سنت کی قطاریں ہیں اور تیرہویں صدی سے لے کر آج تک وہ علما جن کے وارے نیارے ہیں۔ اُن میں اکثر اس خانوادے کے بالواسطہ یا بلاواسطہ سنوارے ہیں۔

آپ دنیا کا جائزہ لیں گے تو آپ کو بہت سی ایسی خانقاہیں مل جائیں گی جن کے آبا و اجداد اور بانی مبانی نے تو تعلیم و تعلم اور دین و سنیت میں کارہائے نمایاں انجام دیے مگر آج اُن کی مسند پر بیٹھنے والوں کا حال یہ ہے کہ ارکان اسلام سے بھی ناآشنا ہیں، وہ دوسروں تک کیا اسلام کا پیغام پہنچائیں گے خود جب اسلام اور علوم دینیہ سے کوسوں دور ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیا اُن کے پاس تعلیم حاصل کرنے کی راہیں مسدود تھیں، کیا انہیں کسی شرعی مجبوری نے علوم اسلامیہ سے غافل رکھا؟ بلکہ ان میں پدرم سلطان بود کا نشہ تھا، جب دیکھا کہ بچپن ہی سے اپنے آبا و اجداد کی نیک نامی کی بھیک مل رہی ہے تو پھر تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت؟ سفر کی تکالیف اور مدارس سے قید و بندانہ زندگی گزارنے سے کیا فائدہ؟ بنا بنایا فیلڈ ہے، چمکی چمکائی دکان ہے بس ادھر مرشد گرامی کی آنکھ بند ہوئی اُدھر جانشینی ہاتھ آئی۔

مگر تاج الشریعہ کی ذات! عالم اسلام آپ کے گھرانے کا معتقد ہے۔ ایک اشارۂ ابرو پر تن، من، دھن کی بازی لگا دینے کو تیار ہے، فیض یافتوں کی خاصی بھیڑ لگی ہوئی ہے، ہر طرف سے آؤ بھگت ہو رہی ہے مگر اُن سب کو چھوڑ کر آپ علم کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔ ہندوستان میں ایک سے ایک رجال علم وفن سے علمی تشنگی بجھانے کی کوشش کی مگر تشنگی بڑھتی ہی رہی ہے، پڑھتے گئے بڑھتے گئے، جب خوب پر نکل آئے تو پرواز کے لیے پر تولنے لگے، جامعہ ازہر سے بڑی وقت کی کوئی دینی درس گاہ نظر نہ آئی۔ بس کیا تھا پرواز کیا پھر عالم اسلام کی سب سے عظیم یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا، خوب پڑھا، وقت کا صحیح استعمال کیا، آنکھوں کا تیل جلایا، کتابوں میں دماغ کھپایا، رات کو رات نہ سمجھا، جب جامعہ ازہر کا نتیجہ نکلا تو سارے طلبہ بالخصوص طلبۂ مصر دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے کہ ایک ہندنژاد طالب علم نے اپنے درجے میں وہ نمایاں مقام حاصل کی ہے کہ سارے رفیق درس جس مقام کو حاصل کرنے کے لیے ترستے رہتے ہیں۔ آخر ایک عجمی نے ہم عربوں کے ملک میں آکر اپنی شوکت وسطوت کا جھنڈا کیسے گاڑ دیا؟

اس طرح جہاں گئے دورِ طالب علمی ہی سے اپنی علمی دھاک بٹھاتے رہے اور ایک کامیاب طالب علم کی حیثیت سے جانے جاتے رہے۔ آج انہیں محنتوں اور مشقتوں کا ثمرہ ہے کہ ان کے ہم پلہ کوئی نظر نہیں آتا، مرجع العلما ہیں، مرجع اصحاب فقہ و تحقیق ہیں۔ آیئے اب علمی میدان میں ان کی کارفرمائیاں ملاحظہ فرمائیں:

تاج الشریعہ اور فروغ تعلیم کے تحت بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے کیوں کہ یہ آپ کی زندگی کا ایک اٹوٹ حصہ ہے، سفر میں ہوں یا حضر میں ہر جگہ علم وفضل کے جوہر لٹاتے رہے، کبھی مسند تدریس پر بیٹھ کر تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کرتے رہے، تو کبھی دار الافتاء کو زینت بخش کر حل المشکلات بنتے رہے، کبھی دنیا کے چپے چپے میں گھوم گھوم کر علوم رضا تقسیم فرماتے

رہے، کبھی فقہی سیمینار میں علما کی نمائندگی کر کے ان علمی تسامحات پر مطلع فرماتے رہے۔

زبان کی بات آئی تو زبان سے اور جب سنان قلم کی بات نکلی تو پھر اپنی قلمی جواہر پارے بکھیر کر وقت کی ضرورت کو پورا کرنے میں لگے رہے۔ غرض کہ علم وفن کی تمام مروجہ شاخوں پر اپنا آشیانہ بنا کر موقع محل کی مناسبت سے نغمہ سنجی کرتے رہے۔

جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد ہندوستان واپس تشریف لا کر اپنے مادر علمی دارالعلوم منظر اسلام میں تدریس کے ذریعہ علم وفضل کے گوہر لٹانے لگے۔ یہ ۱۹۶۷ء کا آغاز تھا، برادر اکبر حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں نے جب آپ کے تدریس کا نرالا انداز دیکھا تو آپ کو ۱۹۷۹ء میں صدر المدرسین کے اعلی عہدے پر فائز فرمادیا۔ اس طرح آپ یہاں مسلسل ۱۲ سال تک خدمت دین وسنیت میں لگے رہے اور علمی غلغلہ میں اپنے بہت سے معاصرین کو پیچھے چھوڑ دیا۔

آپ کی تدریسی دھمک ہندوستان کے کونے کونے میں محسوس کی جانے لگی اور تشنگان علوم ومعرفت آپ کی جانب رخت سفر باندھنے لگے۔ اس طرح منظر اسلام آپ کے عہدے تدریس میں شہرت و مقبولیت کے بام عروج کو پہنچ گیا۔

آپ کی درس گاہ سے ایسے ایسے علم وفضل کے بادشاہ نکلے کہ آج دنیا انہیں سر آنکھوں پر سجا رہی ہے اور دل میں جگہ دے رہی ہے۔ جب دعوتی اور مذہبی مصروفیات بڑھ گئیں، تو آپ دارالعلوم منظر اسلام سے علیحدہ ہو گئے مگر آپ کے عالمانہ ذہن نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ صرف تبلیغی اسفار میں لگے رہیں اور طالبان علوم نبوی کو یک سر نظر انداز کر دیں چناں چہ آپ ایک بار پھر آپ نے کاشانہ اقدس میں مسند تدریس کو شرف بخشا، درس قرآن ودرس بخاری کے ذریعہ مذہب اسلام کی نشر واشاعت کرنے لگے جس میں طلبہ منظر اسلام، مظہر اسلام اور جامعہ نوریہ کثرت سے شریک ہو کر مستفید ہوئے۔

جب جامعۃ الرضا قائم ہوا تو وہاں جا کر آپ نے طلبہ کو صحیح بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا اور ایک زمانے تک طلبہ جامعۃ الرضا کو اپنے کاشانہ اقدس ہی پر درس دیا کرتے جس میں فضیلت، تخصص فی الفقہ اور افتا کے بچوں کی حاضری لازمی ہوا کرتی۔ اس طرح آپ اپنی پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت کے باوجود فروغ تعلیم دین میں لگے رہے۔

۱۹۶۷ء ہی سے جب آپ نے تدریسی دنیا میں قدم رکھا تھا اُس وقت سے لے کر اخیر تک فتوی نویسی کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے، بقول مولانا محمد شہاب الدین رضوی ایک اندازے کے مطابق حضرت تاج الشریعہ کے فتاوی کے رجسٹروں کی تعداد اکتیس سے متجاوز ہو گئی ہے۔ (حیات تاج الشریعہ، ص: ۲۰) جو اپنے آپ میں ایک بہت بڑی علمی کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ اپنے مدرسے سے (جامعۃ الرضا) میں مشق افتا کے طلبہ کو درس دیا کرتے اور انہیں دارالافتاء کے اسرار ورموز سکھا کر فتاوی نویسی کے لائق بنا دیے۔ اس طرح فروغ تعلیم اور اشاعت سنیت کا کام جاری وساری رہا۔

درس گاہوں میں تو آپ کی خالص علمی وتحقیقی تقاریر ہوتی ہی رہتی تھی، جب جلسہ گاہوں میں آپ پہنچتے تو وہاں بھی آپ اسلام کا حقیقی چہرہ پیش کرتے کیوں کہ جلسہ گاہ مدارس سے جدا نہیں۔ اگر مدارس طلبا کے پڑھنے کی جگہ ہیں تو جلسے عوام کے لیے بہترین درس گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ابتدا ہی سے اپنے تقاریر کے ذریعے عوام کو کچھ سکھانے کے درپے رہے اور قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات سے روشناش کرایا۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ قلم وقرطاس کی اہمیت کے پیش نظر وقتا فوقتا کتابیں تحریر فرماتے رہے اور شریعت مطہرہ کی حقیقی تعلیمات پیش کرتے رہے۔ کثرت اسفار، کثیر دینی مشاغل بلکہ آنکھوں سے معذور ہونے کے باوجود اُن کی نئی نئی کتابیں اہل علم کو ذوق تسکین فراہم کرتی رہیں تو اہل علم مزید ورطہ حیرت میں ڈوبتے رہے کہ آخر اتنی مصروفیات کے باوجود کتابی کام کے لیے کہاں سے وقت نکال لیتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کی کتابیں کتابوں کے ڈھیر میں اضافے کا سبب نہیں بنتی بلکہ وقت کی ضرورت کو پورا کیا کرتی اور اسلام کا اجالا لے کر آتی تھی۔ حواشی، تعاریب، تراجم اور تصانیف کی مختلف شکلوں میں آپ کی کتابوں کی تعداد ۷۵ سے زائد ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ نے فروغ تعلیم کے سلسلے میں اپنے طور پر علمی جدوجہد کرنے کے ساتھ ہی ساتھ سب سے بڑا کام یہ کیا کہ ایک علمی کار خانہ جامعۃ الرضا کھول کر تعلیم کی راہیں ہموار کر دی ہیں جس میں ہر طرف

سے تشنگان علوم وفنون جوق در جوق آکر اپنی علمی تشنگی بجھارہے ہیں۔ اس میں محض روایتی تعلیم شامل نصاب نہیں بلکہ اس کا نصاب قدیم نافع اور جدید صالح کا حسین سنگم ہے۔

شرعی کونسل آف انڈیا: امت کو درپیش جدید مسائل کے حل کے لیے آپ نے شرعی کونسل آف انڈیا قائم کیا جس کے تحت اپنے آغاز ہی سے اب تک بارہ سیمینار کا انعقاد ہو چکا ہے۔ اب تک (تقریباً ۳۶) نو پید مسائل کا حل تلاش کیا جا چکا ہے۔ یہ کام آپ کی سرپرستی میں ہر سال بحسن و خوبی انجام پاتا رہا۔ اس طرح آپ کی اس تحریک کے ذریعے چیلنجز کے اس دور میں مسلمانوں کو جدید فقہی مسائل سے آگاہ کیا جارہا ہے۔

آپ کی علمی وفقہی دل چسپی اور بہترین قائدانہ صلاحیتوں کے پیش نظر ہر شخص نے آپ کو سرمہ نگاہ بنائے رکھا، آپ کے سایہ کرم میں رہنے کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں تعلیمی اور تنظیمی ادارے آپ کی سرپرستی میں چلتے رہے اور تعلیم وتبلیغ کا یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا رہا۔

دیکھئے چند تعلیمی اداروں کی ایک فہرست:

(۱) جامعہ مدینۃ الاسلام، ہالینڈ۔ (۲) مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف۔ (۳) الجامعۃ النوریہ، بہرائچ۔ (۴) الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ۔ (۵) مدرسہ عربیہ غوثیہ حبیبیہ، برہان پور۔

(۶) مدرسہ اہل سنت گلشن رضا، دھنباد۔ (۷) مدرسہ غوثیہ جشن رضا، گجرات۔ (۸) دارالعلوم قریشیہ رضویہ، آسام۔ (۹) مدرسہ رضاء العلوم، ممبئی۔ (۱۰) مدرسہ تنظیم المسلمین، پورنیہ۔ ○○

☆ رام گڑھ (جھارکھنڈ)

تعزیتی محافل ومجالس

بسلسلہ ایصال ثواب حضرت تاج الشریعہ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ مؤرخہ ۵/ اگست ۲۰۱۸ء، ۲۲/ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ بروز اتوار مسجد اہل سنت محدث اعظم مشن براچ بولٹن میں حضرت تاج الشریعہ، نبیرہ امام اہل سنت جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ رضوی ازہری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی یاد میں ایک عظیم الشان تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔

زیر نگرانی: خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد ایوب اشرفی صدر مدرس وخطیب ادارۂ ہٰذا۔ **خصوصی خطاب:** مفکر اسلام ومبلغ عالم اسلام حضرت علامہ محمد قمر الزماں اعظمی مصباحی مدظلہ العالی ولڈ اسلامک مشن مانچسٹر۔ شرکائے اجلاس: (۱) صاحبزادۂ صدر العلماء میرٹھی حضرت مولانا سید محمد عرفانی میاں اشرفی (۲) مولانا حافظ محمد صابر علی صابر جامعہ علویہ، بولٹن (۳) مولانا حافظ محمد جمیل ابوزہرہ رضوی مانچسٹر (۴) مولانا محمد اقبال مصباحی نور الاسلام بولٹن (۵) مولانا محمد نظام الدین مصباحی مسجد غوثیہ بلیبکرن (۶) مولانا سید محمد جنید میاں لوٹن۔ (۷) مولانا محمد محسن رضوی مسجد غوثیہ بولٹن (۸) مولانا محمد فاروق اشرفی محدث اعظم مشن بلیکبرن (۹) مولانا محمد طاہر علی نقشبندی ازہری، صغریٰ مسجد فارنوتھ (۱۰) مولانا محمد کلیم قادری ازہری، نور الاسلام بولٹن (۱۱) مولانا محمد حسین قادری، نور الاسلام بولٹن۔ وغیرہم کے علاوہ مقامی قرائے کرام وحفاظ کرام نے بھی شرکت کی۔ تلاوت ونعت کے بعد منتظم اجلاس حضرت مفتی محمد ایوب اشرفی صاحب نے جملہ حاضرین بالخصوص اپنے معزز علمائے کرام کا شکریہ ادا کیا پھر حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بعض عربی تصنیفات و دیگر دینی خدمات کا ذکر کرنے کے بعد حضرت کے وصال پر ملال پر تعزیتی کلمات پیش کیے۔ اسی ضمن میں وہ تعزیت نامہ بھی حاضرین کو پڑھ کر سنایا جو حضرت شیخ الاسلام، رئیس المحققین، مفسر قرآن متین حضرت شیخ سید محمد مدنی میاں اشرفی صاحب قبلہ جیلانی مدظلہ النورانی (جانشین محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان) کچھوچھہ مقدسہ یوپی انڈیا کی طرف سے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کے وصال کے موقع پر شائع کیا گیا تھا۔ بعد ازیں تشریف فرما علمائے کرام نے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اردو اور انگلش میں آپ علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالی۔

آخر میں حضرت مفکر اسلام علامہ اعظمی نے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی خدمات دینیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کے سب سے پہلے دورۂ برطانیہ بموقع حجاز کانفرنس منعقدہ ۵/ مئی ۱۹۸۵ء بمقام ویمبلے کانفرنس ہال Wembley Stadium Conference Hall U.K. سے متعلق بڑی معلوماتی اور تاریخی گفتگو فرمائی۔ اختتام پر حضرت علیہ الرحمۃ کی ترقی درجات کے لئے دعائیں ہوئیں اور جملہ علما ومشائخ بالخصوص حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کی صحت وتندرستی اور درازیٔ عمر کی دعاؤں کے بعد صلوٰۃ وسلام ہوا پھر حاضرین کو لنگر قادریہ وچشتیہ پیش کیا گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ہمارے اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

اطلاع: ناظم نشرواشاعت محدث اعظم مشن بولٹن انگلینڈ

تحقیق و تطبیق

حضرت ابراہیم کے والد کے بارے میں ازہری تحقیق

فیضان سرور مصباحی*

ابوالبشر حضرت آدم کے تقریباً ہزار سال بعد نمرود بن کنعان بن ...سام کے دورِ پُرفتن میں ابو الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ اِس ...خاکدان گیتی پر جلوہ گر ہوئے۔ ہمارے آقا ﷺ کا سلسلۂ نسب تقریباً ۲۹/ واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے۔

حضرت ابراہیم کے والد گرامی کے نام کے سلسلے میں کئی طرح ...کی باتیں ملتی ہیں۔ مثلاً:

ان کے والد کا نام ''آزر'' ہے۔ ان کے والد کا نام ''تارخ'' ...ہے۔ ان کے والد کا نام ''تارح'' ہے۔ اصلی نام ''تارخ'' ہے لقب ''آزر'' ہے۔ اصلی نام ''آزر'' ہے اور لقب ''تارخ'' ہے۔

آزر اُس بت کا نام ہے جس کی پرستش آپ کے والد گرامی کیا کرتے تھے، بعد میں آپ کے والد ہی کو اسی نام سے جانا جانے لگا۔

آزر، آپ کے والد کا اصلی نام ہے نہ بت کا بلکہ یہ آپ کے والد ...کا وصفی نام ہے، اس کا لغوی معنی ہے کج رو، خطا کار۔ بت پرستی کی وجہ ...سے قرآن نے اس لفظ سے یاد کیا ہے۔

آزر حضرت ابراہیم کے والد کا نام نہیں بلکہ چچا کا نام ہے۔ والد ...کا نام تارخ ہے۔ (جمہور کا موقف یہی ہے)

آپ کے والد کے نام کے سلسلے میں اس شدید اختلاف کی وجہ ...بیان کرتے ہوئے شمس العلماء، حضرت مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی بھیونڈی ...نے مرأۃ الانساب کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کی ...ولادت سے قبل کاہنوں نے نمرود کو خبر دی کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا، جو بت ...پرستی اور دین نمرودی کے زوال کا سبب بنے گا، سن کر نمرود بڑا بوکھلایا ...اور پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کے قتل عام کا حکم جاری کر دیا۔

حضرت ابراہیم کی پیدائش کا وقت آیا تو آبادی سے دور ایک غار ...میں آکر آپ کی والدہ نے آپ کو جنم دیا۔ وہیں نشو ونما ہوئی جب ...نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو آبادی میں تشریف لائے، حالات کی ...نزاکت کو دیکھتے ہوئے حضرت موسیٰ کے والدین کی طرح آپ کے والدین بھی خفیہ طریقہ سے اپنی زندگی گزارتے رہے، نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں کا نام مشتبہ ہو کر رہ گیا۔ (آزر چچا نہ کہ والد، ص: ۱۳، ناشر اسلامک ریسرچ سینٹر بریلی شریف)

آیت کریمہ: وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً. کے ظاہر پر نظر کرتے ہوئے بعض حضرات نے سمجھا کہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام آزر تھا، اور اسی کا قول بھی کر دیا۔ جمہور علمائے اسلام نے تحقیق پیش کی کہ ان کے والد کا نام تارخ ہے۔ اور آیت کریمہ سے آزر کا قول کرنا درست نہیں کہ چچا کے لیے أب کا اطلاق کئی زبانوں میں شائع وذائع ہے۔ خود قرآن کریم میں کئی جگہ أب کا اطلاق غیر والد حقیقی کے لیے ہوا ہے۔

اہل علم کے درمیان یہ بحث کافی معرکہ آرا بنی رہی اور شروع ہی سے علما طبقوں میں بٹے رہے۔ ۱۴۰۷ھ میں اسلام پورہ، بھیونڈی (مہاراشٹر) میں ایک صاحب نے اس مسئلے کو عوامی حلقوں میں چھیڑ کر انہیں مضطرب کر دیا، عوام کا کہنا تھا کہ ایک اولوالعزم پیغمبر کے والد آخر مشرک و بت پرست کیسے ہو سکتے ہیں۔ معاملہ وقت کے مدبر اعظم حضرت تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پہنچا۔ آپ نے مختصر مگر جامع جواب تحریر فرما کر معاملے کا تصفیہ فرما دیا۔

آپ کا یہ تاریخی فتویٰ ''حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر'' کے نام سے ایک رسالے کی شکل میں شائع ہوا تھا جسے مولانا شہاب الدین رضوی نے نومبر ۲۰۱۵ء میں ''حضرت ابراہیم کے والد کا نام'' کے عنوان سے شائع کیا ہے اور یہی نسخہ میرے پیش نظر بھی ہے۔ حضرت کے اس تاریخی فتویٰ کو دار المقطم قاہرہ، مصر نے عربی زبان میں تحقیق أن أبا إبراهيم تارخ لا آزر کے نام سے بھی شائع کیا ہے۔

ہم ذیل کے سطور میں اس باب کے تحت مذکورہ کتاب سے اخذ کر کے حضرت کی چند تحقیقات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

دو محققین علمائے کرام کا مسلک یہ ہے کہ حضور پور نور شفیع المذنبین سیدنا محمد ﷺ کے تمام اکابر کرام و امہات کریمات، سیدنا آدم سے حضرت عبداللہ وسیدہ آمنہ تک سب موحد تھے، کوئی کافر نہ تھا، اور آیت کریمہ اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ. یعنی جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم قیام فرماتے ہو اور مومنوں کے اصلاب میں تمہارے دورہ کو دیکھتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

أي تقلبك عن اصلاب طاهرة من بعد أب الی أن جعلك نبيا فكان نورا النبوة ظاهرا في أباءه.

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاک پشتوں میں دورہ کو اور ایک پدر سے دوسرے پدر کی پشت میں منتقل ہونا دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا تو نبوت کا نور آپ کے آباء کرام میں ظاہر تھا۔ یہ تفسیر امام ابوالحسن ماوردی نے سیدنا عبداللہ ابن عباس سے نقل فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف مسالک الخلفاء میں ان سے نقل فرما کر اُسے باقی رکھا، اس خصوص میں امام جلال الدین سیوطی نے چند رسالے تحریر فرمائے جن کا خلاصہ شمول الاسلام لأصول الرسول الکرام تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی میں ہے۔

آزر حضرت ابراہیم کے والد نہ تھے، ان کے والد کا نام تارخ تھا اور آپ کے چچا کا نام آزر ہے جو کافر تھا، یہی مسلک بکثرت نسابین (یعنی وہ لوگ جو شجرۂ نسب بیان کرتے ہیں) کا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سلف کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ (حضرت ابراہیم کے والد کا نام، ص: ۴/۵، مطبوعہ اسلامک ریسرچ سینٹر بریلی شریف، نومبر ۲۰۱۵ء)

اپنے موقف کو دلائل سے پختہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسی مسلک الخلفاء میں امام سیوطی فرماتے ہیں:

وهذا القول اعني ان آزر ليس ابا ابراهيم. ورد عن جماعة من السلف. أخرج ابن ابي حاتم بسند ضعيف عن ابي عباس في قوله: و اذا قال ابراهيم لأبيه آزر أبا ابراهيم لم يكن اسمه أزر وانما كان اسمه تارخ.

یعنی یہ قول کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر نہ تھا، ایک جماعت سلف سے منقول ابن ابی حاتم نے بسند ضعیف ابن عباس سے آیت کریمہ: و اذا قال ابراهيم لابيه آزر کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر نہ تھا، ان کے باپ کا نام تارخ تھا۔

اسی میں مجاہد سے ہے: ليس آزر ابا ابراهيم آزر ابراہیم کا باپ نہ تھا۔ اسی میں ابن جریج سے بسند صحیح بروایت ابن المنذر ہے کہ ابن جریج نے فرمایا:

ليس آزر بأبيه. انما هو ابراهيم ابن تيرح أو تارح بن شارخ بن نارحور بن فالغ.

اسی میں اسدی سے بہ سند صحیح بہ طریق ابن ابی حاتم مروی ہوا:

انه قيل له اسم ابي ابراهيم آزر فقال: بل اسمه تارخ

یعنی اسدی سے کہا گیا: ابراہیم کے باپ کا نام آزر ہے، انہوں نے فرمایا بلکہ ان کے والد کا نام تارخ ہے۔

اور اسی مسلک الخلفاء کی توجیہ باعتبار لغت یوں ہے کہ لفظ اب کا اطلاق چچا پر شائع وذائع ہے، اور اس کی نظیر قرآن کریم میں موجود ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ.

یعنی کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کی وفات کا وقت تھا، جب کہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: میرے بعد تم کسے پوجو گے، وہ بولے ہم آپ کے خدا اور آپ آبائے کرام ابراہیم و اسمعیل و اسحاق کے خدا کو پوجیں گے۔ آیت کریمہ میں اسماعیل کو "اب" باپ فرمایا، حالاں کہ وہ چچا ہیں۔ (حوالہ سابق، ص: ۶،۵)

اس کے بعد حضرت تاج الشریعہ نے امام سیوطی کے حوالے سے ایک اثر نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ کیا ہے کہ "آزر" آپ کا چچا تھا۔ جس نے نار نمرود کو گلزار ہوتا دیکھ کر کہا تھا کہ "من أجلي رفع عنه" یعنی اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں بچا لیا، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شرارہ بھیج کر چچا کو خاکستر کر دیا۔ حضرت ابراہیم پر جب یہ عقدہ کھلا کہ آپ کی چچا کی موت کفر پر ہوئی ہے تو آپ نے ان کے حق میں سابقہ دعائے مغفرت سے بیزاری کا اعلان فرمادیا۔ اپنے چچا کی وفات کے طویل عرصے بعد آپ نے اپنے والدین کے حق میں مغفرت کی دعا کی۔ اس سے صاف واضح ہے کہ قرآن

... جس کی دعاے مغفرت سے تبری کا ذکر آیا ہے وہ ابراہیم کا چچا تھا۔ ... ان کا پدر حقیقی نہیں۔ (دیکھیں ص: ۷/۸)

چند مرجوح دلائل کی وضاحت: سائل نے پوچھا تھا کہ زید جو کہ ''آزر'' کو حضرت ابراہیم کا والد بتاتا ہے اور حوالے کے طور پر درج ذیل اقتباسات پیش کرتا ہے، ان کی حقیقت کیا ہے؟

(۱) قیل کان اسم ابیه أي ابراهیم تارخ، فعرب، فجعل آزر۔ (المفردات للإمام راغب اصفہانی، ص: ۱۳)

(۲) قال ابن جریر الطبری فی تفسیره: قد یکون له أي لآزر اسمان کما لکثیر من الناس، أو یکون أحدهما لقبا، وهذا الذی قاله جید قوی. (تفسیر ابن کثیر، ج: ۲، ص: ۱۵۱)

(۳) ابن حبیب بغدادی (م: ۲۴۵ھ) نے لکھا ہے:

تارخ وهو آزر۔ (المحبر، ص: ۴، مطبوعہ: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد، ۱۹۴۲ء)

(۴) یہ قول کہ آزر حضرت ابراہیم کے چچا تھے، ضعیف ترین قول ہے۔ کلدانی زبان میں بڑے پجاری کے لیے آدار کا لفظ مستعمل تھا، یہ معرب ہو کر آزر بن گیا، اصل نام تارح تھا، اور آزر علم وصفی ... قرآن کریم نے اسی علم وصفی سے یاد کیا۔ امام سیوطی فرماتے ہیں:

وهو أي ابراهیم ابن آزر واسمه تارح.

(الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۲، ص: ۱۳۸)

پہلے قول کی توجیہ کرتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ لکھتے ہیں:

وہی مفردات کی عبارت تو وہ ''قیل'' سے شروع ہے، اور ''قیل'' سے ''قول ضعیف'' کو تعبیر کرتے ہیں اور کبھی مجرد قول کی حکایت مقصود ہوتی ہے، مگر غالباً ضعف کی طرف اشارہ کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ تو باعتبار غالب امام راغب کے نزدیک بھی یہ قول ضعیف معلوم ہوتا ہے اور علی الاقل احتمال ہے اور محتمل کو مستدل بنانا صحیح نہیں۔ (ص: ۸/۹)

دوسرے قول کی وضاحت میں درج بالا عبارت سے ماقبل کی عبارت نقل کر کے حضرت تاج الشریعہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ خود تفسیر ابن کثیر میں بھی یہ درج ہے کہ عبداللہ بن عباس اور کثیر علما کا مذہب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام ''تارح'' یا ''تارخ'' تھا، آزر ان کے چچا کا نام تھا۔

ان باتوں کو لکھنے کے بعد رقم طراز ہیں: تو ابن عباس اور اکثر علما کے مقابل تنہا ابن جریر یا، ابن کثیر کا قول کیوں کر لائق تسلیم ہے۔'' (ص: ۹/۱۰)

الاتقان فی علوم القرآن کی عبارت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اتقان کی عبارت کا جواب خود تصریحات امام سیوطی سے ہو گیا۔ اسی اتقان میں ہے:

ولوالدی اسم ابیه تارخ وقیل آزر، وقیل یازر

یعنی ابراہیم کے باپ کا نام ''تارخ'' تھا اور کہا گیا ہے کہ ''آزر''۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ امام سیوطی کے نزدیک راجح و معتمد یہی ہے کہ ابراہیم کے باپ کا نام ''تارخ'' تھا، اسی لیے اسے مقدم کیا اور ''آزر'' کو قیل سے جو مشعر ضعیف ہے، تعبیر کیا۔

یہاں سے ظاہر ہے کہ اتقان کی وہ عبارت جو اس تصریح کے خلاف ہے، ناسخ کی طرف سے زلت قلم یا سہو ونسیان کا نتیجہ ہے۔

(ص: ۱۰، ملخصاً وملتقطاً)

سائل نے سارے تفصیلات ذکر کرنے کے بعد پوچھا تھا کہ حضرت ابراہیم کے والد کی جانب کفر کی نسبت کرنے پر زید کے تعلق سے حکم شرعی کیا ہے؟ کیا وہ گمراہ ہے؟

اس پر حضرت تاج الشریعہ نے جو جواب لکھا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ میں آج کے صاحبان جبہ ودستار کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ حضرت کے اس طرز عمل کو اپنائیں اور کسی پر شرعی حکم نافذ کرنے میں خوب تحقیق اور احتیاط سے کام لیں کہ رواں مسئلے میں حضرت ابراہیم کے والد بلکہ بالواسطہ حضور ﷺ کے آباے کرام کی جانب کفر کی نسبت ہو رہی ہے مگر اس کے باوجود حضرت تاج الشریعہ گمراہ کا فتوی نہیں دیتے، بلکہ لکھتے ہیں:

''زید کے حوالوں کا جواب ہمارے اس فتوے سے ظاہر ہو گیا، اور زید اگر دانستہ معاند دین مبین، نہ مرض قلب کا شکار ہو، تو اُسے گمراہ کہنا صحیح نہیں، البتہ اتباع جمہور محققین کا ضرور تارک اور خاطی ہے۔'' (ص: ۱۰) خلاصہ یہ کہ حضرت کا یہ فتوی نہایت تحقیقی اور اپنے موضوع کے اعتبار سے کافی وشافی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کا فیضان عام وتام فرمائے۔ ☆☆☆

بزم ادب

حضرت تاج الشریعہ کی ترجمہ نگاری

محمد آفتاب عالم*

ترجمہ نگاری کا کام ایک مشکل ترین امر ہے بلکہ بعض ارباب حل ونقد کے نزدیک تصنیف وتالیف اور انشا پردازی سے بھی دشوار تر ہے کیوں کہ اپنے مافی الضمیر کو اپنے خیال اور اسلوب بیان میں ڈھال کر پیش کرنا سہل ہے، مگر دوسرے کے مافی الضمیر کو اُس کے طرز تکلم اور اسلوب بیان کی رعایت کرتے ہوئے دیگر زبان میں تحریر ونقل کرنا بہت ہی پریشانی کا کام ہے، اس لیے بہت کم افراد ایسے ملتے ہیں جو بیک وقت مضمون نگاری کے ساتھ ترجمہ نگاری کی مشکل ترین صنعت میں شغف اور مہارت رکھتے ہوں۔

عمدۃ المحققین، جانشین حضرت مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کو جہاں وعظ وتقریر اور تصنیف وتالیف میں دسترس حاصل تھا، وہیں آپ فن ترجمہ نگاری کے اسرار ورموز سے واقف ایک عمدہ ترجمہ نگار بھی تھے۔آپ نے اعلی حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ کی متعدد اردو تصانیف کا عربی زبان میں فصیح وبلیغ ترجمہ فرما کر دنیا والوں کے سامنے پیش کیا جسے جلیل القدر علمائے عرب نے خوب پسند کیا اور ان پر اپنے قیمتی اور شاندار تاثرات پیش فرمائے۔

سیف اللہ المسلول حضرت علامہ شاہ فضل رسول قادری، عثمانی، بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مشہور زمانہ کتاب المعتقد المنتقد اور اس پر امام احمد رضا قدس سرہ کا گراں قدر حاشیہ المستند المعتمد علم عقائد میں بے نظیر ومنفرد مانی جاتی ہے۔ یہ کتاب اپنی شہرت ومقبولیت اور احقاق حق وابطال باطل میں ممتاز و فائق ہونے کی بنا پر اہل سنت و جماعت کی درسگاہوں میں ایک عرصے سے شامل درس ہے۔البتہ اس کتاب کے بعض مغلق اور پیچیدہ مقامات اور کچھ مشکل ترکیبیں بعض اہل علم کے لیے بھی بعض دفعہ پریشان کن ثابت ہو جایا کرتی تھیں۔اس لئے ضرورت درپیش تھی ایک ایسے اردو ترجمے کی جسے پڑھ کر صاحبان علم وفضل بالخصوص طالبان علوم نبویہ حتی المقدور استفادہ کر سکیں۔تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے شب وروز کی قربانی دے کر اس اہم ضرورت کی تکمیل فرمائی۔کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد وہ اردو ترجمہ منظر عام پر آیا جس نے خود اصل کتاب کی افادیت ومقبولیت میں چار چاند لگا دیا۔منطق وفلسفہ کی بحثیں نیز علم کلام کی اصطلاحیں اگر اردو زبان کے قلب میں ڈھال دیں تب بھی بعض دفعہ مفاہیم کا سمجھنا مشکل ہی رہتا ہے مگر تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بڑی ہنرمندی سے ساری چیزوں کو اس طرح آسان اور شائستہ زبان میں منتقل فرمایا ہے کہ قاری پر نفس مسئلہ واضح ہو جاتا ہے اور عبارت کے مفاہیم ومطالب ظاہر وباہر ہو جاتے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے جس حسن وخوبی کے ساتھ اردو ترجمہ کا کام انجام دیا ہے، وہ محض عبارات کا ترجمہ ہی نہیں بلکہ ایک مبہم ومحرم راز کی نقاب کشائی بھی ہے، آپ نے فقط الفاظ کا خیال نہیں کیا بلکہ عبارات کے تقاضے اور مدلول کو اچھوتے انداز میں پیش کرنے کی سعی فرمائی ہے۔یہ ترجمہ حشو وزوائد سے مبرہ ہے اور مشکلات متن کی ایک بہترین کنجی ہے۔ترجمہ سے متعلق کچھ لکھنا ہم کم علموں کے لیے آفتاب کو چراغ دکھانے کے مانند ہے۔ المعتقد مع المستند کا اردو ترجمہ اس راہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت تاج الشریعہ کو عربی ادب کے ساتھ ساتھ اردو ادب پر بھی کامل عبور اور مہارت حاصل تھا۔

ترجمہ کی چند خصوصیات: ترجمہ کی شان رفعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ترجمہ قابل اعتماد، لائق تحسین، مفید وعمدہ اور صحت کی خوبی سے سرشار ہر خاص وعام کے لیے نفع بخش ہے۔الفاظ ومعنی میں ربط کی قابل دیدہ زیب تناسب بھی ہے، یہ آسان لب ولہجہ میں بامحاورہ اور سلیس ترجمہ ہے، آپ کے ترجمہ میں الفاظ کی روانی بھی ہے اور شگفتگی وخوش کلامی

بھی۔آپ نے غیر علما کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے تسہیل کا خیال و التزام بھی کیا ہے۔ضرورت کے پیش نظر وضاحت طلب جملوں کی توضیح وتوثیق اور پیچیدہ و مشکل الفاظ کا حل بھی قوسین میں فرما دیا ہے۔اصطلاحات کی وضع اس طرح کی ہیں کہ تفہیم وتوضیح ہر خاص و عام کی دماغ میں جاگزیں ہوجاتی ہے اور اصطلاح بھی خراب و ضائع نہیں ہوئی۔

ایک اہم پہلو: اس کتاب کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ آپ نے بحیثیت مترجم ترجمہ نگاری کا پاس ولحاظ رکھا ہے۔جہاں تک ہو سکا ہے نظرانداز نہیں کیا۔آپ نے محض چربہ یا خلاصہ یا تلخیص وتشریح کا کام نہیں کیا۔جبھی تو مافی العربی کی ادائیگی آپ کے ترجمہ میں شاہد عدل ہے۔آپ نے الفاظ ومعنی کے درمیان مناسبت سے بے اعتنائی نہیں برتی۔قارئین اس ترجمہ کو پڑھتے جائیں انھیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوگا کہ وہ اصل کتاب پڑھ رہے ہیں یا اس کا ترجمہ۔ یہ ترجمہ ایک از سر نو مستقل کتاب ہے۔یہ تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان کی ترجمانی اور فن ترجمہ نگاری میں مہارت کا نتیجہ ہے۔آپ نے صرف اردو کو لباس زبان نہیں پہنایا بلکہ اردو زبان کو صحیح تعبیر والفاظ میں سینچا اور سنوارا ہے۔

چند موقر کتابوں میں شامل چند موقر حضرات کے اظہار خیالات، تقاریظ و تاثرات نذر قارئین ہیں، جن سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے اردو ترجمہ اور علمی مقام کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن سید مراتب علی شاہ فرماتے ہیں کہ ”میرے پاس اصل کتاب موجود تھی، میں اسے سامنے رکھ کر ترجمہ پڑھتا جاتا اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ کے علم وفضل کو داد تحسین دیتا گیا۔ترجمہ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ مولانا اختر رضا خاں صاحب اپنے اباء واجداد کے صحیح جانشین ہیں۔“

(تقریظ المعتقد،ص ۵۹،ناشر رضا اکیڈمی)

حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی (پاکستان) تحریر فرماتے ہیں کہ”فقیر نے سعادت مندی اور خوش قسمتی سمجھ کر کتاب مذکور کا مطالعہ کیا۔اس سے فقیر علمی طور پر خوب مستفید ہوا،فقیر یقین اور نہایت وثوق سے عرض کرتا ہے کہ عوام کے لیے تو عقائد کے معاملات نے بلاشبہ یہ ترجمہ شریف رہبر وہادی ہے لیکن علمائے کرام کے لیے بھی بہترین دستاویز ہے۔اس ترجمہ شریف کو مکمل طور پر سمجھنے کے بعد عقائد کے بارے میں مطولات کی ورق گردانی نہیں کرنے پڑے گی۔گویا یہ ترجمہ کتب عقائد کا خلاصہ ہے۔“(ایضاً،ص ۵۲)

حضرت علامہ مفتی محمد ایوب عالم رضوی رقم طراز ہیں کہ”ماشاء اللہ اپنے مقصد کی ادائیگی میں کافی ووافی پایا۔یہ ترجمہ مدرسین اور طلبہ کے لیے نہایت ہی مفید ثابت ہوگا۔امید ہے کہ اس کے ذریعہ بندگان خدا کو ہدایت ملے گی اور شکوک واوہام کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو ایمان وایقان کی روشنی حاصل ہوگی۔“(ایضاً،ص ۶۰)

ان حضرات کے علاوہ دوسرے اور بھی علمائے کرام کے تاثرات وتقاریظ شامل کتاب ہیں جن سے کتاب مذکور کے ترجمہ کی ثقاہت اور اہمیت وافادیت کی واقعی تصویر قارئین کے نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ضرورت ہے کہ علم عقائد وکلام پر اس وقیع علمی کتاب کو زیادہ سے زیادہ اشاعت کے مراحل سے گزارا جائے تاکہ اردو خواں حلقے تک عقیدے کی یہ اہم کتاب پہنچ سکے۔

☆☆☆

طالب علم شعبہ درس نظامی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

سفید داغ مٹاؤ مہم

سفید داغ

علاج شروع ہوتے ہی سفید داغ کا رنگ بدلنے لگتا ہے اور علاج کو جاری رکھنے سے داغ چمڑے کے رنگ میں سدا کے لئے مل جاتا ہے۔علاج سے فائدہ کی گارنٹی ہے۔

جنسی مسائل کا حل

بدخوابی، سرعت انزال، نامردی، منی کا پتلا پن اور عضو کی کمزوری دور کرنے کے لئے کریم تیل موجود ہے۔

AKBAR DAWAKHANA
P.O.- Katrisarai, Nalanda
Mob.: 7654620620,7462039990

مسجد النور ہوسٹن امریکہ میں حضرت تاج الشریعہ کا تعزیتی جلسہ

محمد قاسم خاں*

ریاستہائے متحدہ امریکہ (U.S.A) کا اہل سنت وجماعت کا مرکزی ادارہ ''النور سوسائٹی آف گریٹر ہیوسٹن'' کی مرکزی ''مسجد النور'' میں مورخہ ۲۸؍جولائی ۲۰۱۸ء/ ۲۴؍ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ بروز اتوار کو تاج الشریعہ، فقیہ الہند نبیرۂ امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان قاضی القضاۃ فی الہند علامہ شاہ الشیخ محمد اختر رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ (متوفی ۶ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۰؍جولائی ۲۰۱۸ء جمعۃ المبارکۃ) کے سانحہ ارتحال پر ایک عظیم المثال تعزیتی جلسے کا انعقاد کیا گیا جس میں مندرجہ علمائے کرام نے شرکت فرمائی:

(۱) حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن قادری ڈیلاس (۲) حضرت مولانا مسعود رضا صاحب مسجد فلاح ہوسٹن (۳) حضرت مولانا غلام زرقانی مکہ مسجد ہوسٹن (۴) حضرت مولانا عبدالرب صاحب آدم مسجد ہوسٹن (۵) حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ صاحب النور اسلامک انسٹی ٹیوٹ ہوسٹن (۶) حضرت مولانا حامد رضا صاحب فیضان مدینہ ہوسٹن (۷) حضرت مولانا حافظ شاہد احمد رضوی مسجد قریش ہوسٹن (۸) حضرت مولانا نذیر عالم نوری مسجد ڈیلاس (۹) حافظ وقاری کریم سلطان صاحب لاہور پاکستان۔ زیر صدارت مفتی نارتھ امریکہ حضرت مفتی محمد قمر الحسن قادری صاحب خلیفہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ وامام ومفتی مسجد النور مرکز ہوسٹن جب کہ نظامت کا فریضہ حضرت مولانا عمیر شریف استاذ النور اسلامک انسٹی ٹیوٹ ہوسٹن نے انجام دیا۔

عصر کے بعد قرآن خوانی کا سلسلہ شروع ہوا جو مغرب تک چلتا رہا۔ مغرب کی نماز کے بعد علما کے بیانات وتاثرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ جلسے کا آغاز حافظ وقاری کریم سلطان صاحب کی سحر انگیز آواز میں ہوا۔ انھوں نے سورہ رحمٰن شریف کی تلاوت اپنی مترنم آواز میں خاص لب ولہجے میں کی جس سے دلوں پر وحی الٰہی کی اثر انگیزی سے خشیت الٰہی کی موجیں اٹھیں اور ایک روحانی کیف طاری ہوگیا۔ حمد باری تعالیٰ کے لئے ہوسٹن کے مشہور نعت خواں جناب ضیاء باسط صاحب نے کلام الامام امام الکلام ''تجھے حمد ہے خدایا تجھے حمد ہے خدایا'' پیش کر کے نذر گزاری پھر نعت پاک کے لیے تاج الشریعہ کے مرید محترم جناب سید شاہد علی رضوی کو دعوت دی گئی، انھوں نے استاذِ زمن کا کلام ''باغ جنت میں نرالی چمن آرائی ہے'' پیش کر کے بارگاہ رسالت میں نذر گزاری جو دلوں پر عشق رسول ﷺ کی نفحات برساتی رہی۔ ابھی دلوں پر سوز وگداز کا اثر باقی ہی تھا کہ مولانا حافظ شاہد احمد رضوی نے حضرت تاج الشریعہ کا مشہور نعتیہ کلام: ''داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا'' پڑھا تو دل تڑپ اٹھا۔ ان کے فوراً بعد ہی جناب حافظ وقاری کریم سلطان نے اس کیفیت دل کو اور بھی مہمیز لگا دی حضرت تاج الشریعہ کا یہ کلام ''سنبھل جا اے دل مضطر مدینہ آنے والا ہے'' سنایا تو سامعین پر سرشاری دیدنی تھی۔

اس کے معا بعد مفتی نارتھ امریکہ شاعر خوش فکر حضرت قمر بستوی کی تازہ ترین منقبت جو حضرت تاج الشریعہ کی شان میں لکھی گئی ہے کو قاری کریم سلطان نے ایسے خوبصورت لب ولہجے میں پڑھا کہ لوگوں کی آنکھیں غمناک ہوگئیں ایک ایک شعر تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی زندگی، خدمات اور علمی وجاہت کی تفسیر تھا۔ ہم تبرکاً پوری منقبت یہاں پیش کر رہے ہیں:

وارثِ علم رضا جاتا رہا — سنیوں کا مقتدا جاتا رہا
حجۃ الاسلام کے دل کا سکوں — نائب غوث الوریٰ جاتا رہا
جانشین مفتی اعظم تھا جو — وہ فقیہ بے بہا جاتا رہا
وہ کہ جیلانی میاں کا عکس تھا — رضویت کا آئینہ جاتا رہا
جو مکمل علم کی تفسیر تھا — ہاں وہی علم آشنا جاتا رہا
زندگی بھر تھا عزیمت پر عمل — شرع کا وہ پیشوا جاتا رہا
زہد میں وہ سلف کا کردار تھا — متقی و پارسا جاتا رہا
جس کا چہرہ خود دلیل معرفت — عارفوں کا رہنما جاتا رہا
پیکر عشق رسولِ پاک تھا — عشق میں ہو کر فنا جاتا رہا
حق بیانی جس کا شیوہ تھا قمر — حیف کہ وہ حق نما جاتا رہا

حافظ کریم سلطان صاحب کی نور بار آواز اور حضرت قمر بستوی

صاحب کے پرسوز کلام کے بعد حضرت مولانا عبدالرب صاحب نے حضرت تاج الشریعہ کی بارگاہ میں نثری نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خاندان میں کار افتا، دوسو سال سے جاری ہے۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس مشن کو آگے بڑھایا۔ آپ کی رحلت ملت اسلامیہ کے لئے عظیم سانحہ ہے۔ اس کے معا بعد حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ قادری نے تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں اپنے تاثرات پیش کیے۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کی رحلت کا غم بیان نہیں کیا جاسکتا بلکہ دلوں میں اس کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ آپ کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ پُر نہیں ہوسکتا۔ فرمایا گیا ہے مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ۔ تاج الشریعہ کی وفات پر یہ صد فیصد صادق آتا ہے۔ ان کے مریدوں کی تعداد اس قدر ہے کہ احاطہ کرنا دشوار ہے (وغیرہ)

پھر حضرت مولانا حامد رضا امجدی صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا کہ تاج الشریعہ کے حزم واحتیاط کا یہ حال تھا کہ عصر حاضر میں الکٹرانک میڈیا کے کسی بھی ایسے ذرائع کو استعمال فرمانے سے گریز فرماتے جس میں تصویر نمائی کا شائبہ ہوتا۔ تاہم ان کے مریدوں کا حال یہ ہے کہ مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں پھر ڈیلاس سے تشریف لائے معتبر عالم دین حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن قادری نے بڑے پُرسوز لہجے میں اپنے درد کا اظہار فرمایا۔ حضرت کافی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا کہ

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

آپ نے فرمایا کہ حضرت تاج الشریعہ کا سانحہ ارتحال ملت اسلامیہ کا وہ نقصان ہے جس کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ایک آفتاب تھا جو غروب ہوگیا۔ چمنستان رضا کا وہ ایسا پھول تھا جس سے پوری دنیا مہک اٹھی۔ وہ حسن صورت اور حسن سیرت کے پیکر تھے۔ وہ اپنے دہر کے بے مثل علامہ تھے۔ آپ نے اپنے قلبی تاثرات کو بیان فرمایا پھر آخر میں صدر بزم حضرت مفتی محمد قمر الحسن قادری خلیفہ حضرت تاج الشریعہ نے طویل خطاب کیا اور آپ کی زندگی وخدمات کا احاطہ فرمایا۔ سوز وکرب کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر کو پیش کیا:

کل العلوم سوی القرآن مشغلة
الا الحدیث وعلم الفقه فی الدین
العلم ماکان فیه قال حدثنا
وما سوی ذاك وسواس الشیاطین

اور فرمایا کہ حضرت تاج الشریعہ کی پوری زندگی اس شعر میں سمٹ آئی ہے۔ ان کی حیات ظاہری کا ایک ایک لمحہ قال الله تعالیٰ، حدثنا اور قال الفقیه سے تعبیر تھی۔ میں نے امریکہ میں حضرت کی بہت خدمت کی اُن کے شب وروز دیکھے، ان کا مطمح نظر دین اور صرف دین تھا۔ فرمایا کہ ان کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک بار جس سے ملتے اس کا نام نہیں بھولتے تھے، اس کی مثالیں دیں اور استشہاد میں امام شافعی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر ارشاد فرمایا:

شکوت الی وکیع سوٗ حفظی — فاوصانی الی ترك المعاصی

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت تاج الشریعہ گناہوں سے شدید اجتناب فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا حافظہ اتنا قوی تھا۔ فرمایا کہ حضرت کی ذات مرجع علما تھی۔ آپ امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت کا عکس جمیل تھے علم وعمل میں اور سیدی مفتی اعظم ہند کا پرتو۔ حزم واحتیاط کا عالم یہ تھا کہ خلاف شرع امور کو فوراً ٹوک دیتے۔ وہ اس سے بے نیاز تھے کہ کوئی ان کی تعریف کرے گا یا تنقید۔ زندگی بھر عزیمت پر عمل فرمایا جب کہ اس دور میں اس پر عمل کرنا کتنا دشوار ہے۔ آپ کے حلقہ ارادت میں علما کی کثرت ہے اور چار برصغیر میں آپ کے مریدین اور خلفاء کی تعداد موجود ہے۔ ایشیا، یورپ، افریقہ اور شمالی امریکہ، عربوں میں بھی آپ کے مریدین کی خاصی تعداد ہے۔ الغرض زندگی کے تمام شعبوں پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ آپ کا جانا اتنا سوہان روح ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔

بعد ازاں صلاۃ وسلام ہوا پھر فاتحہ خوانی ہوئی۔ حضرت مفتی نارتھ امریکہ نے دعا فرمائی۔ آپ نے دعا میں خانوادہ رضویہ کے جملہ افراد کی فلاح کے لیے دعا فرمائی خصوصاً حضرت تاج الشریعہ کے چشم وچراغ حضرت مولانا عسجد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی کے لیے۔ اللہ تعالیٰ انھیں وہ بوجھ اٹھانے کی طاقت دے جو حضرت نے اٹھا رکھا تھا اور اس کی تائید غیبی فرمائے اور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کے مشن اور کار کو آگے بڑھانے کا جذبہ عطا فرمائے۔

پھر تبرکات پیش ہوئے اور لوگ فیضاب ہوئے۔ شہر سے خاصی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك۔

اطلاع:

محمد قاسم خاں، مبلغ کورس النور مسجد، مرکز ہوسٹن (امریکہ)

مدرسہ غوث الثقلین شاہ جہاں پور کی روداد تعلیم و تربیت

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔ اللھم یا بدیع السمٰوٰتِ والارض صَلِّ علیٰ رسولك الکریم واله وصحبه وبنیه الجیلانی الغوث الاعظم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا　　آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

طلب العلم فرضة علی کل مسلم ومسلمة۔ یہ حدیث پاک ہے کہ ہر مسلمان پر اتنا علم دین حاصل کرنا فرض عین ہے جس سے مذہب حق اہل سنت و جماعت سے واقفیت ہو سکے، اسلام کے احکام معلوم کر سکے اور شریعت کے مسائل سے باخبر ہو سکے۔ تمام مسائل شرعیہ کا سیکھنا اور مکمل عالم دین بننا ہر مرد وعورت کے لیے فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی جس میں ۳ جسمانی ارکان ہیں اور ۲ مالی ارکان ہیں

(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں یعنی کلمۂ توحید کا دل سے ماننا، زبان سے اقرار کرنا، یہ جسمانی ارکان ہیں (۲) پنج وقتہ نماز قائم کرنا، یہ جسمانی ارکان ہیں (۳) ماہِ رمضان شریف میں روزہ رکھنا، یہ جسمانی ارکان ہیں (۴) زکوٰۃ دینا، مالی ارکان ہیں (۵) بیت اللہ کا حج کرنا بھی جسمانی اور مالی ارکان ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بغیر بنیاد مضبوط ہوئے کوئی بھی چیز مضبوط اور پکی نہیں ہو سکتی، اس لیے ہر مسلمان کو اپنا اپنا ایمان وعقیدہ مضبوط کرنے کے لئے ان ۵ / ارکانِ اسلام کو اپنانا اور ان پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ تمام عاقل وبالغ مرد وعورت پر پنج وقت کی نماز ادا کرنا فرض ہے اور مالک نصاب پر زکوٰۃ ادا کرنا بھی فرض ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ اگر بری بات کو دیکھیں اور اس کو نہ بدلیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجے گا جو سب کو گھیر لے گا۔ (سنن ابن ماجہ شریف)

علم دین حاصل کرنا ہر مومن، مومنہ پر یوں فرض ہے کہ دین اسلام کے ضروری عقائد کا علم ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے واجب ولازم ہے۔ علوم کا سیکھنا اور سیکھانا خواتین کے لیے بھی اشد ضروری ہے۔ حضور ﷺ کی حیاتِ ظاہری سے لے کر خلفائے راشدین اور تبع تابعین کے عہد انحطاط کے باوجود خواتین بھی دین سے کماحقہ واقفیت رکھتی تھیں۔ صدر اول میں ہر گھر بذات خود ایک مدرسہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ البتہ جب سے اہل مغرب دنیا کے نقشے پر ابھر کر آئے اور ان کے رنگ وڈھنگ، تہذیب وثقافت، علوم وفنون نے گھر گھر میں اپنے گھر کرنے شروع کیے ہیں، امت مسلمہ کے افراد دین اسلام اور دینی علوم اور اسلامی طور وطریق سے شب وروز دور ہوتے جا رہے ہیں۔

اسی طرح بالمقابل مردوں کے خواتین اسلام کے لیے اردو سیکھنا اشد ضروری ہی نہیں بلکہ اپنی زندگی میں لازم کر لیں کیوں کہ ہمارے حاجی بابا اکثر وپیشتر ذکر کرتے ہیں کہ قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج مولانا یوسف علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر پاک میں فرمایا کہ جب کوئی نورِ نظر (لڑکا) تعلیم حاصل کرتا ہے تو وہ تعلیم بابِ دہلیز تک ہی رہتی ہے اور جب کوئی لڑکی تعلیم حاصل کرتی ہے تو نسلوں تک رہتی ہے۔ اس لیے عوام سے میری مودبانہ گزارش ہے کہ مدرسہ غوث الثقلین میں دن کے ۳ بجے سے دن کے ۴ بجے تک اردو کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خدمت خلق کے تحت کوئی اجرت نہیں لی جاتی ہے۔ کوئی بھی بچی وہ چھوٹی ہو یا بالغہ ہو، پردہ کا معقول انتظام ہے، میں خود اردو کی تعلیم دینے پر مقرر ہوں۔

رہی بات لٹریچرس کی تو اب ہر علاقے کے لوگ اپنی اپنی علاقائی زبان میں اور خاص طور سے ہندی لٹریچر پڑھنا چاہتے ہیں۔ زبان ہندی ہو یا، انگریزی ہو، ان کے جاننے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن ملک ہندوستان میں اردو جانے بغیر دینی کتب ورسائل اور لٹریچر سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا ہے۔

اردو سیکھنا اور سیکھانا کوئی مشکل نہیں۔ اگر سبھی افراد قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو کو بھی پڑھیں تو اردو لکھنا آسان ہوگا۔ خواتین میں بھی بدرجہ اتم اردو کی ضرورت ہے۔ قوم مسلم کے ہر فرد کو اس پر خصوصی توجہ دینی چاہیے اور کوئی لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے تاکہ خواتین اسلام اردو کی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہوں۔ قوم مسلم کے نونہالان اردو کی تعلیم سے شب و روز دور ہوتے جا رہے ہیں۔ عصری تعلیم نے قوم مسلم کے نونہالان کو اپنے سلف کی تعلیمات اور ان کی زندگی کے طور و طریقے سے بے خبر کر دیا ہے۔ دراصل دیگر مدارس اسکولوں میں تعلیم کی کمی نہیں، کمی ہے تو صرف اردو کی تعلیم کی اور دینی تربیت کی۔

اللہ رب العزت قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے: فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه (ترجمہ) میرے بندوں کو بشارت دیجئے جو بات کو سنتے ہیں پھر اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ کے مفہوم کے تحت الحاج محمد نبیہ قصاب ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی بانی مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف (حاجی بابا) نے اپنے پیر و مرشد سے والہانہ محبت میں مدرسہ غوث الثقلین قائم و دائم کیا تاکہ قوم مسلم کے نونہالان اس مدرسہ سے تعلیم کے زیور سے مزین ہوں اور اسلام کی رو میں دینی تعلیم حاصل کریں کیوں کہ مدارس اسلامیہ سے ہی اسلام زندہ تابندہ ہے۔

مدرسہ غوث الثقلین تمام مخیر حضرات کے تعاون سے ہی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ مدرسہ غوث الثقلین میں عصری تعلیم درجہ اول سے درجہ فوقانیہ (۸) تک دی جاتی ہے۔ مدرسہ اتر پردیش سرکار سے منظور شدہ ہے۔ درجہ ناظرہ اور درجہ حفظ بھی الحمد للہ قائم ہے۔ مدرسہ غوث الثقلین میں تمام طرح کی سہولیات مہیا ہے اور حاجی بابا کی محنت و مشقت سے اردو کی تعلیم پر ہر روز محنت کی جا رہی ہے۔ مدرسہ غوث الثقلین میں صبح ۸ ربجے سے ۱۲ بجے تک عصری تعلیم دی جا رہی ہے۔

لائق اور تعلیم یافتہ اساتذہ تلامذہ کو عصری و دینی تعلیم دے رہے ہیں۔ صبح میں ۸ ربجے سے ۱۱ بجے تک درجہ حفظ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ استاذ حافظ عبد السلام صاحب درجہ حفظ کی تعلیم دیتے ہیں۔ دوپہر ۳ بجے سے ۴ ربجے تک حافظ شمو ثقلینی نائب قاضی مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف درجہ ناظرہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ طلباء کی عیش و عشرت کے لیے موسم کے اعتبار سے تمام طرح کے سامان مہیا ہیں۔ حاجی بابا نے تمام حضرات کے تعاون سے ہی مدرسہ غوث الثقلین کو تعمیر کروایا ہے اور مدرسہ کی زیب و زینت کا معقول انتظام کیا ہے۔

آپ تمامی حضرات سے میری مودبانہ گزارش ہے کہ مدرسہ غوث الثقلین میں داخلہ کروائیں اور اپنے نونہالان کے آنے والے مستقبل کو روشن بنائیں۔ اللہ، اس کے رسول اور پیر و مرشد کا فیض خاص ہے، جو مدرسہ غوث الثقلین ہمارے حاجی بابا نے تعمیر کروایا۔ نہ جانے کن کن مصائب و آلام سے گزرے ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (ترجمہ) کہ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

حاجی بابا نے بھی دشواری کے ساتھ مدرسہ غوث الثقلین کو تعمیر کروایا ہے ضرور لیکن آج مدرسہ غوث الثقلین میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء بڑے ہی خوش نصیب ہیں جو اتنے اعلیٰ عمدہ قسم کے مدرسہ غوث الثقلین میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مولائے کریم سے میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ و طفیل میں مدرسہ غوث الثقلین کو شب و روز ترقی عطا فرمائے اور حاجی بابا کو اس کار خیر کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ مدرسہ غوث الثقلین کے تمام معاونین کرام کو مدرسہ میں تعاون دینے کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ مدرسہ کے عہدے داران، ممبران، کارکنان، اساتذہ، طلباء کو مولیٰ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے، دین و دنیا کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے اور سبھی لوگوں کو کے ساتھ صحت و سلامتی عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

مدرسہ غوث الثقلین کے جو عہدے داران، ممبران، معاونین اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے ہیں، مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقہ میں ان سبھی کو جنت الفردوس میں مقام خاص عطا فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین ثم آمین

درخواست میرے مضمون اور میری تحریر میں اگر کوئی خامی ہو تو میری اصلاح کرنے کی زحمت گوارا کریں، عین نوازش ہوگی، شرط خلوص ہے۔

بقلم مولویہ، ادیبہ مریم ثقلینی بنت منا ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی، مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور (یوپی)

شور کیسا ہے اور زاریٔ پیہم کیا ہے

ہر وقت و ہر لمحہ بے شمار تبدیلیاں اور تغیرات اس دنیا کی بے ثباتی پر دال ہیں۔ یہاں کسی چیز کو قرار نہیں۔ ہر چیز کو جلد یا بدیر فنا ہونا ہے۔ ثبات وقرار، بقاودوام صرف اس ذات کو ہے جس نے کن فرمایا کر اس دار فانی کو وجود بخشا۔ خود ہی فرماتا ہے: کل من علیہا فان۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: کل شیء ھالك إلا وجهه اس خالق باقی کی مخلوقات فانیہ میں سے ایک مخلوق ہے انسان، جس کو اس کے مالک حقیقی نے اشرف المخلوقات کے تاج سے سرفراز فرمایا ہے اور ان اشرف المخلوقات میں چند نفوس قدسیہ کو ہر دور میں اپنی نیابت اور پسندیدہ دین اسلام کی خدمت کیلئے چنتا رہتا ہے۔

ان ہی چند اور منتخب شخصیتوں میں وارث علوم اعلی حضرت جانشین مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری (قاضی القضاۃ فی الہند) نور اللہ مرقدہ کی شخصیت بھی ہے۔ بڑی منفرد المثال، عجب شان کی مالک جن کے عمدہ کارنامے کبھی فراموش نہیں کیے جا سکتے۔ آپ کے کارنامے آپ کو تاقیامت زندہ رکھیں گے۔ یوں تو آپ کی حیات کا ہر پہلو قابل رشک ہے۔ مگر جامعۃ الرضا بریلی شریف کی شکل میں دینی قلعہ آپ کی ایسی یادگار ہے جو دنیاوی شہرت اور توشۂ آخرت کیلئے کافی ہے۔ آپ کا شمار ملت اسلامیہ کے ان چند مشاہیر اور مستند و معتبر علماء ودانشوران میں ہوتا ہے جنہوں نے ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ حضرت تاج الشریعہ بے شمار خوبیوں کے حامل تھے۔ ان کی ہمہ گیر شخصیت نے کتنے ذروں کو آفتاب اور جگنوؤں کو ماہتاب بنایا ہے۔ آپ کی پوری زندگی احقاق حق و ابطال باطل، فروغ سنیت واشاعت دین کیلئے وقف تھی، اللہ نے آپ کے قلم کو وہ طاقت بخشی جس سے عالمی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کی تصانیف سے لوگوں نے استفادہ کیا۔ آپ کی مشکل پسند طبیعت نے دینی اور ملی کاموں کیلئے ہمیشہ ایسی خار دار وادیوں کا انتخاب کیا جہاں صرف جنون عشق ہی کام آسکتا تھا۔ آپ ایک ایسے ہمہ جہت عالم دین تھے کہ دور دور تک ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ قوم مسلم کی اصلاح وتربیت اور ان کے تزکیۂ نفس کیلئے آپ نے ہر جہت سے کوششیں فرمائیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہندو پاک ہی نہیں پوری دنیا میں آپ کے مریدین ومعتقدین پائے جاتے ہیں۔

آپ نے علم تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد، نعت گوئی میں خاصی خدمت انجام دی۔ اس لئے تمام مضامین میں ترتیب، تہذیب، استدلال، فراست ومتانت اور تنقیدی شعور کی بالیدگی نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ عالمی سطح پر دینی قائد کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ آپ نبیرۂ اعلی حضرت اور مفتی اعظم ہند کے سچے جانشین تھے۔ آپ باتفاق علمائے کرام قاضی القضاۃ فی الہند کے منصب پر فائز تھے۔ آپ نے دار الافتاء بریلی شریف کی مسند سے کثیر فتاوے جاری کیے جس کا ثبوت ''فتاوی ازہریہ'' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ عربی، اردو میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ متعدد کتابوں کا اردو سے عربی میں عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ تدریسی میدان میں ہزاروں طلباء نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ سلسلہ قادریہ کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی۔ ملت اسلامیہ پر آپ کے بے شمار احسانات ہیں جنہیں رہتی دنیا تک بھلایا نہیں جاسکتا۔ لہٰذا ہمیں اپنے محسن و قائد کی بارگاہ میں خراج عقیدت وگلہائے محبت پیش کرنے چاہئیں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کی تصنیفات و تالیفات کو متعدد زبانوں میں منتقل کر کے دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا جائے۔ آپ کے انتقال پر ملال سے ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا بہت مشکل ہے۔

آپ کے وصال پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے دعا گوں ہوں کہ رب قدیر آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ ہم سنیوں کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد فیضان اشرف نظامی تنویری جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر

RAZVI KITAB GHAR — رضوی کتاب گھر کی مطبوعات

423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 Ph:23264524

قرآن پاک ترجمہ کنزالایمان اردو (نیٹ)	230/=
قرآن پاک ترجمہ کنزالایمان ہندی (نیٹ)	180/=
قرآن پاک ترجمہ کنزالایمان ہندی آرٹ پیپر	250/=
قرآن پاک ترجمہ کنزالایمان انگریزی (نیٹ)	220/=
تفسیر روح البیان (مکمل ۱۵ رجلدوں میں)	7000/=
تفسیر نعیمی (۱۸ رجلدوں میں)	6000/=
تفسیر مظہر القرآن (مکمل ۳۰ پارے دو جلدوں میں)	1200/=
تفسیر الم نشرح (مکمل مجلد)	400/=
نزہۃ القاری شرح بخاری (مکمل ۸ جلدوں میں)	3000/=
فتاویٰ شارح بخاری (۳ جلدوں میں)	1500/=
شارح بخاری نمبر	300/=
فتاویٰ حامدیہ (مکمل)	400/=
سعادۃ الدارین (مکمل ۲ رجلدوں میں)	600/=
الابریز ۔ اردو ترجمہ خزینۂ معارف	400/=
شافعی بہشتی زیور (مکمل دو جلدوں میں)	800/=
خلاصہ فقہ شافعی	200/=
خطبات مجبریہ (خطبۂ جمعہ)	100/=
اسلامی زندگی فقہ شافعی کی روشنی میں	300/=
شافعی معلم الدین (دینی تعلیمی کورس)	60/=
مصباح المجالس	225/=
زین المجالس	180/=
فیضان اعلیٰ حضرت	400/=
تذکرۃ الانبیاء (مکمل مجلد)	350/=
تذکرۃ الاولیاء	160/=
تذکرہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام	160/=
بزم اولیاء (ترجمہ روض الریاحین)	250/=
جان ہے عشق مصطفےٰ	300/=
انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ	240/=
شان مصطفےٰ بزبان مصطفےٰ بلفظ انا	400/=
فیضان شریعت	400 /=
امام احمد رضا اور علم حدیث تین جلدوں میں	600/=
امام احمد رضا اور معارف تصوف	240/=
تعلیم نبی اور امام احمد رضا	180/=
علوم القرآن (ترجمہ حاشیہ الدولۃ المکیہ)	200/=
امام اعظم ابو حنیفہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں	120/=
شفا شریف (مکمل مجلد)	400/=
قصر عارفاں	250/=

الزہد (تقویٰ کی حقیقت اور احادیث رسول)	200/=
سچی حکایات (مکمل مجلد)	250/=
عورتوں کی حکایات	120/=
قانون شریعت (مکمل مجلد)	180/=
نظام شریعت	130/=
انعام شریعت	120/=
گلستان شریعت	100/=
معین شریعت	120/=
مکاشفۃ القلوب	200/=
کشف المحجوب	240/=
سبع سنابل شریف	180/=
جاء الحق (مکمل مجلد)	240/=
سیرت خواجہ غریب نواز	240/=
سیرت غوث اعظم	120/=
سیرت غوث پاک	100/=
سیرت رسول اکرم	140/=
غوث و خواجہ اور رضا	120/=
سیرت امام شافعی	100/=
چالیس حدیثوں کا گلدستہ	100/=
زیارت قبور	80/=
فضائل نماز قادری رضوی	120/=
شان حبیب الرحمٰن	120/=
فضائل اہل بیت (سفینۂ نوح)	120/=
امام پاک اور یزید پلید	120/=
حیاۃ الشہداء والموتیٰ	40/=
سوانح کربلا	40/=
تاریخ کربلا	160/=
کربلا کا مسافر	120/=
داستان کربلا	120/=
شام کربلا	130/=
خاک کربلا	120/=
مابعد کربلا	100 /=
تاریخ صوفیائے کرام و سلاطین دکن (دو جلدوں میں)	600/=
نکہت سراپائے رحمت	100/=
تاریخ نجد و حجاز	200/=
السلوک کامل	160/=
منازل ولایت	160/=

امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات	180/=
امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں	100/=
اصلاح فکر و اعتقاد	140/=
حدائق بخشش (کلاں مجلد)	130/=
النجوم شعری مجموعہ (بنگلہ اشاعت)	120/=
نعتیہ روایت کا عروج و ارتقاء	100/=
افکار رضا	100/=
تجلیات مفتی اعظم ہند	100/=
عقائد اہل سنت	130/=
سنی دیوبندی اختلاف کا منصفانہ جائزہ	100/=
اذان خطبہ کہاں ہو	50/=
اسلام اور چاند کا سفر	60/=
جماعت اسلامی کا شیش محل	60/=
دیوبند کی خانہ تلاشی	60/=
معمولات اہلسنت	120/=
حصن حصین	120/=
شمع شبستان رضا	160/=
تحقیقات مکمل	120/=
جنگ آزادی اور وطن کے جاں باز	120/=
تذکرہ حافظ عبد الرؤف	50/=
تذکرہ علی احمد صابر کلیری مجلد	100 /=
حیات تاج الشریعہ	130/=
خون کے آنسو	140/=
دیوبند کا نیا دین	70/=
سنی بہشتی زیور	160/=
جنتی زیور	160/=
تجتر میں ایک (مجلد)	100/=
اندھے نجدی دیکھ لے.....	60/=
انوار درود و سلام	80/=
قرینۂ زندگی (مجلد)	120/=
قرینۂ زندگی (ٹائٹل)	90/=
کھانے پینے کی سنتیں	140/=
شرح الصدور (قبر کے حالات)	140/=
سنت خیر الانام	120/=
جذب القلوب	120/=
جان جاناں	100/=
امتیاز حق و باطل	100/=

تجلیات شرف	100/=
خصائص رسول	100/=
جمال اولیاء	100/=
حسام الحرمین	100/=
امام شعروادب	40/=
فرش پر عرش	100/=
بارہ تقریریں	120/=
خطبات غزالی	100/=
خطبات اسلام	120/=
خطبات مجاہد (جلد اول)	120/=
خطبات مجاہد (جلد دوم)	120/=
انوری تقریریں	140/=
شمسی تقریریں	140/=
اشرفی تقریریں	120/=
خطبات اعظمی (مکمل)	90/=
خطبات ربانی (حصہ اول مجلد)	100/=
خطبات ربانی (حصہ دوم مجلد)	90/=
خطبات ابوالحقانی	40/=
خطبات خواتین	100/=
دلکش تقریریں	40/=
شان خطابت	50/=
جان خطابت	120/=
روح خطابت	100/=
نور خطابت	100/=
تاج خطابت	130/=
قانون شریعت (اول)	80/=
قانون شریعت (دوم)	90/=
آسان تقریریں (اول ودوم)	50/=
آسان تقریریں (سوم چہارم)	50/=
احکام نماز اور اتباع سنت (نماز حبیب کبریاء)	160/=
غیر مقلدین کی انگریز نوازی	50/=
(تاجدار یمن) حضرت اویس قرنی	100/=
اسلامی زندگی	50/=
سوانح حضرت اویس قرنی	50/=
سوانح حضرت جنید بغدادی	50/=
بارہ مہینوں کی نفل نمازیں	30/=
سیرت امام احمد رضا	40/=
تمہید ایمان	30/=
عقائد علمائے دیوبند	30/=
گستاخ قلم	40/=

ارشادات اعلیٰ حضرت	40/=
شعبان کے لیل ونہار	50/=
امام المحدثین	40/=
عرفان مذہب ومسلک	50/=
بنگال اور اسلام	40/=
مزارات اولیاء پر روشنی	30/=
بابری مسجد کی شہادت اور تعمیر نو	40/=
امام احمد رضا کی فقہی بصیرت	40/=
مسلم پرسنل لاء کا تحفظ	60/=
مسائل توسل وزیارت	50/=
تین برگزیدہ شخصیتیں	50/=
تین طلاق کا شرعی حکم	30/=
سواد اعظم	30/=
اصول نظامت	30/=
مناظرۂ کشمیر	100/=
مناظرۂ کٹیہار	50/=
فاتحہ گیارہویں شریف	60/=
اقبال واحمد رضا	40/=
معارف کنزالایمان	30/=
موئے مبارک	30/=
سید سلیمان اشرف بہاری (حیات وخدمات)	30/=
چند کفری اشعار پر شرعی گرفت	30/=
امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت	40/=
جشن میلاد النبی	20/=
توحید کے نام پر (نورونار)	40/=
تجلیات علم	50/=
افضلیت مصطفےٰ	30/=
مرجان شرح میزان	60/=
قصیدہ غوثیہ مع ختم غوثیہ (دیگر اولیاء کرام)	30/=
وسیلہ کی شرعی حیثیت	30/=
قرآن پاک کے گستاخانہ تراجم	30/=
مقام انسانیت	30/=
تجلی الیقین بان نبینا شفیع المذنبین	50/=
فقہ حنفی کی روشنی میں مسئلہ کفاءت کی تنقیح	40/=
تحفۂ معظمیہ ترجمہ رسالہ شریفیہ	30/=
دعوت فکر	60/=
سبق آموز تاریخی کہانیاں	60/=
محبت کی نشانی	30/=
بچوں کی تقریریں	15/=

سات مسائل	15/=
عورت کیا ہے؟	15/=
نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں	10/=
تضمین بر لاکھوں سلام	10/=
نغمات رضویہ	15/=
نماز کا آسان طریقہ (کلاں)	20/=
نماز کا آسان طریقہ (پاکٹ)	15/=
ہمفرے کے اعترافات	50/=
بچی نماز اردو کلاں	30/=
عورتوں کی نماز	10/=
غلط ترجموں کی نشاندہی	10/=
حق وباطل کی پہچان	10/=
محرم میں کیا جائز کیا ناجائز	15/=
ایصال ثواب کی شرعی حیثیت	15/=
تین نورانی راتیں	20/=
انگوٹھے چومنے کا مسئلہ	10/=
تبلیغی جماعت کا فریب	15/=
تبلیغی جماعت احادیث کی روشنی میں	15/=
طریقۂ فاتحہ	10/=
زیارت قبور	10/=
مسنون دعائیں (پاکٹ)	15/=
مسائل حج وزیارت	[illegible]0/=
نعتیہ مجموعہ (پاکٹ سائز اردو)	
حدائق بخشش	30/=
سامان بخشش	30/=
سفینۂ بخشش	30/=
قبالۂ بخشش (پاکٹ)	30/=
نوری محفل	30/=
انتخاب اعلیٰ حضرت	10/=
نکہت گل	10/=
نبی نبی	10/=
بارش رحمت	10/=
باغ طیبہ	10/=
سویٹ مدینہ	10/=
یادگار بدر	10/=
گل طیبہ	10/=
گلشن طیبہ	10/=
طلعت کربلا	10/=
عشق رنگ	10/=
بہار طیبہ	10/=

DARUL